[illegible]

[illegible] اکیڈمی

ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ

Marfat.com

میرے حضور رحمۃ اللہ علیہ

مجموعۂ مقالات دربارہ

سعیدِ ازل، وارثِ خیر الرسلؐ، کوہِ استقامت، کانِ کرامت،
سراج الشریعۃ، امام الطریقہ، بقیۃ السلف، حجۃ اللہ علی الخلف،
علیؓ جمال، خرقانیؒ کمال، قیومِ عالم، نائبِ غوثِ اعظمؒ،
شمس العرفان، حبیبُ الرحمٰن، زین الافراد، قطب الارشاد،
حضرت مولانا مولوی سید السادات ابوالعلم محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ العزیز
[۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء ـــــــ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء]

تقدیم، ترتیب، حواشی
سید محمد کبیر احمد مظہر

حبیب اکیڈمی
۶۷ بی۔ سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ اشاعت ــــــــ نمبر (۱)

کتاب ــــــــ میرے حضورؒ

ترتیب، تقدیم و حواشی ــــــــ سید محمد کبیر احمد مظہر

صفحات ــــــــ ۱۹۶

طباعت ــــــــ بار اول ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ / فروری ۱۹۸۱ء

مطبع ــــــــ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر ــــــــ حبیب اکیڈیمی ۶۷/بی
سٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

تعداد ــــــــ ۵۰۰/

ہدیہ:- ۲۵/ روپے

Marfat.com

ترتیب

۱۔ تیرا فیضان کمالاتِ نبوت تا آقا	جناب صاحبزادہ سید محمد یوسف مدظلہ	۴
۲۔ میرے حضورؒ	مرتب	۵
۳۔ نقشبندیاں دے خاص علمبردار	پیر فضل گجراتی	۷
۴۔ تقدیم	مرتب	۹
۵۔ محرمِ حقیقت عارفِ یگانہ	سیّد محمد منصور احمد خالد	۱۶
۶۔ سوانح و شخصیت ۔ اجمالی کوائف	سیّد محمد کبیر احمد مظہر صاحب	۱۷
۷۔ خلقِ عظیم اور اتباعِ سنت	جناب حافظ محمد عالم صاحب	۳۴
۸۔ یادگارِ سلف	حضرت مولانا محمد عارف صاحب	۵۲
۹۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی	جناب پروفیسر محمد فرمان صاحب مرحوم	۵۷
۱۰۔ شیخِ کاملؒ	حضرت مولانا اکبر علی مجددی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۶۱
۱۱۔ خواجہ سیدویؒ کا روحانی شاہکار	حضرت صاحبزادہ صدیق احمد علیہ الرحمۃ	۶۹
۱۲۔ آپؒ رسمی پیر نہ تھے	حضرت مولانا سیّد محمد جلال شاہ صاحب مدظلہ	۷۴
۱۳۔ مقبول ولی اللہ اور حق آگاہ درویش	جناب صاحبزادہ مبارک محی الدین صاحب	۸۱
۱۴۔ بوسہ زن بر آستان کاملے	جناب ڈاکٹر احمد حسین احمد قلعہ داری صاحب	۸۴
۱۵۔ قولِ فیصل تھا لفظ ان کا	جناب ڈاکٹر غلام علی چودھری صاحب	۱۰۱
۱۶۔ آپؒ کا سفرِ کشمیر	جناب سیّد نذیر حسین شاہ صاحب	۱۲۵
۱۷۔ آپؒ اکابر اہل اللہ میں سے تھے	جناب مولانا حافظ سیّد علی صاحب	۱۴۶
۱۸۔ اسوہ حسنہ کا سچا نمونہ	جناب مولانا مفتی اقتدار احمد خان صاحب	۱۴۹
۱۹۔ بہ کریماں کارہا دشوار نیست	جناب مولانا سیّد الطاف الرحمٰن صاحب	۱۵۳
۲۰۔ مجھے یار کھینچ لایا ترا دستِ غائبانہ	جناب مولانا نظام الدین توکلی صاحب	۱۵۹
۲۱۔ مان کو دیکھا تو خدا یاد آیا	جناب محمد بشیر احمد صاحب	۱۷۱
۲۲۔ گلشنِ محبوبیہ کا خوشبودار پھول	جناب حاجی احمد دین صاحب	۱۷۶
۲۳۔ کامل پیر محمد بخشا لعل بناں پتھر دا	جناب نور احمد صاحب	۱۸۶
۲۴۔ کارساز ما بہ فکرِ کار ما	جناب چودھری اللہ دتہ صاحب	۱۹۰
۲۵۔ غوثِ اعظمؒ کی تمناؤں کا مرکز	جناب محمد صدیق صرّاف صاحب	۱۹۲

تیرا فیضان کمالاتِ نبوّت آقاؐ

از حضرت مولانا صاحبزادہ سیّد محمّد یوسف صاحب مدظلہ

تیرا فیضان، کمالاتِ نبوت آقا — تجھ کو زیبا ہے رسالت کی نیابت آقاؐ

تیرا ارشاد، کہ تا قائم قیامت آقا — نسل در نسل یونہی تیری ہدایت آقاؐ

اُس ہدایت کی نہایت کو خدا ہی جانے — ہر نہایت کہ ہو جب درج ہدایت آقاؐ

اللہ اللہ! حبیب اللہ حبیب محبوبؐ — ہفت درجاتِ محبّت کی ہو غایت آقاؐ

جان پایا نہ کما حقہٗ کوئی تجھ کو — راز در راز، تیری حفظِ امانت آقاؐ

سنّتیں جس پہ خود عاشق ہیں وہ عاشق تُو ہے — تیری ہجرت ہی کو تھی سنّتِ ہجرت آقاؐ

اپنے منہ سے انہیں کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں — جو گدا جانتے ہیں تیری سخاوت آقاؐ

کیسے انداز سے کی پرورش روح و بدن — کیوں نہ ہر ذرّہ ہو ممنونِ عنایت آقاؐ

آپ فیضی ہیں بحمداللہ طفیلی ہم سب — دائمی ہو یونہی رحمت، یونہی شفقت آقاؐ

موت ہو، قبر ہو، برزخ ہو، حشر ہو یا خلد — ہو محبّت تیری، اور تیری امامت آقاؐ

Marfat.com

میرے حضورؒ

از سیّد محمّد کبیر احمد مظہرؔ

میرے حضورؒ نائبِ حق ، ثانیِ فریدؒ
مسند نشینِ دولتِ ارشاد بایزیدؒ

ازلی سعید و کوہِ ثبات و جہانِ شوق
چرخِ وقار و شمسِ ہدیٰ ، پیکرِ نوید

بحرِ سخا ، صحیفۂ نیکی و قصرِ دین
نُورِ خدا ، حبیبِ اِلٰہ ، بادشاہِ دید

فتحِ مبین چہرہ و آواز صوتِ صور
امرِ خُدا اشارت و قلبِ جہاں علید

ان کا کلام کوثرِ عرفاں ، زلالِ عشق
تسنیمِ جاں ، بہارِ ادب ، کلمۂ سدید

ان کا وجود معجزۂ خاتمِ رسل
ان کا ظہور مقتضائے شاہد و شہید

نسبت ہے اُن سے نعمتِ کبریٰ مرے لئے
اور ان کا اسمِ پاک ہے ہر گنج کی کلید

ہم جب بھی مشکلات میں لاچار ہو گئے
آئی صدا فَلَا تَخَفْ یَا اَیُّھَا الْمُرِید

جب بیکسی میں چھٹ گیا ہر دامنِ امل
پہنچے مرے حضورؒ بہ امدادِ مستفید

حاضر ہوئے تو باز تھی آغوشِ مغفرت
گرچہ مدام اپنی خطائیں رہیں شدید

ان کے حضور ہر لمحہ تھا حاصلِ حیات
ہر شب ، شبِ برات تھی ، ہر روز ، روزِ عید

Marfat.com

ان کے حضور بات کا یارا کسے رہا — اور کس کو عین قرب میں تھا حوصلۂ دید

رعب و جمال و ہیبتِ حق سے ہوا اس گم — اور دم بخود تھے سرکشانِ کائد و عنید

دیکھا ہے اژدہام ملائک رکاب میں — اور ساکنانِ عرش کو مشتاق بہرِ دید

دریائے بیکراں ہتوا اک قطرۂ کرم — اور مقتدائے دہر بیک جُرعہ صد بلید

ہر سر کے واسطے نہیں یہ سنگِ آستاں — ہوتے ہیں آ کے اس جگہ خاصانِ حق شہید

ہر دل کو غم دیا نہیں جاتا حضورؒ کا — ملتی ہے خاص لطف سے یہ نعمتِ مجید

ہر آنکھ کا نصیب کہاں ہے جمالِ ناز — بختِ سعید ہی کو ہے عرفانِ آں سعید

ان کا کرم کہ پا گئے شرف نگہ قبول — ہم خستگانِ شوق کہ دُنیا میں ہیں شرید

وُہ آ ملے تو مل گئیں سب منزلیں مجھے — ورنہ تھا میں مسافرِ ہر راہِ ناپدید

میرے حضورؒ صدقۂ پیرانِ سلسلہ — مظہرؔ یہ التفات و کرم دمبدم مزید

Marfat.com

نقشبندیاں دے خاص علمبردار

از پیر فضل گجراتی

زاہد زہد پرور، باصفا صوفی، عابد، شب بیدار حبیبؒ اللہ
باعمل عالم۔ بے ریا مفتی۔ مرد فخر احرار حبیبؒ اللہ
شاہ توکل۔ توکل دی راہ دستی تے محبوبؒ حبیبؒ بنا دتا
سو ہنے پاک حبیبؐ دے عشق اندر گئے عمر گذار حبیبؒ اللہ
ترت منزلاں دے اتے جا پونہچے چمبڑ نال رکاب دے گئے جھیڑے
اپنے نال رکھیا پا پیادیاں نوں واہ، واہ شاہ اسوار حبیبؒ اللہ
نم آلود چشماں، نظر پاک نیویں، ہردم سوز گداز وچ رہن والے
اپنے عہد اندر نقشبندیاں دے خاص علم بردار حبیبؒ اللہ
گذرگاہِ طریقت دی وچہ آقا سنگ میل دا مرتبہ رکھدے سن
معرفت ول جاندیاں راہیاں لئی۔ روشن سن مینار حبیبؒ اللہ
آیا جو سائل اوہدی حسب حاجت پردے نال ای مدد فرما دتی
خوشی نال لیندے ونڈ جگ دے سن غم والم دا بھار حبیبؒ اللہ
اہل نظر حضرات دا فیصلہ اے۔ دسترس سی غیبی خزانیاں تے
خالی ہتھ نہ نکلیا جیب وچوں۔ پایا جنتی وار حبیبؒ اللہ
کدی کسے وی قول یا فعل اندر۔ اپنے آپ دی کوئی نمائش نہیں سی
سدا من مالا تائیں پھیر دے رہے۔ تسبی گلوں اتار حبیبؒ اللہ

سنی کدی نہ صفت ثنا اپنی ۔ دنیاں زحمتاں نہ استقبال باں
اپنے ناں دا نعرہ نہ لان دتا ۔ پائے نہ پھلاں دے ہار حبیبؒ اللہ

جلوت وچہ ممبر اتے بیٹھ کے تے ۔ سچے دین دی رہے تبلیغ کر دے
خلوت وچہ رہے ونڈدے طالباں نوں ۔ کھول گنج اسرار حبیبؒ اللہ

چکیا دست دعا دا جس ویلے ۔ رحمت ربدی جوش دے وچ آئی
پھاتھے ہوئے گرداب دے وچہ بیڑے ۔ لائے بنّاں وچہ بار حبیبؒ اللہ

ٹھاٹھ باٹھ دا رہیا نہ کوئی چیتا ۔ وسّر گئے اوہ محلاں تے ماڑیاں نوں
بیٹھن واسطے جنہاں نوں جگہ دتی ۔ اپنی زیر دیوار حبیبؒ اللہ

خاندان سادات دا فرد ہو کے ۔ سیّد آپؒ نے فضل اکھوایا نہ
لقب مولوی نال مشہور ہے سن ۔ بس پار اار حبیبؒ اللہ

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہٖ و نتوکّل علیہ وَ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یُضلِلہُ فلا ھادی لہٗ۔ ونشہد ان لا الٰہ اِلاّ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ ونشہد انّ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔[1] صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

محمدؐ مظہرِ سرِّ الٰہی — محمدؐ کانِ نورِ لاتناہی
محمدؐ باعثِ تکوینِ عالم — محمدؐ مفخرِ حوّاؑ و آدمؑ[2]
محمدؐ کو خدا پیدا نہ کرتا — ظہورِ کبریا واللہ نہ ہوتا[3]
محمدؐ از تو می خواہم خدا را — خدایا از تو عشقِ مصطفےٰؐ را[4]
از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ

امّا بعد۔ زیرِ دست کتاب "میرے حضور" بیس(۲۰) مقالات کا مجموعہ ہے جن کا موضوعِ سخن قبلہ گاہی حبیب الرحمٰن قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سیّد محمّد حبیب اللہ قدّس سرّہ کی پاکیزہ سیرت اور رہنما شخصیت ہے۔ آپ ۱۹۱۷ء میں گجرات میں تشریف لائے، ۱۹۶۱ء میں وہیں واصل

---

(۱) خطبۂ مسنونہ مشکوٰۃ المصابیح، باب علامات النبوۃ، الفصل الثانی۔

(۲) یہ اشعار حضرت شاہ رؤف احمد رأفتؔ کے ہیں جو جرأتؔ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے تفسیر رؤفی یا تفسیر مجدّدی کے نام سے قرآن مجید کی پہلی اردو تفسیر لکھی تھی۔ یہ اشعار اس تفسیر کے دیباچہ میں درج ہیں۔ قبلہ گاہیؒ ان کو خطبۂ مسنونہ میں پڑھا کرتے تھے۔

(۳) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کا شعر ہے۔ (۴) یہ شعر مولانا رومؒ کا ہے۔ اور یہ جملہ اشعار مع خطبہ قبلہ گاہیؒ پڑھا کرتے تھے۔

بحق ہوئے اور وہیں آپ کا مزار شریف زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔ گجرات سے یہ مناسبت کچھ ایسی تھی کہ آپ زندگی مبارک ہی میں "مولوی صاحب گجرات والے" کے عرف سے معروف ہو گئے تھے۔

واضح رہے کہ یہ کتاب حضورؒ کی کامل سوانح شریف نہیں ہے۔ اور نہ آپ کی حیات مبارکہ کا جامع تذکرہ ہے۔ حضورؒ کی کامل سوانح شریف اور آپؒ کا جامع تذکرہ سعید ازل کے نام سے صاحب السجادہ صاحبزادہ صاحب کلاں حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ العالی نے تحریر کیا ہے جس کا بہت سا حصہ کتابت کے مراحل طے کر چکا ہے۔ اور توقع ہے کہ انشاء اللہ مستقبل قریب میں بہت جلد اہلِ شوق کے لیے نظر افروز ہو گا۔

البتہ موجودہ کتاب "میرے حضور" میں مقالہ نگار حضرات نے اپنی اپنی یادوں اور یادداشتوں کے سہارے حضورؒ کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات، احساسات اور مشاہدات کو بیان کیا ہے اور آپ کے فیوض و برکات اور توجہات و کرامات کا ذکر کیا ہے۔ یہ سبھی حضرات آپ کے متوسلین میں سے ہیں اور آپ کے صحبت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں۔ سوائے محمد صدیق صراف کے جو سیالکوٹ کا رہنے والا ہے اور حضورؒ کی خدمت میں حاضری سے سعادت یاب نہیں ہوا۔ اور جناب مولانا مفتی اقتدار احمد خان صاحب۔ مدرسہ دار العلوم غوثیہ کے مہتمم ہیں اور حضورؒ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کا مقالہ اس مجموعہ مبارک میں شامل کیا گیا تاکہ ان کے والد گرامی حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ کی نمائندگی کرے۔

حضرت قبلہ مفتی احمد یار خانؒ کو حضورؒ سے بڑی محبت تھی۔ اور ان کے روابط آپ کے ساتھ دیرینہ تھے۔ حضورؒ سے ان کے حسن عقیدہ کا یہ عالم تھا کہ راقم نے چند بار دیکھا کہ وہ حضورؒ سے ملاقات کر کے رخصت ہوئے تو عالم کیف و سرور میں بے اختیار پڑھنے لگے "تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا"۔ اور ان کا معمول یہ تھا کہ اپنے صبح کے درسِ قرآن میں توضیح مطالب کے لئے اکابر متقدمین اور سلف صالحین کی مثالیں دیتے تو ان کے استشہاد کے لئے حضور کے حالات اور واقعات بیان

Marfat.com

کرتے اور فرماتے "اس زمانے میں یہ ہستی مبارک ایسی ہے کہ ان کے حالات سے متقدمین اکابر کے حالات کی تصدیق ہوتی ہے"۔ چنانچہ وہ قبلہ گاہیؒ کے حالات اس خوبی سے بیان کرتے کہ سامعین پر بھی کیف و سرور طاری ہو جاتا۔ اگر ان سے گزارش کی جاتی تو وہ یقیناً اپنے الفاظ میں حضورؒ کی سیرت اور شخصیت کا ایسا سچا نقشہ پیش کرتے کہ قاری اس کے توسط سے قرون اولیٰ کی سیر کرنے لگتا اور فقر مصطفویؐ اور علم مرتضویؓ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا۔ مگر افسوس اس وقت یہ خیال نہیں آیا اور جب خیال آیا تو وقت نکل چکا تھا۔ باقی مقالہ نگاروں میں حضرت مولانا صاحبزادہ صدیق احمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ قبلہ گاہیؒ کے پیشوائے پاک حضرت خواجہ محبوب عالم سیدویؒ صاحبِ ذکر خیر و خیر الخیر کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اگرچہ قبلہ گاہیؒ سے بیعت نہیں تھے تاہم انہوں نے تربیت اور فیض آپ ہی سے پایا ہے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کے حالات میں کتاب ذکرِ محبوب تالیف کی ہے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب سیدویؒ کے خلفاء کے باب میں حضور قبلہ گاہیؒ کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس مجموعہ میں شامل مقالہ وہیں سے مستفاد ہے۔ مندرجہ ذیل مقالہ نگار قبلہ گاہیؒ کے خلفاء ہیں۔

حضرت مولانا اکبر علی مجددیؒ

۱۹۱۷ء میں جب قبلہ گاہیؒ گجرات تشریف لائے یہ چھٹی جماعت میں آپ کے شاگرد بنے اور بیعت ہوئے۔ تربیت اٹھائی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضورؒ کا ارشاد تھا "اکبر شیخ کامل ہے۔ اور مریدین کی تربیت اچھی کرتا ہے"۔ انہیں مجددی سلوک پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ۱۹۷۹ء میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت مولانا الطاف الرحمٰن شاہ صاحب زید مجدہٗ

قبلہ گاہیؒ کے پیر بھائی حضرت منشی غلام جیلانیؒ کے توسط سے ۱۹۵۸ء میں حضورؒ سے بیعت ہوئے اور پھر تربیت اٹھائی اور جلد خلافت اور اجازت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا جلال الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ موضع بھکھی شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات انہیں قبلہ گاہیؒ سے اجازت اور کلاہِ خلافت حاصل ہے۔ مگر انہیں بیعت توسل اور خلافت حضرت مولانا نور الحسن شاہ صاحب عرف سرکار

Marfat.com

کیلیانوالی علیہ الرحمۃ سے ہے اور خلافت استفادہ حضرت پیر جماعت علی شاہ ثانی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری علیہ الرحمۃ اور حضرت پیر سیّد چراغ علی شاہ صاحب چک مراڑہ شریف ضلع سیالکوٹ سے بھی رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اصحاب مقالہ گجرات کے مقامی علمائے دین ہیں۔

حضرت مولانا محمدؐ عارف صاحب مدظلہ سیال شریف کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی سے بیعت اور مجاز ہیں۔ اور گورنمنٹ پبلک ہائی سکول فتو پورہ گجرات میں فارسی زبان کے استاد ہیں۔ جیّد عالم دین اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ مگر حقیقتاً درویش ہیں۔ انہوں نے قبلہ گاہیؒ کی صحبت ایک عرصۃ دراز تک اٹھائی ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ مبارک محی الدیّن صاحب مدظلہ قبلہ گاہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کی صحبت سے ایک عرصہ دراز تک مستفید ہوئے ہیں۔ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف قادری علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین ہیں اور جامع مسجد بیگم شاہی واقعہ گڑھی حضرت شاہدولہ دریائیؒ میں خطیب ہیں۔

حضرت مولانا حافظ سیّد علی صاحب زیدمجدہ، جیّد عالم دین ہیں اور حضرت پیر ولایت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ مگر قبلہ گاہی کے صحبت یافتہ، تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں۔ آج کل جامع مسجد مرکزی عیدگاہ گجرات کے خطیب ہیں۔ مندرجہ ذیل مقالہ نویس پروفیسر صاحبان اور اساتذہ کرام ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام علی صاحب چودھری پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ زبان و ادبیات انگریزی کے صدر رہے ہیں۔ آج کل جامعہ الملک عبدالعزیز جدہ سعودی عرب میں انگریزی زبان کی فیکلٹی کے ڈین ہیں۔ قبلہ گاہیؒ کے ایک استاد حضرت مولانا نور محمدؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ سے متوسّل اور تربیت یافتہ ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری ؛ قلعہ دار ضلع گجرات کے مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد صاحب مولانا عبدالکریم قلعہ داریؒ

عربی زبان و ادب کے بڑے ماہر تھے اور قبلہ گاہیؒ سے بیعت اور صحبت یاب تھے۔ اُن کے چچا مولانا محمد عالم قلعہ داریؒ اونچے پایہ کے عالم دین تھے اور وہ بھی قبلہ گاہیؒ کے صحبت یاب تھے۔ خود پروفیسر صاحب بھی حضورؒ سے بیعت ہیں اور تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں۔

پروفیسر محمد فرمان صاحب مرحوم زمیندار کالج گجرات میں پہلے اُستاد تھے پھر پرنسپل ہو گئے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات پر مستند کتاب حیاتِ مجددؒ کے مصنف ہیں۔ قبلہ گاہیؒ سے بیعت ہیں تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں۔

حافظ محمد عالم صاحب بی اے بی ٹی زمیندار ہائی سکول میں انگریزی زبان کے استاد رہے ہیں۔ اور قبلہ گاہیؒ کے رفیق کار۔ پھر حضورؒ سے بیعت ہوئے اور کثیر صحبت پائی۔ حتیٰ کہ حضورؒ کے ارشاد کی تعمیل میں بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا۔

جناب محمد بشیر احمد صاحب بی اے بی ٹی سیالکوٹ کے رہنے والے اور قبلہ گاہیؒ کے اعزا میں سے ہیں۔ پہلے گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں رہے اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی بھٹیاں میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ آجکل ریٹائر ہو گئے ہیں۔ قبلہ گاہیؒ سے متوسل ہیں اور تربیت یافتہ ہیں۔ ان کے بعد باقی مقالہ نگاروں میں:

سید نذیر حسین شاہ صاحب حضورؒ کے قدیمی متوسل ہیں۔ لاہور کے مشہور عالم دین حضرت مولانا جمال الدینؒ کے شاگرد ہیں۔ محکمہ انہار میں ہیڈ کلرک رہے۔ آج کل ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ تاریخ اور تصوف سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور حافظہ اور یادداشت بہت ہے۔

نظام الدین مخمور توکلی حضورؒ کے قدیمی متوسل ہیں۔ لاہور کے ایک اخبار میں خوشنویس رہے۔ ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ حضورؒ کے بہت صحبت یافتہ ہیں۔

چوہدری اللہ دتہ صاحب گجرات کے قریب ایک گاؤں کے نمبردار رہے ہیں۔ شروع سالوں میں جب حضور گجرات تشریف لائے یہ آپ سے بیعت ہوئے اور پھر اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

Marfat.com

نور احمد صاحب معین الدین پوری یہ بھی قدیم متوسّل ہیں۔ انہوں نے حضورؒ کی بہت صحبت اٹھائی ہے اور بہت سے حالات انہیں یاد ہیں۔ ازاں بعد ایک مقالہ راقم کا بھی ہے۔ جو لاہور کے دو قدیم صوفی تالیف میاں اخلاق احمد میں درج نوٹ پر اضافہ ہے۔

ان مقالات کے حصول کا پس منظر اور ان کی تدوین کا قصّہ یہ ہے کہ ۱۹۶۲ء میں قبلہ گاہیؒ کے پہلے سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر صاحب السجّادہ صاحبزادہ صاحب کلاں حضرت مولانا سید محمّد یوسف مدظلہ العالی نے اہلِ سلسلہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: "حضورؒ کے سوانح شریف مرتّب کرنے کا پروگرام ہے۔ لہٰذا اہلِ سلسلہ کو چاہیئے کہ آپ کے حالات بہم پہنچائیں اور اہلِ علم حضرات کے لئے بہتر ہے کہ وہ یہ حالات تحریری شکل میں مہیا کریں"۔

چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب کلاں مدظلہ العالی نے اس جانب بھی توجہ فرمائی اور حضورؒ کے اہلِ محبت کو اس جانب بھی توجہ دلائی تو مقالات کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہوگئی۔ پھر آپ نے انہیں میرے سپرد کیا کہ انہیں ترتیب دے دوں۔ میں نے ان میں سے سولہ (۱۶) کا انتخاب کیا اور محسوس کیا کہ ابھی مزید مقالات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ گیارہ (۱۱) مقالات مزید حاصل کئے تو اُن کی تعداد ستائیس (۲۷) ہو گئی۔ پھر حسبِ فرصت ان پر نظرِ ثانی، تصیح اور حواشی کے لئے متوجہ رہا۔ حتیٰ کہ یہ کام مکمل ہوگیا۔

اس سال جنوری میں حضرت صاحبزادہ صاحب کلاں مدظلہ العالی لاہور میرے پاس تشریف لائے اور مقالات کے مبیّضہ کو ملاحظہ کیا تو ارشاد فرمایا: اگر حضورؒ کے سوانح شریف کی کتاب "سعیدِ ازل" اس دفعہ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر طبع ہو کر اہلِ شوق کے ہاتھوں میں نہیں پہنچ سکتی تو کوشش کریں کہ مقالات کا یہ مجموعہ طبع ہو جائے۔ چنانچہ ستائیس (۲۷) مقالات میں سے بیس (۲۰) مقالات کو اس غرض کے لئے منتخب کیا گیا ہے اور ان کا مجموعہ "میرے حضورؒ" کے نام سے حضرت صاحبزادہ کلاں مدظلہ العالی کے حسبِ ارشاد صرف ایک ماہ کے عرصۂ قلیل میں کتابت اور طباعت کے مراحل سے گزار کر مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۸۱ء کو برادرانِ طریقت اور قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اِس مجموعہ کے کئی نام سامنے آئے جن میں سے تین بہت اچھے لگے۔ لقائے حبیبؒ، میرے حبیبؒ اور سیدی حبیبؒ اللہ۔ لیکن مجھے "میرے حضورؒ" زیادہ پسند آیا کیونکہ اس میں محبت کے ساتھ ادب

Marfat.com

کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں اور یہ نام مندرجات کتاب کی زیادہ ترجمانی کرتا ہے۔ نیز میں نے بعض مقالہ نگاروں سے مقالہ کی درخواست کی تھی تو انہیں یہ نام لکھا تھا اور انہوں نے اسے ہی سامنے رکھ کر آپؒ کے بارے میں اپنے تاثرات احساسات، مشاہدات اور واقعات کو تحریر کیا تھا۔

امید ہے کہ گلستانِ حبیبؒ کے ان گلہائے تر نے اپنے خدا دوست باغبان کے اعلیٰ اوصاف و کمالات اور فیوض و برکات کی جو دلنشین حکایات اپنی اپنی زبان میں بیان کی ہیں ان کا مجموعی مطالعہ جہاں نئے قاری کے ذہن میں حضورؒ کے سوانح و شخصیّت کا ایک مجمل تصور پیدا کرنے میں ممدّ ہوگا وہاں متوسّلینِ سلسلہ کے لئے سرمایۂ بینائی و بہبود اور متاعِ ازدیادِ ایمان و اشتیاق ہوگا ؎

بہ نویس احوال پیر راہ دان — پیر را بگزین وعینِ راہ دان

از حدیث شیخ جمعیّت رسد — تفرقہ آرد دمِ اہلِ حسد

واضح رہے کہ اس کام کی تمام تر فضیلت اور سپاس گزاری حضرت صاحبزادہ صاحب کلاں مدّظلہ العالی اور حضرتِ صاحبزادہ صاحب خورد مدّظلہ العالی کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ یہ کام جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے اپنے آغاز و انجام کے لیے انہیں کی مبارک مساعی کا مرہونِ منّت ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کا سایہ متوسّلینِ سلسلہ عالیہ کے سر پہ دراز فرمائے۔ آمین ثمّ آمین۔

ازاں بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحب کلاں مدّظلہ العالی اور حضرت صاحبزادہ صاحب خورد مدّظلہ العالی کی طرف سے اور اپنی طرف سے جملہ مقالہ نگار حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مقالات مہیا کرنے میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرۃ: ۲۰۱)

ترجمہ: پروردگا! ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو۔ اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔ (فتح الحمید)

سید محمد کبیر احمد مظہر

۸۳ - H نیو سمن آباد لاہور

۲۱ر فروری ۱۹۸۱ء

Marfat.com

محرمِ حقیقت عارفِ یگانہ

منصور احمد خالد

رگ و پے کو دے گیا ہے تب و تابِ جاودانہ ‏ ‏ کوئی محرمِ حقیقت، کوئی عارفِ یگانہ

تیرے حسنِ لم یزل کی وہ حقیر سی کرن تھی ‏ ‏ کہ بنا دیا ہے جس نے میرا دل چراغ خانہ

جو نقابِ رُخ اٹھائی تو نظر کو تاب بھی دی ‏ ‏ رہا طور سے بھی بڑھ کر ترا سنگِ آستانہ

میں ہزار بار ڈوبا، میں ہزار بار اُبھرا ‏ ‏ مجھے پار کھینچ لایا تیرا دستِ غائبانہ

میرے درد کی دوا کی، مجھے زندگی عطا کی ‏ ‏ زہے خوئے دل نوازی، زہے طرزِ دلبرانہ

تو ہے شمعِ بزمِ خوباں تو چراغِ محفلِ جاں ‏ ‏ تری نور باریوں کا ہے رہین سب زمانہ

میں سنبھل سنبھل کے بھٹکا، میں بھٹک بھٹک کے سنبھلا ‏ ‏ میرے ساتھ ساتھ آئی تری نگہ مشفقانہ

ترے خطۂ حسیں پر، میں نثار اس زمیں پہ ‏ ‏ کہ ہے لغزشِ قدم بھی جہاں لطف کا بہانہ

ترے سایۂ عطا میں، ترے کوچۂ بقا میں ‏ ‏ سجے یونہی تا قیامت تری بزمِ عاشقانہ

سید محمد کبیر احمد مظہر

سوانح و شخصیت

اجمالی کوائف

۱- نام : محمد حبیب اللہ، کنیت : ابوالعالم ، عرف : مولوی صاحب گجرات والے۔
عرش مجید پر - حبیب الرحمٰن اور بارگاہ رسالت میں مولوی صاحب گجرات والے۔ کہہ کر یاد کیا گیا۔
پیدائش : بدھ ۱۳ رجب ۱۳۱۲ھ ۹ جنوری ۱۸۹۵ء
وفات : جمعرات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ : ۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء - جائے پیدائش: موضع جعفرکوٹ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر - جائے وفات و مزار۔ شہر گجرات پنجاب ہجرت برائے پاکستان بدھ ۱۹ رمضان، ۱۳۶۶ھ ، ۶ اگست ۱۹۴۷ء - خاہ

خاندان سادات حسنی - والد ، مولانا سید عطا محمد - متوفی ۱۸۹۹ء عالم دین وثیقہ نویس ومختار عام۔ رئیس رمداس - داداجان - شجرۃ العلوم مولانا حافظ سید سکندر شاہ معروف بہ نھتے شاہ متوفی ۱۹۰۰ء مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے ممتاز شاگرد ، سلسلہ عالیہ قادریہ و سہروردیہ کے نہایت با اثر شیخ طریقت۔

تعلیمی کوائف : ۱- علوم دین، عربی و فارسی زبان و ادب از بحرالعلوم مولانا محمد آسی امرتسری - متوفی ۱۹۴۴ء - مولانا اصغر علی روحی متوفی ۱۹۵۴ء

۲- سند اجازہ مرویات صحاح ستہ علی المشکوٰۃ - از صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی متوفی ۱۹۴۸ء

۳- ڈگری منصب پادری - لائی سینٹی ایٹ ان ڈیوینٹی - از کیمبرج یونیورسٹی لندن سنٹر امتحان - امرتسر استاد ایس مرکیڈ و سال ۱۹۱۵ء امتیاز گولڈ میڈلسٹ۔

۴- میٹرک - ۱۹۱۴ء ایم - اے - او - ہائی سکول امرتسر - تقریری مقابلوں میں اوّل -

۵- ایف اے ۱۹۱۶ء پرائیویٹ : تاریخ یورپ مفصل خاص مضمون

۶- تدریس کا پیشہ ورانہ امتحان ، جے، اے، وی انڈ اسلامیہ کالج لاہور سال ۱۹۱۷ء امتیاز اوّل -

تدریس : جون ۱۹۱۷ء میں خود نواب سر فضل علی مرحوم آپ کو زمیندار ہائی سکول گجرات (پنجاب) میں لے گئے - آغاز مشاہرہ = /۶۰ روپے ماہوار جو اس زمانے میں لیکچرار کا گریڈ تھا۔ مضمون تدریس - انگریزی

زبان ۔ زمانہ تدریس ۔ ۱۹۱۷ء — ۱۹۴۶ء ، ۲۹ سال ۔

بیعت و طریقت : سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ میں ۱۹۱۴ء میں از ابوالہاشم خواجہ محمد مصطفیٰ ،
محبوب عالم توکلی سیدوی صاحب ذکرِ خیر متوفی ۱۹۱۷ء اجازت و خلافت ۱۹۱۶ء

نعمت تامّہ : ارشاد شیخ بوقت وفات " مانتھ دیگاں پکائیاں تے تسی ورتاؤ "۔

دیگر اجازات اور اجتماع طرق و سلاسل : آپ کو اکابر مشائخ وقت نے اپنی گراں قدر نسبتوں سے نوازا اور اکابر متقدمین نے بہ طریق اویسی آپ کو فیضان تفویض کیا ۔ چنانچہ

۱۔ نسبت قادریہ سہروردیہ : ۱۹۱۸ء مجاز از حضرت قاضی سلطان محمود ساکن اعوان شریف متوفی ۱۹۱۹ء

۲۔ نسبت چشتیہ : ۱۹۳۶ء مجاز از حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی متوفی ۱۹۳۷ء

۳۔ نسبت نقشبندیہ مجددیہ زبیریہ ۔ ۱۹۲۰ء از حضرت میاں شیر محمد شرقپوری ۔ متوفی ۱۹۲۸ء بر موقعہ عرس مکان شریف ، ارشاد حضرت میاں صاحب قبلہ " واہ ! مردا اج اوہ دن اے کہ دنیا شیر محمد دل ویکھدی اے تے ادھا گھنٹہ ہو گیا اے کہ شیر محمد تیرے ول دیکھ رہیا اے ۔

تیسرا دادا پیر نور ، تیسرا پیر نور تے توں نور ۔ ساڈے کولوں وی حصہ لے جا ۔ پھر بغل گیر کرکے نسبت القاء کی اور اپنی تسبیح عنایت فرمائی ۔

اویسی فیض : (۱) روح مولانا روم سے ۔

(۲) سیال شریف حاضر ہوئے ۔ واپس ہوئے تو شدید بخار چڑھ گیا ۔ بے ہوشی کے عالم میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کی زیارت ہوئی ۔ فرمایا " مولوی صاحب ! فکر نہ کرو ۔ ایہ ساڈا فیض اے بخار نہیں ۔ تسی شاہ صاحب ابنالوی دے پوتے او تے ساڈے دی پوتے او "

(۳) روح شیخ ابو الحسن شاذلی سے ۔ آپ مجیٹھ شریف میں حزب البحر کا چلہ کرنے بیٹھے ۔ تو شیخ شاذلی کی روح مبارک تشریف لائی ۔ اور فرمایا " مولوی صاحب ! آپ کو میرے جملہ اوراد و وظائف کی اجازت ہے " پھر اپنی نسبت خاصہ تفویض کی ۔

(۴) زمیندار ہائی سکول کے عربی کے استاد مولوی ابراہیم مرحوم کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی زیارت ، انھوں نے آپ کے بارے میں مولوی ابراہیم صاحب سے فرمایا ۔

" فرزندی ہرچہ گوید درست است اورا از ما نسبت صحیحہ رسیدہ است

ترجمہ : میرے فرزند قبلہ مولانا سید حبیب اللہ) جو کچھ کہتے ہیں درست ہے ۔ انھیں ہم سے صحیح نسبت پہنچی ہے ۔

Marfat.com

یہ اوائل کی بات ہے۔ ازاں بعد جملہ اکابر متقدمین کی ارواح طیبہ سے بھرپور فیضان پایا۔ اور بارگاہ رسالتؐ اور بارگاہ غوث اعظمؒ میں خاص حضوری شامل حال رہی۔

معاصر اکابر طریقت کی نگاہ میں:

۱۔ حضرت سائیں بہار شاہ علیہ الرحمۃ کا قول: اوائل میں جب حضورؒ کو شیخ کی تلاش تھی۔ تو آپؒ اس ضمن سائیں بہار شاہ صاحب کے پاس بھی گئے۔ وہ ان دنوں راوی کے بیلے میں تھے۔ جب آدھی رات کے آپؒ وہاں پہنچے تو وہ لالٹین ہاتھ میں لئے اپنی کٹیا کے دروازے میں آپؒ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ آپؒ نے ان کو بعیت کے لئے عرض کیا تو انھوں نے فرمایا: مولوی صاحب! تہانوں بعیت کرنا میرے وس دا معاملہ نہیں۔ تہاڈا فیض ہور تھاں اے تے اوہ جنا تہانوں آپے مل پوسیگا۔ ہن وقت قریب اے"۔

گجرات میں سائیں عبدالرحیم حضرت کانواں والی سرکارؒ کا شاگرد خاص تھا۔ کانواں والی سرکارؒ اسے خوب مارتی اور سارے شہر میں بھگا بھگا کر بے سدھ کر دیتی۔ جب سائیں عبدالرحیم کوئی چارہ نہ دیکھتا تو قبلہ مولوی صاحب کی چارپائی کے نیچے آکر چھپ جاتا۔ اور کہتا "یہی وہ واحد جگہ ہے جہاں میں کانواں والی سرکار کے ہاتھوں سے محفوظ رہتا ہوں۔

۲۔ شیخ طریقت کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت قاضی سلطان محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا:

مولوی صاحب! تہاڈا سینہ خواجہ صاحب انبالویؒ دے نور نال بھریا ہویا اے۔ تے تہاڈے پیر نے تہاڈے وچ کوئی کسر نہیں چھڈی گھبراؤ نہیں جھاتی پا کے دیکھو۔ تہاڈا پیر تہاڈے اندر ٹک کے بیٹھا ہویا اے۔ اجے تہانوں پتہ نہیں۔ پر جلدی وقت آئے گا۔ بڑا فضل ہووے گا۔ اک جہان تہاڈے ول ویکھے گا۔

۳۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے فرمایا: مولوی صاحب! مانہہ نے عرب وی گھمیا تے عجم وی۔ پر تہاڈے پیر وی شان دا مرد نہیں ویکھیا۔ تسی نہ گھبراؤ تہاڈے اندر بیٹھا ہویا اے۔ تے مانہہ سالک تے حاضر سبھے اولیائے کرامؒ نوں تہاڈے ول متوجہ ویکھناں۔ دسو کی گل اے"۔ آپ نے عرض کیا۔ "مجھے سب سے محبت ہے"۔ فرمایا۔ ٹھیک اے پر مینوں معلوم ہوندا اے کہ قطبیت دا تاج تہاڈے سرتے رکھیا جاسی۔

۴۔ حضرت محدث علی پوری امیر ملت حافظ جماعت علی شاہؒ نے فرمایا:

Marfat.com

" مولوی صاحب گجرات والے نورانی وجود نیں ۔ اوہ گجرات وچ ہون تے میرے دل آدن دی لوڑ نہیں۔ اونہاں کول رہناں میرے کول رہن دے برابر اے۔" یہ الفاظ آپؒ نے اپنے مرید محمد اکبر نعت خواں سے فرمائے۔

۵۔حضرت جماعت علی شاہ ثانیؒ نے فرمایا۔

" مولوی صاحب گجرات والے سلسلہ نقشبندیہ دی زینت نیں "

۶۔ بھائی تاج الدین نمبردار سے حضرت خواجہ محمود الحسن تونسویؒ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

" تاج دین! تیرا پیر بڑا مرد اے "

۷۔ حضرت مولانا محمد عمر بریلویؒ نے آپؒ کو ایک موقعہ پر سید اشریف دیکھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ " (آپ) پر غلبۂ حال تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ سبحان اللہ! کیا نورانی چہرہ تھا۔"

۸۔ جب آپؒ ۱۹۱۷ء میں گجرات آئے تو حضرت سائیں کرم الٰہی عرف کانواں والی سرکارؒ آئے۔ اور مدرسہ سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو گئے۔ جب آپؒ باہر برآمدے میں آئے تو سائیں صاحب نے دور سے سلام کیا۔ کسی نے سوال کیا۔ "سائیں جی! یہ کون ہیں؟" تو فرمایا۔ " اوئے! اوئے! ایہہ جنا ساڈا بادشاہ اے۔" پھر سائیں صاحب نے دو کدو آپؒ کو تحفہ بھیجے۔ آپؒ نے پکا کر کھائے۔ پسماندہ حضرت اکبر علی مجددیؒ نے کھا لیا تو شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ مگر آپؒ کو کچھ نہ ہوا۔ صبح حضرت سائیں صاحب نے پتہ کروایا کہ آپؒ نے کدو کھائے ہیں، اور خیریت سے ہیں۔ اور جب معلوم ہوا کہ آپؒ خیریت سے ہیں تو بے اختیار کہنے لگے!

" بڑا تکڑا مرد اے۔ میرے کدو ہضم کر گیا۔"

۹۔ حضرت پیر سید عباس علی شاہ بلخی وبخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴۵ء سلسلہ چشتیہ کے اکابر وقت میں سے تھے۔ انھوں نے حضورؒ کی خدمت میں گذارش کی۔ یہ دعا فرمائیں مجھے مقام قلندری عطا ہو۔ پھر حضورؒ کی خدمت میں ایک خط مقام قلندری کی تشریح میں ارسال کیا اس میں بڑی نیاز مندی اور کمال محبت واخلاص کا ذکر کیا۔ چنانچہ یہ القابات لکھے۔ مہر درخشانِ فیض، ماہ فروزان فضل حضرتِ پیرِ حبیب، شمع راہِ اتقاء، راہبر راہِ وصول، مہر سپہر قبول۔ بالغ امر رسولؐ، مردمِ چشمِ حیا۔ بملاحظہ عظیم البرکت، العالم، الفاضل، جامع المحاسن والمحبت، غریق

غریق بحر المشاہدۃ، محی سنن الشریعۃ، ماحی رسوم الشرک والبدعۃ، واصل باللہ، حبیب اللہ الحبیب صاحب"
اور پھر آخر میں آپ کے لئے دو دعائیہ اشعار اپنے اثر طبع سے لکھے جو یہ ہیں ؎

ہلہ پیوستہ سیرت سبز، لبت خنداں باد
ہلہ پیوستہ دل عشق ز تو شادان باد
غم پرستے کہ ترا بیند و شادی نہ کند
ہمہ سر زیر و سیاہ کاسہ و سرگرداں باد

ترجمہ : ۱۔ حبذا آپ ہمیشہ سرسبز رہیں اور آپ کے لب خنداں رہیں۔ اور عشق کا دل سدا آپ سے مسرور رہے۔
۲۔ غم واندوہ کا مارا ہوا جو شخص آپ کو دیکھے اور خوشی نہ منائے وہ سراسر رسوا، بے مراد اور بے ٹھکانہ رہے۔

۱۰۔ حضرت نور المشائخ ملا شور بازار کابلی رح نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا :
"سبحان اللہ! عجب سینۂ صافی است کہ مثلش نہ دیدہ ام و مباہات می کنم کہ مثل ایشان در طریقہ جد گرامی ما حضرت امام ربانی ہستند"
ترجمہ : سبحان اللہ! عجب سینۂ صافی ہے جس کی مثال میں نے نہیں دیکھی۔ اور میں فخر کرتا ہوں کہ آپ جیسے لوگ ہمارے جد گرامی حضرت امام ربانی (مجدد الف ثانی رح) کے سلسلہ عالیہ میں موجود ہیں۔

۱۱۔ حضرت سید لبشیر شاہ صاحب رح جو حضرت شیخ شمس الدین سیالوی رح کے خلیفۂ مجاز تھے اور حضرت پیر صاحب گولڑوی رح کے پیر بھائی تھے۔ نیز اٹھارہ برس کا طویل عرصہ حضرت خواجہ توکل شاہ صاحب انبالوی رح کی خدمت میں شب و روز رہے تھے۔ انہوں نے قبلۂ گاہی رح کے بارے میں ارشاد فرمایا :
"یہ کوئی پہلی یا دوسری صدی ہجری کی مبارک روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم غریبوں کے لئے اس زمانے میں بھیجی۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ"
اور فرماتے "غوث پاک رح کا دفتر حضور رح کے گھر میں ہے۔ اور غوث پاک کی کچہری کا سارا کام آپ رح کے سپرد ہے"

بعض خصائص و امتیازات :

۱۔ آپ رح کمالات ولایت میں چھٹے علی کے نام سے پکارے گئے۔ جبکہ پہلے پانچ حضرات جو اس طرح نسبت علی رض سے سرفراز ہوئے یہ ہیں۔

ف : صدیق احمد، صاحبزادہ، مولانا : ذکرِ محبوب ص ۱۵ +

حضرت امام زین العابدینؓ حضرت ابو علی سرود باریؒ حضرت مخدوم علی بن عثمان الجلابی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری حضرت ابو علی قلندرؒ حضرت علی احمد صابر کلیریؒ۔

۲۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے حضور سے نسبت فرزندیت سے نوازے گئے۔

۳۔ بشارت دی گئی کہ آپؒ خاک پاک سرہند سے ہیں "یعنی آپ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے بقیّہ طینت سے ہیں اور اس طرح طینت و اصالت نبویؐ سے بہرہ یاب ہیں[۵۱]۔

۴۔ منصب قیومیّت جو تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں منقطع ہو گیا تھا۔ مجذوبوں سے سالکوں کی طرف حکومت تکوینی کی منتقلی کے بعد بحال ہوا۔ تو بارگاہِ رسالت سے آپؒ اس خلعت سے نوازے گئے یہ واقعہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کا ہے۔ اس وقت آپؒ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تھی۔

اس ضمن میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ آپؒ کے پیشوائے پاک حضرت خواجہ ابوالہاشم محمد مصطفےٰ محبوب عالم سیدویؒ نے آپؒ کو آخری سبق " دائرہ قیومیت " تلقین کیا تھا۔ جو ان کی کتاب "خیر الخیر" کے آخر میں درج ہے۔ اور ارشاد فرمایا تھا۔

" اس کا تعلق اسباق سلوک سے نہیں ہے۔ یہ مرتبہ محض موہبت ربّانی ہے۔ انشاء اللہ آپؒ کو عطا ہو گا "

۵۔ آپؒ اپنے پیشوائے پاک حضرت خواجہ صاحب سیدویؒ کے ضمنی تھے۔

۶۔ وہ بایزید دوراں تھے اور آپ خرقانیؒ عصر۔

۷۔ منصب قیومیت پر فائز ہونے کی بنا پر آپؒ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے قرب میں درجہ نیابت سے شرف یاب تھے۔

۸۔ آپؒ کو مقام فردیّت عطا ہوا۔

۹۔ آپ کو قطب ارشاد کا منصب تفویض ہوا[۵۲]۔

۱۰۔ کمالات نبوّت میں زبردست رسوخ بخشا گیا۔

۱۱۔ بہت سے نئے حقائق شریعت کی دریافت آپؒ کے حصّہ میں آئی مثلاً حقیقت وضو اور حقیقت جمعہ وغیرہ[۵۳]۔

---

[۵۱] طینت و اصالت کے مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے مکتوبات امام ربّانی مجدّد الف ثانی دفتر اوّل مکتوب ۲۶۰ / دفتر سوم مکتوب ۹۳، ۹۴، ۱۰۰ / قاضی ثناء اللہ پانی پتی : ارشاد الطالبین، لاہوری ص ۴۹، ۵۰ +

(باقی صد کے نیچے)

Marfat.com

۱۲۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم سید محمد عالم قدس سرہ متوفی ۱۹۵۴ء کی وفات پر آپ کو گیارہ روحانی وجود عطا کیے گئے[۵]۔

۱۳۔ آپ کو آپ کے شیخ عظیم المرتبت نے بشارت دی کہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اس میں اکابر علماء و عرفاء داخل ہوں گے۔

۱۴۔ آپ کو بشارت دی گئی کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ایک لشکر آپ کی مسجد "ریاض المدینہ اکبر" میں نماز ادا کرے گا۔

حلیہ مبارک : سر اقدس درمیان سے اصلع (صاف) مگر اردگرد خوبصورت چھتے۔ تا نرمۂ گوش فرماتے تھے یہ حضرت علیؓ بھی اصلع تھے۔ میں حضرت علیؓ سے مشابہ ہوں۔" چہرہ مبارک بیضوی اور شعشان جیسے چودھویں کا چاند۔ جبین فرخندہ آئین کی لوح محفوظ کشادہ اور تابندہ۔ اس کے داہنی سمت اوپر کے گوشے میں چاندی کے روپے کے بقدر رسولی کا گول اور تابندہ ابھار تھا۔ ناک مبارک اوپر سے اونچا پھر ہموار اور روشن نتھنے باریک اور اونچے۔ گویا حلیۂ نبوت میں اَقْنَی الْعِرْنِیْنَ لَہٗ نُوْرٌ یَعْلُوْہُ کا مصداق ابرو گنجان، باریک، خمدار اور باہم متصل و مفترق یعنی اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَیْرِ قَرَنٍ۔ رخسار مبارک فراخ، ہموار اور روشن۔ چشم مبارک بڑی، پتلی سخت سیاہ اور بیضہ بہت سفید۔ بادہ حب و عرفانِ الٰہی سے دائم مخمور۔ اکثر اوقات بوجہ ذکر فکر و مراقبہ بند یا نیم وا۔ از یاد حب وخشیت الٰہی سے گوشہ ہائے چشم اکثر تر۔ پلکیں دراز اور خوبصورت۔ ریش مبارک گنجان مگر ثقیل نہیں یعنی کَثُّ اللِّحْیَةِ[۲] یکمشت، گول، مسجع و مسطح۔ کنگھی سے آراستہ۔ دلآویز۔ سر اقدس اور

(بقیہ حاشیہ) [۳] منصب قطب ارشاد کی تفصیلات کے لیے دیکھیے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۰/ رسائل مجددیہ مبدا و معاد - ص ۶۲، معارف لدنیہ ص ۱۹۷، ۱۹۸، لاہور، ۱۹۶۵ء [۴] میرے حضور مرتب سید محمد کبیر احمد مظہر۔ مضمون مولانا عبدالعلی معروف بہ اکبر علی مجددی۔ [۵] روحانی وجود کی حقیقت اور اس کے عطا ہونے کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھیے مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۰۰ - مجدد الف ثانی۔

رسائل مجددیہ : معارف لدنیہ - لاہور، بیڈن روڈ - ۱۹۶۵/ ص ۱۵۴ -

[۶] اَقْنَی الْعِرْنِیْنَ : الانف / ارتفع اعلاہ واحدودب وسطہ وضاق منخراہ (الرائد)

ھو نتوء وسط القصبۃ واشرافہ وضیق المنخرین (لسان العرب، بیروت ۱۹۵۶ء، ۵: ۱/۲۰۳

ریش مبارک کے بال زیادہ تر سفید اور کچھ کچھ سیاہ ۔ نہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے ۔ "تار ابریشم باریک ملائم ، نرم ، خوبصورت اور روشن ۔ گوش مبارک موزوں اور نہایت خوشنما ۔

دہان مبارک فراخ ۔ دندان پیشین کشادہ اور چمکدار کلام کرتے تو ان سے روشنی پھوٹتی ہوئی معلوم ہوتی گویا حلیہ نبوت میں اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ دُ رِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ کی روایت کی تصدیق ۔ باقی دندان مبارک مثل دانہ ہائے مروارید یکساں ہموار اور باہم پیوست ۔ لب مبارک تراشیدہ باریک سفید و سرخ ۔ گردن مبارک نہائیت خوبصورت گول تراشیدہ صاف شفاف اور سفید مثل عاج کَاَنَّ عُنُقَہٗ جِیْدُ دُمْیَۃٍ فِیْ صَفَاءِ الْفِضَّۃِ ۔ جیسا کہ چاندی کی مورتی کی صاف تراشی ہوئی گردن سینہ فیض گنجینہ فراخ اور اونچا اور پیٹ اس کے ساتھ ہموار ۔ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ ۔ شانے چوڑے اور مضبوط : بَعِیْدُ مَا بَیْنَ الْمَنْکَبَیْنِ کمر سیدھی اور ہموار ۔ ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے مگر موزوں اور مضبوط ۔ ہاتھ مرلع ۔ کف دست فراخ و مثل ابریشم نرم ۔ ناخن پتلے نازک اور فراخ ۔ ہر دو ساق مبارک پر گوشت مضبوط اور خوبصورت ۔

تمام جسم اطہر مضبوط ، کسرتی گٹھا ہوا معتدل اور چوک وچوبند مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِکٌ ۔ اعصاب نہایت قوی ۔ گرفت مضبوط ساٹھ سے اوپر کے سن میں بھی ظاہری حسن و زیبائی اور وجاہت مردانہ کا بہترین پیکر اور نمونہ ۔ جس کی نظیر آنکھ نے نہیں دیکھی ۔ البتہ یہ وہ احساس اور تاثر ہے جو صحابہ کرام رض کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا ۔

حضرت علی رض بن ابی طالب کا قول ہے : لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کی نظیر کوئی نہیں دیکھا ۔ حضرت براء بن عازب رض کا کہنا ہے ۔ مَا رَاَیْتُ قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ ۔ آپ سے زیادہ حسین میں نے ہرگز نہیں دیکھا ۔ اور حضرت حسان بن ثابت رض کا مشہور شعر یہ ہے ؎

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے قطعاً نہیں دیکھا ۔ اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے ہرگز نہیں جنا ۔

الغرض یہ شخصیت سیرت ہی میں نہیں صورت میں بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی ۔

Marfat.com

قدِ اقدس: ۲ - ۵ - نہ طویل نہ قصیر۔ بلکہ رَبعَۃٍ یا مَرْبُوعٌ یعنی میانہ۔ چلتے ہوئے اوپر سے نیچے اُترتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ سبک گام۔ سبک سیر۔ قدم چھوٹے چھوٹے بھرتے اور عام رفتار سے چلتے۔ مگر ساتھ چلنے والے کو بھاگنا پڑتا۔ یوں محسوس ہوتا جیسے زمین آپؒ کے سامنے لپیٹی جا رہی ہو۔ زمین پر قدم پڑنے کی آواز نہ آتی۔ بلکہ یوں لگتا کہ قدم زمین سے صرف مس ہو رہے ہیں اور آپ اس سے اُوپر ہی اوپر چل رہے ہیں۔ اپنا بوجھ اس پر نہیں ڈال رہے۔

لباس مبارک: گرمیوں اور سردیوں میں موسم کے مطابق۔ زمانہ تدریس میں سکول میں سفید شلوار اور سفید قمیص۔ گھر سفید تہہ بند اور قمیص۔ کرتہ بھی پہنتے تھے۔ روایتی اسلوب اور لباس اختیار نہ کیا۔ گیروے یا سبز کپڑے اور مخصوص رنگ کا جبّہ و دستار نہ پہنتے۔ اپنے آپ کو طبقہ عوام میں رکھتے اور لباس کے بارے میں اسلامی معاشرت اور سنت نبویؐ کا لحاظ رکھتے۔ عموماً سفید لٹھے کے کرتہ قمیص اور تہہ بند کے ساتھ سفید ململ کا عمامہ، تلّہ والی گول کلاہ پر باندھتے۔ لنگی بھی باندھتے رہے۔ دستار اور اس کا طرّہ ایستادہ کی بجائے نشستہ رکھتے۔ دستار کے اوپر ڈیڑھ ہاتھ کا سفید ململ کا دوپٹہ اوڑھتے۔ موسم کے مطابق واسکٹ زیب تن رکھتے۔ اور شیروانی بھی پہنتے۔ سرما میں بعض موقعہ دو دو واسکٹ اور دو دو فراک کوٹ بیک وقت اوپر نیچے زیب تن کرتے۔ ان کے اوپر سے اوورکوٹ پہن لیتے۔ اور پھر اس کے اُوپر سے کالی لوئی (کمبلی) اوڑھتے۔ ایسا خاص محافل میں یا سفر کے موقعہ پر ہوتا۔ سرما میں سویٹر، مفلر اور گرم اُونی ٹوپی منہ والی بھی استعمال کرتے تھے اور نفیس کپڑے کی دلائی بھی اوڑھتے۔ خصوصاً نماز فجر کے بعد وظائف کے وقت اور پھر مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد جب بیٹھک شریف میں تشریف رکھتے۔ گھر سے باہر جاتے تو ہاتھ میں سنت نبویؐ کی پیروی میں دستے والا عصا (چھڑی) رکھتے۔ پاپوش عموماً موکیشن ہوتا جسے پنجابی میں گُرگابی کہتے ہیں۔ چونکہ ذوق جمال بہت تھا اور مزاج نہایت نفیس اور نازک تھا۔ لہٰذا لباس نہایت نظیف اور صاف ستھرا رکھتے۔ حسن صورت اور حسن لباس دیکھ کر عموماً راہ گزر راستہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہ جاتے۔ ایسے مواقع پر آپؒ کے بارے میں "کھنڈ دے کھڈاونے" اور فرشتے پیٔے لگے وہندے نیں، جیسے تعریفی جملے سُنے گئے۔

غذا مبارک: نہایت سادہ عام طور پر پھلکا شوربہ۔ آخری سالوں میں طبیب کی ہدایت پر بٹیر کے گوشت کا شوربہ یا ایک دو فرائی انڈے اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے چند پھلکے۔ صبح و شام۔ تمام عمر سُرخ مرچ طبیعت کو راس نہ آئی لہٰذا سالن میں کالی مرچ ڈالی جاتی وہ بھی خفیف۔ دلیہ بھی استعمال فرماتے سبزیوں میں سے کریلے اور سونچل کا ساگ بہت کھاتے۔ سبز چائے پسند کرتے مگر بالالتزام نہ پیتے۔ کالی چائے کے

سخت خلاف تھے۔ چاول بہت کم کھاتے۔ دعوت قبول فرماتے اور اہلِ شوق بڑی بڑی تیاریاں کرتے۔ مگر ان کی حسرت دل میں رہ جاتی، آپؒ لطیف ترین کھانے کے ایک دو لقمے لے کر بس کر دیتے۔ البتہ میزبان کا دل شیریں زبان اور کمال محبت و شفقت سے خوش کر دیتے۔ پھلوں میں آم بہت پسند تھے۔ خصوصاً چھوٹے سائز کا اور چھوٹی گٹھلی والا رس والا آم۔ آم کی مدح سلطان الاثمار کے نام سے کرتے۔ چھوٹا انگور، سیب، سردا، خربوزہ، پپیتا میٹھا اور مسمّی مالٹا بھی کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد حسب سنّت نبوی، شہد یا چینی، چائے کے ایک چمچ کے بقدر استعمال کرتے۔

اخلاق و شمائل : اخلاق قرآنی اور شمائل نبوی کی چلتی پھرتی تصویر۔ جلوت و خلوت اور خانگی و خارجی زندگی میں مکمل ہم آہنگی و یکسانیت اور یک رنگی ہر پہلوئے حیات اور ہر گوشۂ بود و باش یادِ الٰہی۔ للّٰہیت اور انوارِ شریعت سے معمور اور آباد، وقت ضائع کرنے کے خلاف تھے۔ اس کا بہترین مصرف کرتے۔ آپؒ کی پابندی اوقات زبان زدِ خلائق تھی۔ آہستہ کلام۔ شیریں زبان، خندہ جبین، خلیق، ملنسار، پُر خلوص اور محبت شعار۔ مخاطب سے اس کے مرتبہ اور فہم کے مطابق بات کرتے۔ زیادہ سُنتے اور کم کہتے۔ نہایت حلیم بہت باوقار اور بغایت بارعب، مگر سراسر جمالی وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران ۱۳۴) کی سچی تصویر۔ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ اور وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۷) کے فیض کا پیکر۔ فرماتے: کارِ تبلیغ میں وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۵۹) کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے اور اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۱۳ (النحل: ۱۲۵) کی رُو سے موعظۂ حسنہ کے ساتھ حکمت کا وجود ضروری ہے۔" آپؒ کا وجود اطہر وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۱۴ (البقرۃ: ۲۶۹) سے عبارت تھا۔ چنانچہ ہر قول اور فعل حکمت سے پُر ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں تدبیر، مستعدی، فعالیّت، دل آزاری سے اجتناب، عہد کا پاس، مروّت و احسان، مردانگی و سخاوت، ہمدردی، خدمتِ خلق، برادری پروری، اور تعلقات کو ہر قیمت پر نبھانا آپؒ کی شخصیّت کے

---

۵ تا ۹

(بقیہ حاشیہ) محمد بن عیسیٰ الترمذی: شمائل النبیؐ، مجتبائی دہلی، ۱۳۰۲ھ ملحق فی آخر سنن للترمذی، لروایۃ ھند بن ابی ھالۃ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ایضاً شمائل للترمذی ۱۰ - نیز ۱۲ -

• قد میں آپ حضرت علیؓ سے زیادہ مشابہ تھے چنانچہ برادرم نظام الدین توکلی لکھتے ہیں: ؎

چھریرا قد، شانِ دلربائی نشانِ خاص فیضِ مرتضائی۔ (یادِ حبیب ص) باقی ص کے نیچے

اوصاف تھے۔ کسبِ حلال کے لئے ۲۹ سال زمیندار ہائی سکول گجرات میں تدریس کی۔ نذرانہ کا پیسہ گھر میں خرچ نہ کرتے۔ ایک دفعہ اپنے صاحبزادگان سے فرمایا: "مَیں نے نذرانہ کا پیسہ تمہارے خُون میں شامل نہیں ہونے دیا۔" نذرانہ حاجتمندوں میں تقسیم فرما دیتے مشتبہ لقمہ اوّل تو اٹھاتے ہی نہ تھے۔ اور اگر کسی دعوت میں میزبان کی دلآزاری سے بچنے کے لئے ایک دو لقمے کھا لیتے تو کچھ دیر بعد طبیعت ناساز ہو جاتی۔ یہاں تک کہ قے ہو کر معدہ خالی ہو جاتا تب قرار اور سکون ہوتا۔ کسی قسم کے تفوّق اور بڑائی کا اظہار نہ کرتے۔ اور حتی الامکان نمایاں اور ممتاز ہونے سے بچتے۔ شہرت سے گریزاں اور گمنامی پر راضی تھے۔ چنانچہ جید اور بالغ نظر عالمِ دین اور محقق ہونے کے باوجود فقہی مسائل کی دریافت دیگر علمائے دین سے کرتے تھے خصوصاً حکیم الامّت مولانا مفتی احمد یار خان رح سے یہاں تک کہ جو لوگ آپ رح کی خدمت میں مسائلِ فقہ دریافت کرنے آتے اُنہیں بھی حضرت مفتی صاحب رح مذکور کے پاس بھیج دیتے۔ اور فرماتے: "مَیں تو درویش ہُوں۔ علم کی مسند مفتی صاحب رح کو زیبا ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صد)

۱۲ روایۃ ابی ہریرہ رض فی حلیۃ النبی ص: وَمَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعُ فِی مَشْیِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ۔
اِنَّا لَنَجْھَدُ اَنْفُسَنَا وَ اَنَّہٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٌ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ ومشکوٰۃ۔ باب فی اسماء النبی ص وصفاتہ۔ الفصل الثالث، دیوبند ص ۵۱۸)

۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸،

۱۹ : اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ (فتح الحمید)
۲۰ : الجامع الصحیح للبخاری۔ کتاب التوحید باب ۱۵۔ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی۔
۲۱ : اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (فتح الحمید)
۲۲ : اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ (ایضاً)
۲۳ : (اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ (ایضاً)
۲۴ : وہ جس کو چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے۔ اور جس کو حکمت ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔ (ایضاً)

اکل حلال کے ساتھ صدق مقال بھی طرۂ امتیاز تھا۔ اور رنگ جمال غالب ہونے کے باوجود حق بات کہنے سے باک نہ تھا۔ ابطال باطل اور احقاقِ حق کے لئے شدت کی ضرورت پڑتی تو اس سے بھی گریز نہ کرتے جذبۂ جہاد بدرجہ اتم تھا۔ فرماتے تھے: "زوال امت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں جذبۂ جہاد کمزور پڑ گیا ہے یورپ جہاد کے لفظ سے خائف ہے۔ اس نے امت مسلمہ کو اس سے غافل کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ ابھی تک صلیبی جنگوں کو فراموش نہیں کر سکا۔ لیکن اُمّتِ مُسلمہ کی حیات ثانیہ کے لئے جہاد ناگریز ہے۔"

پیکرِ جمال بدرجہ کمال تھے لہذا نظر بہت جلد لگ جاتی تھی۔ چنانچہ طبع مبارک پر ستر حال بہت غالب تھا۔ اور فرماتے تھے۔ "درویش ہروبلے اپنے دوالے قلعے اسار دا رہندا اے"۔ استری شدہ کپڑے پسند نہ کرتے تھے۔ فرماتے ان کا اکڑنا منجملہ تکبر ہے۔ نیا لباس اپنی اسی طبع کی بنا پر نیچے پہنتے تھے اوپر پرانے کپڑے پہن لیتے ایک دو دفعہ پہننے سے جب نئے کپڑے کی آب زیادہ نہ رہتی اور وہ درجہ مستعمل میں آجاتا تو پھر اسے بغیر اوپر پرانے لباس کے بھی پہن لیتے تھے۔ نئے کپڑوں کے بارے میں یہ روش خصوصاً فراک کوٹ میں ہوتی تھی۔

آپ ایک ماہر شہسوار تھے۔ اور سرکش سے سرکش گھوڑی پر سوار ہوتے تو وہ آپ کے سامنے کان ڈھیلے چھوڑ دیتی تھی۔ آپؒ نہایت محنتی تھے۔ اصول پسند، جری اور مستقیم الاحوال تھے۔ آپؒ کے پیشوائے پاک حضرت خواجہ صاحب سیدویؒ نے آپؒ کو "کوہ استقامت" اور "ازلی سعید" کے القابات سے نوازا تھا۔ وقت کے اتنے شدید پابند تھے کہ جب صبح کے وقت گھر سے سکول کے لئے روانہ ہوتے تو لوگ آپؒ کو دیکھ کر اپنی گھڑیاں درست کر لیا کرتے تھے۔ اور آپ عین گھنٹی کے وقت سکول کے احاطہ میں قدم رکھتے تھے۔

بڑھاپے میں تین صاحبزادگان کے پے بہ پے صدمات دیکھے۔ خود طویل علالت پائی اور دشمنانِ خدا سے بہت ایذا اٹھائی۔ مگر سبحان اللہ! صبر ایوبؑ، تسلیم ایوبؑ اور استقلال و خلق مصطفویؐ کا نقشہ دکھلا گئے۔

زبان نہایت شستہ اور پاکیزہ، ادب خوردہ دل اور ادب قرآن اور ادب نبویؐ سے سیراب اور مستنیر۔ پنجابی، اردو، عربی، فارسی اور انگریزی پر یکساں اور کامل عبور۔ انگریزی زبان کا لہجہ اور تلفظ کے کمال صحت اور خوبصورتی پر خود انگریز دنگ ہو جاتے تھے۔ اور عربی اور

فارسی میں تکلم کی صحت اور روانی پر عرب اور ایران کے علماء حیران ہوتے تھے۔ جبکہ پنجابی اور اردو ویسے ہی گھر کی زبانیں تھی۔ حکمت گوئی اور نکتہ بیانی پر بڑی قدرت تھی اور ادبی لطائف بیان کرنے کا ایک خاص ذوق حاصل تھا۔

مسلک آپ فرقہ بازی سے نفور تھے۔ اتحاد بین المسلمین اور اعتدال مسلک پر عامل تھے۔ اگر کوئی بضد ہوتا کہ کسی فرقہ کے خلاف کچھ اظہار کریں تو سخت ناراض ہوتے اور فرماتے ؎

ملت عاشق ز ملتہا جدا است　　عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

ایک دفعہ کسی نے پوچھا "حضورؒ مختلف الخیال حضرات میں سے کن کی پیروی کی جائے تو فرمایا" حضرت پیر صاحب گولڑویؒ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا تھا۔ تو آپؒ نے فرمایا جس طرف محبت اور ادب زیادہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو"۔ آپؒ کو عشق رسولﷺ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ حضورﷺ کا اسم گرامی آتے ہی مؤدب ہو جاتے اور اکثر اس خیال میں آپؒ کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔

فقہ حنفی کی پیروی کرتے تھے۔ مجالس ختم شریف منعقد کرتے تھے۔ اور ایسی محفلیں ہمیشہ صلوٰۃ وسلام پر تمام ہوتی تھیں۔

میں نے ایک دفعہ جب میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا آپؒ سے پوچھا۔ میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ ارشاد فرمایا" میرا کوئی فعل خلاف شریعت دیکھا؟ عرض کیا "نہیں" فرمایا۔ "میری کرامت یہی ہے"۔ سچ ہے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ : استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

فرمایا کرتے : میرا کوئی قول یا فعل خلاف شرع نظر آئے تو وہ حجت نہیں بلکہ پیروی کے لئے شریعت حجت ہے۔

ارشاد فرمایا: حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے:

فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید۔ از تصوف نخواہند پرسید۔ دخول جنت وتجنب از نار وابستہ باتیان شریعت است۔ انبیاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَتَسْلِیْمَاتُہٗ عَلَیْھِمْ کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند ومدار نجات براں ماندہ۔ ومقصود از

بعثت این اکابر تبلیغ شرائع است پس بزرگ ترین خیرات، سعی در ترویج شریعت است"

(مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل مکتوب ۴۸)

ترجمہ:۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں پوچھیں گے۔ تصوف کے بارے میں نہیں پوچھیں گے جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات شریعت پر عمل سے وابستہ ہے۔ انبیائے کرام نے اللہ کا ان پر صلوٰۃ و سلام ہو جو کائنات میں سب سے بہتر ہیں شرائع کی دعوت دی ہے۔ اور نجات کا مدار اسی پر رہا ہے۔ اور ان اکابر کی بعثت کا مقصود شرائع کی تبلیغ ہے لہذا سب سے بڑی نیکی شریعت کی ترویج میں سعی کرنا ہے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں: كُلُّ حَقِيقَةٍ لَمْ تَشْهَدْ لَهَا الشَّرِيعَةُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ۔ ہر وہ حقیقت جس پر شریعت گواہی نہ دے زندقہ ہے۔

(فتوح الغیب، مصر ۱۹۷۳ ص ۹۷)

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی قول کو دہرایا ہے۔

(مکتوبات امام ربّانی، دفتر دوم مکتوب ۵۵)

تحقیق علوم و معارف و احوال

ہر مسئلہ کی خوب تحقیق کرتے تھے تب عمل کرتے تھے۔ اور طریقہ ایسا نفیس تھا کہ علما دنگ رہ جاتے تھے معارف یقین آفرین اور شارح کتاب و سنت اور احوال اکابر متقدمین کے احوال کی سچی تصویر، حکیم الامت مفتی احمد یار خانؒ اکثر اپنے صبح کے درس قرآن میں آپؒ کے ان تینوں خصائص کو بیان کیا کرتے تھے۔ آپؒ کی مجلس ارباب علم و فضل اور اصحاب عرفان و کمال سے آراستہ ہوتی تھی۔ اور وہاں مردم چیدہ و برگزیدہ کسب فیض کرتے نظر آتے تھے۔

آپؒ نے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۶۱ء تک ۴۶ سال مسند ارشاد و ہدایت کو رونق بخشی بہت سے فاضل انگریز پادری آپؒ کے وسیع مطالعۂ تقابل ادیان اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوئے سینکڑوں غیر مسلم اسلام لائے اور لاکھوں طالبانِ مولا نے آپؒ سے نام حق کی تلقین پائی۔ آپؒ کی ذات بابرکات، اہل سنت و جماعت کا بڑا مرکز، علمائ و فضلائ

Marfat.com

کا مرجع اور اولیاء و عرفاء کا معیار تھی چنانچہ حضرت صدر الافاضل نے ۱۹۴۶ء میں جب آپ کو مرویات صحاح ستہ کی اجازت دی تو پہلے آپ سے یہ طے کر لیا کہ آپ ازاں بعد مجھے اپنی نسبت القاء کریں گے۔ اسی زمانے میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری بھی گجرات تشریف لائے تھے۔ آپ سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور نہایت متاثر ہوئے۔ اور آپ سے التماس کر کے توجہ لی۔ زمانہ قریب میں جن اکابر علماء نے آپ کی صحبت اٹھائی اور آپ سے فیض پایا ان میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان، مولانا مفتی امین الدین کامونکی، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مولانا عبدالکریم قلعہ داری، مولانا محمد عالم قلعہ داری اور مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم بھکھی شریف کے اسماء لئے جا سکتے ہیں۔

پاکستان سے محبت

فرماتے تھے: "یہ سلطنت خداداد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی روح مبارک کا مقصود ہے"۔

حضرت علامہ اقبال کے بارے میں فرمایا "وہ برصغیر کے مسلمانوں کا ایک درمند دل تھا۔ اولاً اپنے والد سے فیضیاب ہوا۔ بعد ازاں مولانا روم کی روح نے جو ہر دور میں بیتاب رہی ہے اسے دریافت کیا اور اپنا سوز سینہ اس کے سینہ میں منتقل کر دیا۔ البتہ اسے فیضان حضرت مجدد الف ثانی کی روح سے بھی ہوا"۔

شادی

۱۹۱۳ء میں دسویں جماعت میں زیر تعلیم تھے کہ پھوپھی زاد مسماۃ حضرت سیدہ مہر بی بی بنت حضرت قاضی غلام محی الدین بن امام علی ساکن موضع چونڈہ دیوی ضلع امرتسر سے شادی خانہ آبادی ہوئی۔ یہ نیک اور بلند اختر خاتون قناعت، صبر، شکر، توکل، تسلیم، رضا، محبت اور خدمت کا پیکر تھی۔ اور زندگی کی تلخیوں مسرتوں اور کامرانیوں میں آپ کی صحیح معاون اور رفیق۔ ۳۰ جون ۱۹۵۹ء کو فوت ہوئیں۔

اولاد

آپ کی تمام اولاد نہایت صالح، خدا یاد اور اطاعت گذار ہوئی۔ چھ صاحب زادے محمد یوسف، عبدالرؤف، محمد عالم، محمد رفیق احمد ضیاء، محمد مسعود احمد انور اور محمد محمود احمد منور ہوئے۔ ان میں سے عبدالرؤف بعمر ۲ سال بچپن میں فوت ہوئے۔ محمد محمود احمد منور دسویں جماعت کے طالب علم تھے کہ ۱۹۵۰ء میں بعارضہ ہیضہ فوت ہوئے۔ حضرت مولانا سید محمد رفیق احمد ضیاء میٹرک اور فاضل اردو (گولڈ میڈلسٹ) تھے اور محکمہ خوراک میں ملازم تھے۔ ۱۹۵۲ء میں

بعمر ۲۸ سال فوت ہوئے۔ اور حضرت مولانا حکیم سید محمد عالمؒ نے میٹرک کے بعد طبیہ کالج دہلی سے فاضل الطب والجراحت کا چار سالہ کورس امتیاز سے پاس کیا۔ ایک سال وہیں ہاؤس سرجن رہے حکیم فرید احمد عباسیؒ نے جو ان کے استاد تھے ان کو افضل الاطباء کا خطاب دیا تھا گجرات میں انجمن طبیبان شہر کے صدر رہے۔ نہایت خدا یاد اور بغایت متقی تھے۔ اور حقیقتاً اپنے والد گرامی منزلت کے جانشین تھے۔ وہ ان کو "رازدان" فرماتے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں بعمر ۳۶ سال انتقال فرمایا۔

اس وقت حضرت مولانا سید محمد یوسف مدظلہ العالی اور حضرت مولانا سید محمد مسعود احمد انور مدظلہ العالی آستانہ عالیہ کی رونق اور زینت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دراز فرمائے۔

آپؒ کی صاحبزادیاں تین ہوئیں سیدہ طاہرہ، سیدہ غلام صغریٰ اور سیدہ اعجاز بتول زہرا پہلی دونوں بچپن میں فوت ہو گئیں۔ حضرت سیدہ اعجاز بتول زہرا سے آپؒ کو بہت پیار تھا اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دراز فرمائے۔

خلفاء

آپؒ نے ایک بار راقم سے فرمایا: میرے حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا: میں نے فتح مکہ کے موقع پر حاضر صحابہؓ کی تعداد کی اصح روایت کے مطابق ڈیڑھ لاکھ لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں توسّل کے شرف سے باقاعدہ مشرف کیا ہے۔ اور کبار صحابہؓ کی تعداد کی اصح روایت کے مطابق ۸۰ اصحاب کو اجازت اور خلافت کی باقاعدہ دولت دی ہے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "مولوی صاحب آپؒ کا سلسلہ بھی اتنا ہی ہو گا"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپؒ سے قریباً ۸۰ حضرات نے باقاعدہ اجازت وخلافت پائی تھی۔ مگر یہ سب اسماء ہمیں دستیاب نہیں ہوئے۔ البتہ چند نام جو مل سکے ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت پیر فضل شاہ علیہ الرحمۃ موضع معین الدین پور ضلع گجرات۔
۲۔ حضرت مولانا سید نور علی شاہ علیہ الرحمۃ گوجرانوالہ۔
۳۔ جناب ماسٹر عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ والد حکیم محمد یوسف فاروقی مرحوم شہر گجرات۔
۴۔ حضرت مولانا عبد الرحمن محدث سندھی، سندھ۔
۵۔ حضرت مولانا محمد نصیر الدین نصیر علیہ الرحمۃ ڈھوڈہ شریف تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔

۶۔ جناب شیخ کرم الٰہی علیہ الرحمۃ گجرات۔
۷۔ حضرت مولانا میر احمد شاہ علیہ الرحمۃ قصبہ رہتاس ضلع جہلم۔
۸۔ حضرت مولانا حافظ وزیر علی علیہ الرحمۃ سرگودھا۔
۹۔ حضرت خواجہ عبدالحق علیہ الرحمۃ سیالکوٹ۔
۱۰۔ حضرت مولانا فضل شاہ علیہ الرحمۃ بر لب نہر کنجاہ ضلع گجرات۔
۱۱۔ حضرت مولانا محمد جعفر صاحب فیصل آباد۔
۱۲۔ حضرت مولانا منظور عالم صاحب قریشی راولپنڈی۔
۱۳۔ جناب صوفی محمد فاضل صاحب محلہ فتو پورہ گجرات۔
۱۴۔ حضرت مولانا سید الطاف الرحمٰن شاہ صاحب گوجرانوالہ چھاؤنی۔
۱۵۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا حافظ سید جلال الدین شاہ صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم اسلامیہ بھکھی شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
۱۶۔ حضرت مولانا عبدالعلی معروف بہ اکبر علی مجددی علیہ الرحمۃ گجرات۔

صاحب السجادہؒ

آپ کے صاحبزادگان میں سے دو صاحبزادے حیات ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کلاں حضرت مولانا سید محمد یوسف مدظلہ العالی اور صاحبزادہ صاحب خورد حضرت مولانا سید محمد مسعود احمد انور مدظلہ العالی۔ دونوں حضرات آپؒ سے باقاعدہ تربیت یافتہ اور مجاز ہیں۔ حضورؒ کے مرض وفات میں دوبار ایسا ہوا کہ تکلیف نے شدت اختیار کی تو آپؒ نے کرسی طلب کی اور باری باری ان دونوں صاحبزادگانِ کرام کو اس پر بٹھایا۔ اور اپنی دستار مبارک ان کے سر پر رکھی اور فرمایا "خلق خدا کا معاملہ آپ دونوں کے سپرد کیا۔ طالبوں کو بیعت کریں اور اہل سلسلہ کو مرکز پر قائم رکھیں"۔ پھر اہل سلسلہ کو فرمایا۔ میں نے تمہیں ان دونوں کے سپرد کیا۔ جو ان سے ملا وہ مجھ سے ملے گا۔ اب مجھے ملنے کے یہ دروازے ہیں"۔

Marfat.com

جناب حافظ محمد عالم صاحب

خُلق عظیم اور اتباع سُنّت

ہر ار خویش کہ بے گانہ از خدا باشد — خدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

تعارف مجھے محمد عالم کے نام سے پکارا جاتا ہے ابتدا میں میری رہائش موضع جٹو کل متصل گجرات میں تھی۔ اب قریباً ۲۲ سال سے محلہ حسن پورہ بیرون محلہ خوجیانوالہ شہر گجرات میں مقیم ہوں۔ بی۔ اے پاس کرنے سے قبل اور بعد مختلف سکولوں میں مدرس رہا ہوں اور حضرت صاحب قبلہؒ سے پہلا تعارف زمیندارہ سکول میں ہی ہوا۔ جہاں میں نے آپؒ کی معیت میں ۱۲ سال گزارے اور بعدہ گردش زمانہ سے دیگر سکولوں میں وقت گزارا مگر الحمد اللہ کہ آپؒ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

معذرت کسی بلند شخصیت کی بالخصوص صاحب حال بزرگ کی سوانح حیات لکھنے کے لیے قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ کسی چیز کی ماہیت یا کسی شخصیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اسی قسم کی علمیت معرفت اور آگاہی درکار ہوتی ہے۔ ہر چیز کا ظاہر اور باطن ہوتا ہے۔ ایک ظاہر بین، کم علم، صرف سطحی نظر سے ظاہر ہی کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر باطن کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کے لیے ایک ماہر غواص کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بزرگ اپنے باطن کو اپنی پریشان حالی اور سادگی میں چھپانے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اس لیے میرے جیسے کور باطن اور کوتاہ نظروں کو اس کی جھلک بھی نصیب ہونا محال ہوتا ہے۔ گزشتہ عرس مبارک پر یہ سوال پیدا ہوا کہ حضورؒ کی زندگی مبارک کا ایک مجمل سا نظارہ شائقین و محبین کی دل جوئی اور تسکین قلب کی خاطر تحریر میں لایا جائے۔ تاکہ موجودہ عمر رسیدہ غلاموں کے پوشیدہ ہو جانے کے بعد آئندہ بزرگان سلسلہ کی رہنمائی اور واقفیت حضورؒ کے ساتھ ربط قائم رکھنے کا ذریعہ بن سکے۔ اس سلسلہ میں محترم صاحبزادہ محمد یوسف صاحب نے اس ہیچمدان اور ہیچ میرز کو بھی ارشاد فرمایا کہ حضورؒ کے باطنی نہ سہی تو ظاہری حالات ہی جو میرے دیکھنے میں آئے ہیں لکھ کر پیش کر دوں میں خود کو ہرگز اس کام کے قابل نہیں پاتا۔ صرف حکم کی تعمیل اور حضورؒ کی روحانی خوشی اور اپنی نجات اخروی کا ایک باعث سمجھتے ہوئے مصر کے بے سر و سامان مگر شوق فراواں سے لبریز بڑھیا کی طرح یوسفؑ کی خریداری کیلئے ایک سوت کی اَٹی

Marfat.com

لے کر نکلا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی — تا راہ بین نہ باشی کے راہبر شوی
دست از مس وجود چو مردان راہ بشوی — تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی
در مکتب حقائق و پیش ادیب عشق — ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی
خواب و خورت ز مرتبہ عشق دور کرد — آنگہ رسی بدست کہ بے خواب و خور شوی
گر نور عشق حق بدل و جانت او فتند — باللہ کز آفتاب فلک خوب تر شوی
از پائے تا سرت ہمہ نور خدا شود — در راہ ذوالجلال چو بے پاو سر شوی
گر در سرت ہوائے وصال است حافظا
باید کہ خاک درگہ اہل نظر شوی

بیعت

۲۸ اپریل ۱۹۱۹ء میرا زمیندارہ ہائی سکول گجرات میں ملازمت کا پہلا دن تھا اور یہیں میرے آئندہ کرم فرمائے حضرت قبلہؒ زینت سکول تھے۔ آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ پہلی زیارت پر ہی نور کی شعاعیں میرے سیاہ دل کو منور کرنے کے درپے ہوئیں۔ لیکن یہ سیاہی بہت غلیظ تھی اس کو دھونے بلکہ پھیکا کرنے میں بھی دس بارہ سال کا عرصہ لگا۔ آپؒ کا لقب مولوی صاحب تھا میں بھی یہی سمجھے رہا کہ آپؒ دیگر علماء ظاہری کی طرح مولوی صاحب ہی ہیں لیکن آپؒ کی شفقت، خوش کلامی، دنیا دار علماء سے بالکل مختلف تھی۔ جو رفتہ رفتہ دل میں گھر کرتی جا رہی تھی۔ آپؒ کی شفقت جوں جوں بڑھتی جاتی میرا امیلان بھی زیادہ ہوتا جاتا۔ یہاں تک کہ کئی بار حضورؒ نے اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرمایا۔ میں اسی غلط فہمی میں رہا کہ شریک کار ہونے کی حیثیت سے شامل فرما لیتے ہیں۔ مگر باطنی طور پر بجلی گھر سے تار جوڑ رہے تھے یہاں تک کہ سلسلہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے سیدا شریف، سرہند شریف، اور انبالہ شریف کے عرائس میں آپؒ کی معیت میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اب تو محبت کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور یہی دل چاہنے لگا کہ اکثر وقت آپ کی صحبت میں گزرے۔ انہی ایام میں میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سیف الملوک جس کا آئے دن چرچا رہتا تھا ہاتھ لگی اور چند صفحات کا مطالعہ کیا شروع جو کی تو چھوڑنا کیسا، ختم کر کے ہی دم لیا ان کے اشعار۔

مرد ملے تے درد گوا وے اوگن دے گن کردا — کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا
سو چیلے باجھ وسیلے کریئے نال دلیلے — بھار بیڑے دا پار نہ ہوندا باجھ ملاح رنگیلے

اسی قسم کے اور اشعار جو نظر سے گزرے گویا آگ لگا دی۔ اب تو یہی دل چاہنے لگا کہ کسی بزرگ کی غلامی اختیار کروں۔ اس سلسلہ انتخاب میں میرے ایک ہمراز قاضی محمد منیر صاحب جو سیکنڈ ماسٹر کی اسامی پر فائز تھے۔ مشیر تھے۔ ان کو بھی کسی رہبر کی تلاش تھی لیکن شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ ہم ہائی سکولوں میں کام کرتے ہیں اور آپؒ مڈل ہیں۔ کہیں تعظیم و تکریم میں فرق آنے سے گنہ گار نہ ٹھہریں۔ چنانچہ اسی کش مکش میں ان کا تبادلہ ہو گیا اور یہ فقیر ایک سال کے بعد ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء میں آپؒ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا یہ آپؒ کی خاص مہربانی تھی کہ ایسے سیاہ کار کو سلسلہ میں منسلک فرمایا۔ اس کے بعد آپؒ نے بہت عنایات فرمائیں اور محسوس ہوا کہ بغیر مرشد کے کوئی زندگی نہیں۔

پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر | ہست بس پر آفت و خوف و خطر
گر نخواہی بردمے ایں خفت و خیز | کن ز خاک پائے مردے چشم تیز
کحل دیدہ ساز خاک پاش را | تا نبینداری سر او باش را
سرمہ کن تو خاک ہر بگزیدہ را | ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
چشم روشن کن ز خاک او بیا | تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہاء

عادات و خصائل

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور میرا ۴۰ سالہ مشاہدہ ہے کہ شاید ہی کوئی خوبی ہو جو آپؒ میں موجود نہ ہو۔ آپؒ صوری اور معنوی طور پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ یہاں تک کہ آپؒ کی پیدائش۔ بچپن میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانا یعنی یتیمی، چچاؤں اور رشتہ داروں کے ہاں پرورش پانا دنیا کے مصائب، ۶۳ سال کی عمر میں وصال کی خبر وغیرہ وغیرہ۔ آپؒ کے عادات کریمہ کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اتباع سنت، فکر میں سلجھاؤ، طبیعت میں سلامتی، مزاج میں اعتدال، سیرت میں مضبوطی، اخلاق میں پاکیزگی روح میں لطافت و نظافت، جسم میں طہارت، برتاؤ میں خوشگواری، معاملات میں راست بازی، کلام میں صداقت شعاری، قول و قرار میں پختگی، معاشرت میں حسن سلوک، تہذیب میں نفسیات، تمدن میں توازن، معیشت میں عدل و مساوات، عہد و پیمان میں وثوق، غرضیکہ آپؒ کی دیانت، شرافت، سعادت، محنت، خلوص، سادگی، صبر و شکر، رزق حلال طیب، عوام سے اجتناب، امراء و روسا سے علیحدگی، بزرگوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت غریبوں اور محتاجوں سے ہمدردی اور دل جوئی، وقت کی پابندی، جلوت،

تواضع، مہمان نوازی جھگڑوں سے پرہیز، ہمسایوں سے نیک برتاؤ وغیرہ وغیرہ۔

تاقیامت گر بگویم زین کلام صد قیامت بگزرد این ناتمام

غرض و غائت

قبلہ حضرت صاحب رح کے جو اوصاف اوپر گنائے گئے ہیں۔ اس سے آپ کی صرف مدح سرائی ہی مقصود نہیں ایک بدگمان ان اوصاف کو محض خوش فہمی اور خوش اعتقادی پر محمول کر سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ رح ان تمام اوصاف کے حامل تھے اور ان اوصاف سے ان اوراق کو زینت دی گئی ہے یہ آپ رح کی زندگی کا نچوڑ ہے۔ ان میں سے ایک ایک وصف شمع ہدائت اور رہبر کامل کا کام دیتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہم صرف ان کو پڑھ کر ہی خوش نہ ہوں اور پدرم سلطان بود کے مصداق نہ بنیں بلکہ ان اوصاف حمیدہ کو اپنائیں اور اپنی نجات اور دوسروں کی رہنمائی کا باعث ہوں نہ کہ حضرت صاحب قبلہ کے لیے باعث ننگ۔

زندگی مبارک

ملازمت

میری نظر میں سب سے اعلیٰ اور ارفع وصف آپ کا ملازمت اختیار کر کے اپنی حلال اور طیب کمائی سے اپنا، اپنے بال بچوں، مہمانوں اور فقراء کا پیٹ پالنا اور خدمت کرنا تھا جو فی زمانہ ایک فیصدی پیروں میں بھی نہیں پایا جاتا اور اسی لیے پیر دوسروں کے لیے باعثِ عار ہو رہے ہیں۔ اور لوگ بجائے نفع حاصل کرنے کے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت صاحب قبلہ رح نے کھلایا ہے کھایا نہیں دیا ہے لیا نہیں الید العلیا خیر من الید السفلیٰ (اونچا ہاتھ بہتر ہوتا ہے نچلے ہاتھ سے) آپ رح کا دست مبارک ہمیشہ اونچا ہی رہا اور یہ سب ملازمت ہی کی برکت کا نتیجہ تھا۔

دوسرے آپ رح نے محنت اور جان فشانی سے کام کر کے اپنے مریدوں کے سامنے مثال پیش کر دی کہ کاروبار اور ملازمت رضائے خدا اور معمولات دین میں حایل نہیں ہوتے۔ تیسرے یہ کہ ملازمت کوئی باعث شرم چیز نہیں جیسا کہ عام طور پر یہ خیال متصوفانہ حلقوں میں راہ پا گیا ہے۔ چوتھے ہر خاص و عام اور چھوٹے بڑے سے اختلاط کرنے سے شریعت اور طریقت کے جو اثرات آپ رح نے دلوں میں نقش کیے ہیں وہ گوشہ نشینی سے ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ درحقیقت آپ رح نے تبلیغ نبوی صلعم کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ پانچویں۔ اپنی درویشی کو پردہ ملازمت میں ایسے پوشیدہ

Marfat.com

کیے رکھا کہ عام لوگ متاثر تو ہوتے گئے لیکن آپؒ کو صرف مولوی صاحب ہی سمجھا گئے۔ جس سے معتقدین تو ان گنت ہو گئے۔ لیکن مریدین کی تعداد محدود ہی رہی سوائے اس خوش قسمت کے جس کو آپؒ نے اپنے دامن میں لینا چاہا۔ چھٹے۔ مختلف المزاج اور مختلف الاحوال اساتذہ سے تعلقات رکھتے ہوئے ثابت کر دیا کہ اسلام مساوات کا سبق دیتا ہے اور کسی کو کسی پر ظاہری فوقیت نہیں، ساتویں سکولوں کے شریر النفس اور بدتہذیب لڑکوں سے پدرانہ اور مشفقانہ سلوک کر کے ضبط نفس اور خود پسند اور خود غرض ہیڈ ماسٹروں کے ناقابل تعمیل احکام بھی بجالا کر نفس کشی کی ایسی مثال قائم کر دی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جس سے آپؒ کے علوم باطنی اور رعنائیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

علم کز تو ترا نہ بستاند
جہل زاں علم بہ بود بسیار

(۲) سادہ زندگی

زندگی میں نمود و نمائش کے سلسلہ میں بے شمار چیزوں کو دخل ہے۔ لیکن زیادہ اہم لباس خوراک اور مکان ہیں۔ مجھے چونکہ آپ کے ساتھ سالہا سال رہنے کا شرف حاصل ہوا اور آپؒ کی زندگی مبارک کا نہایت قریب ہو کر مطالعہ کیا اس لیے اس میں افراط و تفریط یا مبالغہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ کا لباس اتنا سادہ، خوراک ایسی ہلکی اور مکان ایسا مختصر ہوتا کہ گویا دنیا ایک قید خانہ یا مسافر خانہ ہے جو دل لگانے کی جگہ نہیں۔ مثلاً مکان ایک چھوٹے سے کمرہ اور برائے نام صحن پر مشتمل ہوتا۔ خوراک میں سوائے سالن اور چپاتی کے کوئی تیسری چیز نہ ہوتی۔ حلوہ، چاول، فرنی، فروٹ وغیرہ پکتے یا کھاتے میں نے سوائے کسی دعوت کے جہاں آپؒ تبرکاً ایک دو لقمے تناول فرماتے کبھی نہیں دیکھا۔ دودھ چائے۔ سوڈا وغیرہ عمر بھر میں کبھی بطور دوائی استعمال کیے ہیں تو مضائقہ نہیں ورنہ جزو طعام و شرب ہرگز نہ ہوتے۔

معمولی ہلکی سی چارپائی پر سادہ مگر آرام دہ بستر ہوتا۔ کمرہ میں صف بچھی ہوتی جس پر جائے نماز پڑا ہوتا آپؒ اکثر نماز پڑھ کر وہیں آرام فرماتے اور بیٹھتے تو تکیہ سے سہارا لیتے لباس میں عمامہ۔ ململ کا دوپٹہ اکثر دیسی قسم کا کرتہ، کوٹ نما واسکٹ، تہ بند اور دیسی جوتی جو بعد میں آپ نے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے گرگابی میں بدلی تھی شامل تھے۔ آپ شلوار بھی پہنتے مگر صرف سکول کے اوقات میں۔ اپنے حجرہ شریف پر پہنچ کر جو سب سے پہلا کام ہوتا وہ شلوار کا اتارنا اور تہ بند کا زیب تن فرمانا تھا۔ لباس صاف ستھرا اور سفید پسند فرماتے کبھی رنگین یا ممیز لباس زیب تن نہیں فرمایا۔ مجلس میں عوام میں بیٹھے ہوتے تو سوائے نورانی شکل اور پرسکون اور بارعب چہرہ مبارک کے کوئی ذریعہ شناخت نہ تھا۔ ایسی درویشانہ اور مطمئن زندگی کا ابن یمین نے یوں نقشہ کھینچا ہے۔

Marfat.com

؎ نان جویں و خرقہ پشمین و آب شور | سی پارۂ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمے کہ نافع است | در دین نہ لغو بوعلی و زاثر عنصری
تاریک کلبۂ کہ پئے روشنیٔ آن! | بے ہودہ ہمتے نہ برد شمع خاوری
بایک دو آشنا کہ نیرز د بہ نیم جو | در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
ایں آن سعادت است کہ حسرت برد بر آن | جو پائے تخت قیصر و ملک سکندری

ایسی زندگی اختیار فرما کر آپؒ نے یہ سبق دیا ہے کہ

(۱) نمود و نمائش اور ریاکاری سے بچنا چاہیے۔

(۲) بے ہودہ زیب و زینت اسراف میں شامل ہے۔

(۳) دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں۔

(۴) اعلیٰ لباس، عالیشان محل، مرغن غذائیں کسالت اور غفلت کا سبب ہوتی ہیں۔

؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است | تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

اتباعِ سنّت

فی الحقیقت ایک مومن بالخصوص صاحب حال کی تمام زندگی بچپن سے رحلت تک سنّتِ نبوی ﷺ سے گھری ہوتی ہے اس کا چلنا، پھرنا، بیٹھنا، اٹھنا، سونا، جاگنا، کرنا کہنا، رہنا، عبادت، ریاضت غرضیکہ زندگی کا کوئی پہلو خلاف سنّت نہیں ہوتا۔ زندگی بھر کی تفصیل لکھنا تو محال ہے۔ تاہم اپنے دوستوں کی واقفیت کے لیے چند اہم پہلو بطور مثال پیش کرتا ہوں۔ جس پر عمل کرنا ہمارے لیے آسان بھی ہو اور حضرت صاحب قبلہؒ کی باقی زندگی اور اعمال کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

(۱) آپؒ کا لباس اور ظاہری شکل و صورت عین سنت کے مطابق تھی ریش مبارک کبھی مشت سے کم نہ ہوتی اور نہ ہی بے تحاشا دراز۔ آپؒ جمعہ کو حجامت بنواتے اور آنکھیں بند کر کے ذکر میں مشغول ہو جاتے گویا مراقبہ کر رہے ہیں۔ غسل فرماتے، مسواک کرتے، کپڑے بدلتے اور سنتیں گھر پڑھ کر مسجد کو جاتے۔ جمعہ کا دن گویا خاص اہتمام اور خوشی کا دن ہوتا۔

(۲) گالی دینا جو ہمارے نزدیک ایک معمولی چیز ہے آپؒ کی نظروں میں اتنی مکروہ اور ناپسند تھی کہ باوجود ۳۰ سال تک بچوں کو پڑھانے کے معمولی سی گالی جس کو ہما یا بوم یا خر کی طرف منسوب کیا

Marfat.com

جاتا ہے کبھی بھی آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے سننے میں نہیں آئی ۔ جیسے ایک برتن میں پاک اور نجس پانی اکٹھے ہو کر پاک نہیں رہ سکتے ۔ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ناموں کا دائمی وظیفہ کرنے والی زبان پر ناپاک الفاظ کیسے جاری ہو سکتے ہیں ۔

(۳) کھانا کھانے سے قبل اور بعد ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے ۔

(۴) یتیموں ، بیوائیں اور مساکین کے وظیفے مقرر تھے ۔ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کیا ۔

(۵)

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز ۔۔۔ مگر بگفتن ایں لَا اِلٰہ اِلاَّ اللہ

(۶) مہمان نوازی نہ صرف طعام سے کی جاتی بلکہ خوش کلامی اور توجہ سے بھی یعنی جسم اور روح دونوں کی مہمان نوازی ہوتی ۔

(۷) بیت الخلاء میں بغیر ڈھیلوں کے کبھی نہیں گئے ۔

(۸) آپؐ کی چارپائی ہمیشہ شمالاً جنوباً بچھائی جاتی ۔

(۹) کبھی سودا بازار سے ادھار نہیں منگوایا ۔

(۱۰) لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی[1] پر ایسا عمل تھا اور آپؐ نے ایسا صحیح معنوں میں حیات النبیؐ سمجھا تھا کہ چلا کر بولنا تو درکنار کبھی آواز گفتگو میں بھی بلند نہیں کی تھی ۔

(۱۱) قہقہہ کبھی نہیں سنا گیا ہمیشہ تبسم فرماتے ۔

(۱۲) وضو میں آپؐ کبھی کلام نہ فرماتے ۔

یہ ہیں مشتے از خروارے آپؐ کی عادات و اتباع سنت کے نمونے ہمارے لیے مقامِ غور ہے

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

طہارت اور ارتقاء

جیسے روح پاک صاف تھی ایسے ہی ظاہری صفائی اور طہارت بدرجہ کمال تھی ۔ زبان ، کان ، آنکھ ، ہاتھ ، پاؤں ، لباس خوراک ایسے پاکیزہ اور صاف تھے کہ زبان پر غیبت یا مکروہ کلام کبھی جاری نہیں ہوئی ۔ کان کوئی فضول بات سننا پسند نہ فرماتے اگر کوئی کسی کی شکایت نام لے کر شروع کرتا

۱۔ القرآن : الحجرات : ۲

فوراً منع فرما دیتے۔ بازار سے گزرتے وقت آنکھیں زمین پر گڑی رہتیں۔ ہاتھ یا زبان سے کبھی کسی کو ایذا نہیں پہنچی۔ پاؤں صرف مسجد، زیارت بزرگان اور اسلامی سفر کے لیے وقف تھے۔ لباس یا دیگر پارچات کبھی دھوبی سے نہ دھلواتے کیونکہ وہ مشتبہ پانی سے پرہیز نہیں کرتے۔ کپڑے کو کبھی استری نہ کرواتے۔ ہمیشہ گھر کی پکی ہوئی چپاتی استعمال کرتے۔ تنور پر انواع واقسام کے انسان اور مشتبہ برتن ہوتے ہیں اور بعض تو ایسا ویسا ایندھن استعمال کر لیتے ہیں۔ استنجا کرنے کا لوٹا علیحدہ تھا اور وضو کا علیحدہ۔ آپ نے انگریزی دوائی اور ٹیکہ کو بھی استعمال نہیں کیا کیونکہ ان میں مشتبہ اور حرام مشروبات اور دوائیوں کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مٹی کے ڈھیلے کسی وقف شدہ یا شاملات زمین سے لایا کرو جو کسی کی ملک نہ ہوں۔ دعوت بہت کم قبول فرماتے کیونکہ کمائی اکثر مشتبہ ہوتی ہے اور شادیوں میں تو بدعادات اور فضول رسوم کے اجراء کی وجہ سے کبھی شرکت نہ فرماتے۔ تعویزات وغیرہ لکھنے کی مخصوص قلم و دوات تھی جس سے سوائے آپ کے مکتوبات کے اور کوئی کام نہ لیا جاتا۔ اگر کپڑے پر چھینٹ کا استعمال بھی ہو جاتا اسکو دھلوا لیتے۔ کسی کا مستعمل تولیہ استعمال نہ فرماتے۔ طبیعت میں اس قدر لطافت اور نظافت پیدا ہو گئی تھی کہ دیگر لوگوں کے مکروہ حالات سن اور دیکھ کر آپ کو دائمی نزلہ ہو گیا تھا۔ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین[1]۔

اخلاقِ کریمہ

آپؒ کے اخلاق میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ عظیم کی خوشبو آتی تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فدائی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شیدائی، عثمان ذوی النورین رضی اللہ عنہ کے متوالے، علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے عاشق، غوث الاعظم و مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما کے لاڈلے اور شاہ صاحب انبالوی و خواجہ صاحب سیدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے محب تھے اور ان کے اخلاق کو ایسا اپنایا ہوا تھا کہ گویا ان کی پاک روحیں آپؒ میں حلول کر گئی تھیں۔ آپؒ کی صداقت، عدل، حیا، ریاضت اور عبادات خاص ان بزرگوں کی یاد کو تازہ کرتی تھیں

۱۔ القرآن : البقرۃ ۰ ۲۲۲۔

مجلس میں کبھی اپنا نام تک نہ لیا انہی بزرگوں کے بالخصوص اور دیگر بزرگانِ دین کے بالعموم احوال بیان فرما کر بہت خوش ہوتے۔ اندازِ بیان ایسا دلربا، محبت سے لبریز اور موثر ہوتا کہ گھنٹوں سننے پر بھی طبیعت سیر نہ ہوتی ہر ایک سے خوش خوش ملتے اور مسکراتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک سے یکساں محبت ہے اور دنیا میں کسی سے حسد یا عداوت نہ تھی ہر ایک سے ہمدردی اور خیر خواہی کر کے صحیح معنوں میں انما المومنون اخوۃ[1] کا درس دیا۔ اپنے پیر بھائیوں کی بہت تکریم فرماتے ان کو اپنی مخصوص جگہ پر بٹھاتے اور خود پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے۔ ملاقات کے لیے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح سے عشاء کے بعد تک عام اجازت تھی۔ جب تک زائرین خود اجازت طلب نہ کرتے آپؒ ان کو رخصت نہ کرتے۔ اس طرح بے وقت سونے اور گھنٹوں متواتر بیٹھنے سے آپؒ کی صحت جسمانی بہت کمزور ہو گئی لیکن یہ تکلیف خود برداشت کی مگر دوسرے کا دل دکھانا کبھی گوارا نہ فرمایا۔ کسی شخص کو بغیر کھلائے پلائے نہ جانے دیتے۔ بلکہ بعض غربا مریدین کو تو کرایہ بھی عطا فرماتے۔ کبھی کسی سائل کو نہ جھڑکتے اور نہ ہی مسائل یا دیگر دنیوی امور میں جھگڑا کرتے۔ دوسرے کی رائے خواہ غلط بھی ہوتی اگر وہ مصر ہوتا تو کبھی اس پر دباؤ نہ ڈالتے البتہ اگر اس کا ظاہری یا باطنی نقصان معلوم کرتے تو نہایت نرم اور سلجھے ہوئے طریقے سے آگاہ فرما دیتے۔ فکرِ معاش سے بے نیاز اور فکرِ عاقبت میں مصروف رہتے۔ آپؒ کے چہرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا سے بیزار ہیں اور کسی غم اور فکر میں مستغرق ہیں۔ ہر ایک سے اور بالخصوص پڑوسیوں سے بہت نیک برتاؤ کرتے۔ مہمانوں کو پاپیادہ تانگے وغیرہ میں سوار کرنے بذاتِ خود جاتے یا بحالتِ مجبوری کسی کو ساتھ بھیجتے۔ آپؒ کی گفتگو نرم اور رفتار نہایت تیز ہوتی۔ گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ سکول جاتے وقت مجھے عین عالمِ شباب میں آپؒ کے ساتھ پیدل جانے کا اتفاق ہوا لیکن اکثر بھاگنا پڑتا اور اگر کسی وجہ سے ہم چند قدم پیچھے رہ جاتے تو دوڑ کر یا بائیسکل پر سوار ہو کر ملتے۔ کبھی کرسی پر بیٹھ کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ مطابق سنت چٹائی یا چارپائی پر دسترخوان بچھایا جاتا۔ تہ بند ہمیشہ ٹخنوں سے اونچا رکھتے۔ کبھی کسی پر ناراض نہیں ہوئے اگر کوئی نقصان بھی کر دیتا تو مسکرا کر فرماتے خیال سے کام کیا کرو۔ جس قسم کا آدمی آتا اس کی دلجوئی کے لیے اس کے مذاق کے مطابق گفتگو فرماتے کسی کو حقیر نہ جانتے۔ ان اخلاقِ کریمہ

۱۔ القرآن : الحجرات : ۱۰

کا نتیجہ تھا جو بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ شہر گجرات میں ہر قسم کا آدمی، مسلم غیر مسلم، مرد عورت بچے آپؒ کو اس احترام و عقیدت سے دیکھتے کہ اس شہر میں شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو۔

کرامات

آپؒ کی سب سے بڑی کرامت خلق عظیم اور اتباع سنت تھی جس کی ادائیگی میں آپؒ نے تمام ہمت صرف کر دی۔ گزشتہ صفحات میں جو کچھ بیان ہوا وہ سنت کی پیروی ہی تو ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہوا میں اڑنا یا پانی پر چلنا کوئی ایسی بڑی کرامت نہیں وہ تو پرندے اور مچھلیاں بھی کر لیتی ہیں۔ سنت نبویؐ پر عمر بھر عمل کرنا پلصراط پر چلنا ہے۔ حضرت بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال ریاضت شاقہ کی لیکن آخر معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا اس ریاضت سے بہت دشوار ہے۔

(۲) زبان کو ذکر الٰہی میں ہر دم مشغول رکھنا اور کبھی کسی برے کلمہ یا غیبت کا زبان پر نہ آنا بہت بڑی کرامت ہے۔ میں نے چالیس سال میں آپؒ کی زبان سے معمولی گالی بھی نہیں سنی۔ میرے لیے کیا یہ کرامت سے کم ہے کرامت تو منکروں اور بے دینوں کو یقین دلانے کے لیے ہوتی ہے اور سنت پر عمل دائمی یقین والوں کو راستہ دکھانے اور اس پر چلانے کے لیے۔ کوئی ملنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ سوائے حاجات ضروریہ کے آپ کا ہاتھ تسبیح سے خالی ہو یا زبان متحرک نہ ہو۔ ورنہ دل تو ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا۔

(۳) رزق حلال۔ آپؒ نے جماعت میں پڑھاتے وقت صحیح معنوں میں وقت کا استعمال کیا تاکہ بچوں کا وقت ضائع نہ جائے اور میری کمائی میں فرق نہ آئے۔ جب بھی دیکھا آپؒ پڑھانے، لکھانے، سمجھانے ہی میں مشغول ہوتے اور جماعت کے وقت میں سوائے سکول کے کام کے کسی ملاقاتی کو نہ ملتے۔ اس کے علاوہ کسی سے صدقہ یا زکوۃ اپنے مصرف کے لیے قبول نہ فرماتے آپؒ کا کھانا ہمیشہ گھر میں پکتا چکی پر آٹا پسوانے کے وقت سخت تاکید ہوتی کہ کسی کا آٹا یعنی مملوکہ غیر ہمارے آٹے میں نہ ملے۔ آپؒ نے تمام عمر کبھی ٹیوشن کا کام نہیں کیا۔ گھر سے ایسے وقت روانہ ہوتے اور رفتار ایسی ہوتی کہ ادھر پاؤں سکول کے دروازہ میں ہوتا ادھر چپراسی بغیر گھڑی دیکھے گھنٹی

بجانے بھاگ پڑتا۔ یہ حقیقت ہے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے۔ ہر بازار والے اور راستہ کے آدمی کو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں وقت یہاں سے گزریں گے یہ تھے، وقت کی پابندی اور قدر و قیمت۔ پابندیٔ وقت کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے

انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ وقت زندگی کا دوسرا نام ہے۔ وقت کا مجموعہ زندگی ہے وقت ضائع ہو گیا تو زندگی ضائع گئی۔ بھینس یا گائے کو کبھی باہر چرنے کے لیے نہ بھیجتے ایسا نہ ہو کہ کسی کے کھیت میں سے کھا جائے۔ مشتبہ کمائی والے کی دعوت قبول نہ فرماتے۔ شادیوں میں شریک نہ ہوتے۔ سودا منگواتے وقت تاکید ہوتی کہ جھونگا نہ مانگنا۔ ناجائز ہے بلکہ سود کا دوسرا نام ہے جیسے آج کل سود کو نفع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی زکوٰۃ کی رقم مساکین میں تقسیم کرنے کے لیے دیتا تو ہو بہو وہی نوٹ ایک علیحدہ جیب میں رکھتے اور ویسے کے ویسے ہی تقسیم کرتے کبھی اپنے نوٹوں میں نہ ملاتے۔ یہ ہے اتقاء اور سنت نبویؐ پر عمل۔ آپ سوچئے کیا یہ پلصراط پر چلنے سے آسان ہے کیا یہ طرز زندگی حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی تصدیق نہیں کرتی۔

ایک بہت بڑی کرامت۔ بعض بزرگوں کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنے کنبہ اور خاندان یا اکثر اہل شہران کی بزرگی کے بہت کم قائل ہوتے ہیں بلکہ حسد یا بے دینی کے سبب برے الفاظ سے یاد کر کے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں۔

ایک بزرگ تھے بہت بڑے۔ ایک دفعہ ایک معتقد آدمی ان کے گھر ملاقات کے لیے گیا گھر پر موجود نہ تھے۔ بیوی صاحبہ سے پوچھا تو نہایت بُرے الفاظ میں یاد کر کے فرمایا کہ فلانا فلانا کہیں باہر گیا ہوا ہے وہ باہر جنگل کی طرف تلاش میں چل نکلے۔ دور سے دیکھا تو شیر پر سوار اور لکڑیوں کا گٹھ لادے آ رہے ہیں۔ حیرت زدہ ہو کر سوال کیا کہ گھر میں وہ حال اور باہر یہ۔ مسکرا کر فرمایا یہ آزمائش ہے۔ میرا مطلب یہ ہے گھر والے اور کنبے والے سب سے آخر میں قائل ہوتے ہیں۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد باری تعالیٰ ہوا تھا۔ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت صاحب قبلہ کا تمام خاندان کیا چھوٹے کیا بڑے یا خواجہ صاحب سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کے یا آپ رحؒ کے مرید تھے اور رہیں۔ آپ کے پیر بھائی آپ کا پیروں کی طرح احترام کرتے تھے آپ کے رشتہ دار جو رشتے اور عمر میں آپ سے بڑے تھے اور خواجہ صاحب سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے آپ رحؒ کے سامنے دو زانو بیٹھتے تھے آپ کے پاؤں دباتے تھے اور ایسی پست آواز میں

گفتگو کرتے تھے کہ گویا آپ ہی کے مرید ہیں۔

حقیقت میں بزرگ کی موجودگی ہی ایک کرامت ہوتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معجزہ تھے یہ بزرگ آپ کے صحیح جانشین ہوتے ہوئے سراپا کرامت ہوتے ہیں۔ آپ کی صحبت میں کلی اطمینان قلب ہونا اور دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا۔ دنیا کے تمام تفکرات بھول جاتے سوائے ذکر الٰہی کے کوئی شغل نہ ہوتا یہ ان کی فنائیت کی دلیل ہے۔

تواضع اور انکساری

آپؒ نے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے لیے بھی تحکمانہ لہجہ کبھی اختیار نہیں فرمایا۔ بلکہ شیخ صاحب، حافظ صاحب، چودھری صاحب کے سے القابات سے یاد فرماتے۔ جب کوئی طالب علم آتا بہت خوش ہوتے اور فرماتے یہ طالب علم ہیں یہ ہم سے اچھے ہیں۔ طالب علم کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت وعدے فرمائے ہیں اگر کوئی مرید کبھی مسئلہ پوچھتا تو یہی فرماتے فلاں مولوی صاحب سے دریافت کرنا۔ یا مفتی صاحب کے پاس بھیج دیتے یہ تھی کسر نفسی۔ اگر کوئی دنیادار کاروبار کے سلسلہ میں کوئی نئی بات کرتا تو فرماتے ہم تو طالب علم ہی ہیں آپ خوب سمجھتے ہیں۔ اگر بازار میں سے گزرنا ہوتا تو مریدین کو ساتھ نہ چلنے دیتے یا پہلے بھیج دیتے یا کچھ فاصلہ کر لیتے تاکہ کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہاتھ نہ آئے۔ نمائش سے کوسوں دور بھاگتے۔ انکساری اور خداخوفی کا یہ عالم تھا کہ چلتے ہوئے گردن جھکائے رکھتے۔ کبھی دائیں بائیں نہ دیکھتے۔ چلتے وقت آپؒ کے پاؤں کی کبھی آہٹ نہیں سنائی دیتی تھی۔

تواضع کند ہوش مند گزین   نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

مجالسِ لہو ولعب اور امراء سے اجتناب

شادیوں میں شمولیت نہ فرماتے کیونکہ وہاں بدعات کی کثرت ہوتی ہے۔ اگر نہ بھی

۱- القرآن : الشعراء : ۲۱۴

Marfat.com

ہوں تو بھی انواع و اقسام کے آدمیوں سے میل جول ناپسند فرماتے۔ فرمایا کرتے اس سے روح پر میل آجاتی ہے۔

آپؒ عمر بھر کسی امیر آدمی یا افسر کے ہاں نہیں گئے۔ البتہ اگر کوئی آدمی سلسلہ سے تعلق رکھتا تو ان کی دلجوئی اور ہدائت کی خاطر تشریف لے جاتے اور وہ بھی شاذ۔ میرے سامنے چالیس سال میں صرف ایک دو مواقع پیش آئے ہیں۔ سکول میں اگر کوئی پارٹی ہوتی جیسا کہ اساتذہ کے الوداع کے مواقع پر ہوتی ہیں آپؒ چندہ عطا فرما دیتے لیکن کھانے میں کبھی شریک نہ ہوتے۔ بازار سے گزرتے کوئی چیز خریدتے یا خرید کر کھاتے کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ میں نے تو عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ البتہ غربا اور یتیموں پر بہت مہربانی فرماتے ان کی عیادت فرماتے اور بعض بوڑھی عورتوں سے دعا کے لیے فرمایا کرتے۔ یہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ تھا۔

در ہر پیر زن مے زد پیمبر — کہ اے زن در دعایم یاد آور

یقین مے داں کہ شیراں شکاری — دریں راہ خواستند از موریاری

تعمیر مساجد

آپ کو مسجد بنوانے کا بہت شوق تھا۔ من بنی مسجداً للہ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ[1]۔ جعفر کوٹ شریف میں جو آپ کا وطن مالوف تھا اور تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے۔ ایک مسجد تعمیر کروائی تھی جب مجیٹھہ شریف تشریف لائے تو اپنے مکان شریف کے سامنے باہر ایک مسجد جامع تعمیر کروائی۔ جمعہ بھی وہیں پڑھا کرتے۔ میں نے خود بھی دونوں جگہ جمعہ کی نماز پڑھی ہے اور تیسری مسجد گجرات شریف میں محلہ اسلام آباد (معروف گیان پورہ) میں چالیس پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے بنوائی یہ مسجد آپؒ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ دو تین سال میں ایسی عالیشان مسجد تیار ہو گئی۔ حالانکہ شہر گجرات میں کیا اور باہر کیا کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ کی اپیل نہیں کی گئی۔ بلکہ تیار ہونے کے بعد بھی شہر کے بعض لوگوں کو اس مسجد کا پتہ بھی نہیں تھا اور سب سے بڑھ کر جو مساجد آپؒ نے صاحب یقین لوگوں کے دلوں میں بنائی ہیں کبھی مٹنے کی ہی نہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ آباد رکھے۔

رضا و تسلیم

آپ کو دنیا میں بڑی بڑی صبر آزما مصائب کا سامنا ہوا لیکن حرف شکائت تو کیا اس موضوع پر کبھی لب کشائی بھی نہیں فرمائی۔ پاکستان جب معرض وجود

۱۔ حدیث شریف۔

میں آیا تو مدینہ شریف میں مقیم تھے دشمنان اسلام کی نظر آپؒ پر بہت زیادہ تھی۔ جب کسی خیر خواہ نے آپؒ کو اس بات کی اطلاع دی کہ کافر مکان پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو اللہ کا نام لے کر نہایت اطمینان سے اپنے اہل وعیال کو کوچ کا حکم دیا اور تمام سامان اور مال چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بھینس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ گجرات پہنچ کر مکان کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں لوگوں نے سخت مخالفتیں کیں لیکن ہمیشہ خاموش رہے۔ اور کبھی اپنے یا پرائے سے تکلیف بیان نہیں کی۔ گجرات میں بعض حاسدوں نے آپ پر اور آپؒ کے اہل خانہ اور صاحبزادوں پر جادو اور تعویز گنڈے کروائے جس سے تمام اہل خانہ بیماری کا شکار ہوئے لیکن باوجود معلوم ہونے کے کسی سے انتقام لینا نہ چاہا اور صبر وشکر کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ تسلیم ورضا کی سب سے ارفع منزل کا امتحان تب ہوا جب آپؒ کے تین صاحبزادے دو دو سال کے وقفہ سے یکے بعد دیگرے آپؒ کو داغ جدائی دے کر عالم بقا کو سدھار گئے (اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند رکھے) محمود احمد صاحب جو جماعت دہم میں پڑھتے تھے۔ محمد رفیق صاحب جن کی عمر ۲۵، ۳۰ کے درمیان تھی اور حکیم محمد عالم صاحب جو ۳۰ سے کچھ اوپر تھے ان کے نابالغ صاحبزادے اور بیوگان کی حسرت بھری زندگی الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ حضرت صاحبؒ کیا صبر کے پہاڑ تھے اور تسلیم ورضا کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ آنسو گرنا تو کیا جوان صاحبزادے کی میت سامنے ہے نظر ان کے چہرہ پر جمی ہوئی ہے اور تسبیح ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے۔ تسبیح وتہلیل اور تحمید کا وظیفہ جاری ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے اللہ سے دوستی۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اس کے تھوڑے سے عرصہ بعد ہی آپ کی اہلیہ محترمہ اور ہمشیرہ صاحبہ محترمہ کا انتقال ہوا لیکن کیا مجال جو کبھی زبان اس موضوع پر حرکت کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان صدمات کو آپؒ نے ایسا ہضم کیا کہ ان کے اثرات سے دل ودماغ متاثر ہو کر آپ کی صحت کی کمزوری کا باعث ہوئے۔ آپؒ پر فالج کا حملہ ہوا جسم بالکل ناتواں اور بے حس ہو گیا۔ علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ کمزوری انتہا کو پہنچ گئی چارپائی پر پڑے ہیں اور ہاتھ اور زبان اور دل ذکر الٰہی میں مصروف ہیں اس معذوری کی حالت میں بھی دوسرے کی مدد سے باہر تشریف لاتے اور ملنے والوں کے دل کو تسلی دیتے۔

آپؒ کی عمر مبارک اب ۶۳ سال تک پہنچ چکی تھی اور آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وقت وصال قریب ہے۔ اس لیے عزیزوں اور مریدین کو اتنا پیار کرتے چومتے کہ آنسوؤں کی ندیاں

Marfat.com

بہ جانیں آخر ہم سے جدائی کا وقت قریب آگیا اور اللہ تعالیٰ سے وصال کا۔ اور آپ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ بروز جمعرات ۵۵-۱۱ بجے قبل دوپہر کے قریب اللہ اللہ کرتے اللہ سے جا ملے اور اس دار فانی سے۔ آخر جدائی کا وقت آ گیا۔

۱۹۸۰۲ ۲۱ ۵۰۶ ۳۳ = ۱۳۸۱ھ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ

گھر میں کہرام مچ گیا۔ شہر میں قیامت برپا ہو گئی۔ دل بے قابو ہو گئے۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ فضا بے رونق ہو گئی لیکن آخر دل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔

یہ خبر آناً فاناً شہر میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ گھر میں اور گلی میں گزرنا مشکل ہو گیا۔ تمام رات زائرین آتے جاتے رہے اور زیارت سے شرف حاصل کرتے رہے آخر ۲۵ ربیع الثانی کو غسل دے کر بعد نماز جمعہ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ لوگ کندھا دینے کے لیے اس قدر مشتاق تھے کہ معلوم ہوتا تھا گویا چارپائی ہاتھوں اور سروں پر تیرتی جا رہی ہے۔ تین بجے کے قریب نارمل سکول گراونڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔ اتنی کثیر تعداد کا جنازہ میں نے عمر بھر پہلی دفعہ دیکھا۔ زیارت کا خاص انتظام کیا گیا۔ پولیس کے افسر اور سپاہیوں نے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور عصر کے قریب شہر سے مشرقی جانب قبرستان کے قریب اپنی زرخرید جگہ میں آپ کا جسم مبارک سپرد خاک کیا گیا۔ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ[1] پہلے ایک دو دن تو غم و حزن اور رونے کے سوا کچھ نہ سوجھتا تھا لیکن جب روضۂ پاک تیار ہوا اور وہاں حاضری نصیب ہوتی اور تسکین ہوتی تو معلوم ہوا کہ

؎ موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے اس پیکر صبر و شکر اور مرشد مشفق و مہمان کی داستان کو بیان کروں۔

۱- القرآن : طٰہٰ : ۵۵

Marfat.com

دردِ فراق

اٹھ گئے گجرات سے ہیں نائب اسلام آج — کون پلوائے ہمیں وحدت کے بھر بھر جام آج
چل بسے ہیں بیکسوں بیواؤں مسکینوں کے باپ — ہو گئے رخصت ہمارے چین اور آرام آج
آپ کیا رخصت ہوئے رخصت تصوف ہو گیا — کون دے صبر و محبت کے ہمیں پیغام آج
آفتاب رشد آج آنکھوں سے اوجھل ہو گیا — روز روشن ہو گیا ہے غم سے تیرہ فام آج
دست شفقت کون رکھیگا سروں پر اسکے بعد — طالبان نگہ رحمت سب ہیں تشنہ کام آج
ہائے! دل سینہ سے نکلا جا رہا ہے ! — ہائے دل کس کی انگشت شہادت سے ملے آرام آج
وہ نگہ مخمور اور ایسا تکلم سحر وش ! — بادہ نوشان محبت کے تہی ہیں جام آج
صاحب عرفان و حکمت علم اور حلم و شعور — مرشد کامل ہیں ایسے نادر ایام آج
گلستان فقر میں یہ کیا چل گئی باد خزاں — بلبلیں ہیں نوحہ خواں پژمردہ ہر گلفام آج
گھر جو تھے آباد کل تک آج ویرانے ہوئے — اور ویرانوں کی آبادی کا دیکھ انجام آج

تیرہ سو اکیاسی ہجری اور پنج شنبہ کا دن
ہیں ربیع آخر کے گزرے بست و چار ایام آج

تریاق تسکین

مرد ناداں ایں چنیں آہ و فغاں — نیست جز کم فہمی تو بے گماں !
بے خبر ہستی ز فقر و راز ھا — زیں سبب چشمت ز فرقت خونچکاں
نیست قرب و بعد نزد اولیاء — تو حیات و موت شاں یکساں بداں
عاشقاں ہرگز نہ میرند اے عزیز — لا تقل اموات بل احیا بخواں
بازلا خوف علیہم را بخواں ! — باز و اکن چشم خود را اے جواں
آں حبیب اللہ محبوب خدا — رہنمائے ناقصان و کاملاں

Marfat.com

بدعیان وز دیدہ پردہ پوش بود   چونکہ پردہ پوش شد گشتہ عیاں
او بحق و اصل شدہ جنت نشان   بود عاشق جنت شد باعاشقان

از پئے سن وصال آمد ندا
تو ورالاریب وشک مغفور دان
۱۳۸۱ھ

معمولات و مشغولات

حضرت صاحب قبلہؒ کے معمولات کو تفصیل سے لکھنا ناممکن ہے۔ میں نے چالیس سال میں آپ کی زبان مبارک سے بلند آواز میں سوائے کسی خاص مجلس کے کوئی کلمہ نہیں سنا۔ ذکر جہر سے آپ بہت پرہیز کرتے اور ذکر خفی میں ہر دم مشغول رہتے۔ ذکر خفی کا یہ حال تھا کہ شاید ہی کوئی وقت ہو جس میں ہاتھ زبان اور دل اکٹھے مشغول نہ ہوں اس لیے صرف ظاہری عبادات پر ہی اکتفا ہو گی۔ نمازِ تہجد، نوافل زائدہ، روزہ نفلی یا اس قسم کی عبادت خفیہ کو تو وہی جان سکتا ہے جس کو شب و روز آپؒ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؒ کے دن کے مشاغل یہ تھے کہ بعد از نماز فجر آپؒ نمازِ اشراق تک تلاوت قرآن مجید و دیگر وظائف پڑھنے میں مشغول رہتے۔ پھر اندر تشریف لے جاتے اور وقتاً فوقتاً زائرین کی ملاقات کے لیے باہر تشریف لاتے یہ سلسلہ دوپہر تک جاری تھا۔ دوپہر کو کھانا کھا کر آرام فرماتے۔

نماز ظہر آخری وقت میں ادا فرماتے پھر کچھ وظائف پڑھتے اور حاضرین کو توجہ دیتے اگر کوئی صاحب علم و ذوق ہوتے تو ان سے علمی باتیں ہوتیں۔ ایام ملازمت میں نمازِ عصر کے بعد کبھی کبھی سیر کو بھی تشریف لے جاتے اور نماز مغرب اکثر واپس گھر آ کر ادا کرتے۔ مغرب کے بعد نماز اوابین پڑھتے اور حاضرین کو توجہ دیتے کبھی کبھی کلمہ شریف کا ذکر ذرا بلند آواز سے فرماتے اور حاضرین بھی شامل ہو جاتے دعا ہمیشہ خاموشی سے مانگتے آنکھیں بند ہوتیں گویا عین دربار الٰہی میں حاضر ہیں کئی دفعہ دعا میں استغراق ہو جاتا تو ہاتھ نیچے آ جاتے۔ جب ہوش آتا تو پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اور یہ حالت کئی بار ہوتی۔

بے کیمیائے مستی تبدیل غم نہ باشد
یا مے حلال فرمایا غم حرام گردان

ہر وقت مئے محبت میں سرشار رہتے تھے اور کوئی دنیا کا فکر دامن گیر نہ ہوتا تھا۔ کھانا

Marfat.com

ذرا دیر سے کھاتے اور پھر دیر تک تکیہ پر سہارا لیے بیٹھے رہتے اور اپنی زبان فیض ترجمان سے حاضرین کو مستفید فرماتے یہ صحبت کے لحاظ سے بہترین وقت ہوتا۔ عشاء کی نماز دیر سے ادا فرماتے اور پھر آرام کرنے کے لیے چارپائی پر یا بعض دفعہ جائے نماز پر ہی لیٹ جاتے جمعہ شریف کی خاص تیاری ہوتی صبح کو حجامت بنواتے۔ کپڑے دھلواتے مسواک کرتے۔ غسل فرماتے تیل سر پر اور ریش مبارک پر لگاتے۔ کنگھی کرتے۔ سرمہ بھی لگاتے۔ گویا صحیح معنوں میں دربار خداوندی میں حاضری کی تیاری ہوتی جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح بھی ادا فرماتے۔ احتیاط الظہر ہمیشہ ادا فرماتے۔ جمعہ کے بعد ہمیشہ حلقہ ہوتا اور مریدین ختم شریف پڑھتے یہ سلسلہ تقریباً عصر تک جاری رہتا اور پھر بعد دعا سب کو رخصت فرماتے۔ رمضان شریف میں تراویح میں دو تین ختم قرآن ہوتے ۱۲ رمضان کو خواجہ صاحب سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس منایا جاتا۔ ہر ماہ کی گیارہ یا کسی مناسب تاریخ کو ۱۱ ویں شریف کا ختم ہوتا۔ پاکستان بننے سے پہلے ہر سال سرہند شریف اور انبالہ شریف عرس مبارک پر حاضری ہوتی۔ اور عجیب کیفیت ہوتی جو بیان نہیں ہوسکتی۔ ہر سال بلاناغہ رجب کی ۲۷ یعنی شب معراج منانے کے لیے سیدا شریف حاضر ہوتے پیر کے دربار میں حاضری کیا تھی آپؒ نشۂ محبت میں مخمور معلوم ہوتے تھے ادب کا یہ حال تھا کہ کبھی ادھر پیٹھ نہ کرتے اور قضائے حاجت کے لیے ایک ایک میل تک دور چلے جاتے۔ صاحبزادگان سے بے پناہ محبت تھی۔ گھنٹوں ان کے پاس باادب بیٹھے رہتے اور راز و نیاز کی باتیں ہوتیں۔ قضائے حاجت میں سنت نبویؐ کے اجراء کا اہتمام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ ہمیشہ مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا پاک کر کے پھر پانی سے پاک کرتے۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین آپ کو یاد الہی میں انتہا شغف تھا کہ زمانہ ملازمت میں تیس سال تک اپنے عیال کو مجیٹھہ شریف میں رکھا اور خود تنہا گجرات شریف میں رہے۔ تعطیلات میں گھر تشریف لے جاتے۔ آپ کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی زندگی تھی اور سلف صالحین کا نمونہ تھی۔ خدا تعالی ہمیں آپؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۔ القرآن : التوبہ : ۱۰۸

حضرت مولانا محمد عارف صاحب

یادگارِ سلف

سلف کی دیکھ رکھو راستی اور راست اخلاقی
کہ ان کے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہیں باقی

تعارف:

ایک وقت تھا کہ حاجی محمد دین صاحب مرحوم کی مسجد کی خطابت میرے سپرد تھی۔ اس زمانے میں حضرتؒ کا دستور تھا کہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد دربار شاہدولہؒ صاحب فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حاجی صاحب کی مسجد میں جاتے کیونکہ وہاں نمازِ جمعہ نسبتاً دیر میں پڑھی جاتی تھی اگر موقعہ ملتا تو نوافل کی نیّت سے جماعت میں شامل ہو جاتے۔ میں تعارف کے دن تک آپؒ کے اس معمول سے بے خبر تھا۔ ایک جمعہ کا ذکر ہے کہ نماز سے پہلے احکام خداوندی کی اطاعت کا بیان تھا۔ دورانِ تقریر سیّدنا آدم علیہ السلام کے گندم کھانے اور زمین پر تشریف لانے کا ذکر آگیا لیکن لہجہ کچھ ایسا تھا کہ گویا یہ خطا کی پاداش تھی۔ تقریر ختم ہوئی تو صفوں کے پیچھے سے آواز آئی کہ نماز پڑھ کر سب لوگ بیٹھے رہیں۔ چنانچہ نماز کے بعد نورانی چہرے والے ایک بزرگ (آپؒ) منبر پر رونق افروز ہوئے۔ چہرۂ انور پر کچھ جلالت کے آثار تھے لیکن ہیبت پر کشش غالب تھی۔ فرمایا کہ واعظ اور مقرر کو حفظِ مراتب کا خیال ضروری ہے۔ کلام خداوندی کے جذبے کو سمجھ کر بیان کرے انبیاءِ کرام معصوم ہیں۔ وہاں گناہ کا وہم و گمان بھی گناہ ہے۔ یہ خیال ہی غلط ہے کہ آدم علیہ السلام کا زمین پر تشریف لانا کسی خطا کی پاداش میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو فرمایا تھا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[1] "میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں"۔ معلوم ہوا۔ آپؑ کو پیدا ہی مالکِ حقیقی کے احکام کے ماتحت زمین کے انتظام کے لئے کیا گیا تھا۔ اسی مضمون کو آپ نے خوب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ دُعا کے بعد باقی لوگوں کے ساتھ میں نے بھی آپؒ سے مصافحہ کیا۔ تشریف لے گئے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بعد ازاں گاہے گاہے خدمت عالیہ میں حاضر ہونے لگا۔ آپ کی شفقت رنگ لانے لگی۔ مجالس مبارکہ کا خاصہ تھا کہ حاضرین میں سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ

---

[1] القرآن: البقرہ: ۳۰

سب سے زیادہ توجہ اور مہربانی میرے ہی حال پر ہے۔

جواہر ریزے :

(۱) "وعظ کہنا بہت مشکل ہو گیا ہے" - کافی روز بعد کا ذکر ہے جب تقسیم پاک و ہند کے بعد آپؒ مقام ہجرت طے کر کے دوبارہ گجرات میں رونق افروز ہوئے اور راقم الحروف نماز جمعہ کے لئے باری والی مسجد میں جایا کرتا تھا۔ ایک روز مجلس مبارک میں حاضر ہوا۔ کمال شفقت کے ساتھ حسب معمول قریب سے قریب تر بلایا گیا۔ دریافت حال فرمایا دوران گفتگو میں ارشاد ہوا "تم بھی وعظ کہا کرتے ہو نا!" میں مسکرا کے خاموش رہا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ استفہامیہ لہجہ میں یہی فرمایا۔ عرض کی حضورؒ میں کیا وعظ کہوں گا۔ فرمایا۔ یہ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اب وعظ کہنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ (ہماری حسب منشاء) "فلاں فلاں کو کافر کہو تو تمہارا وعظ سُنیں گے۔"

اس ارشاد مبارک کی ایک وجہ تو یہی ہے جو آپؒ نے بیان فرمادی۔ یعنی سامعین اپنی اصلاح کے لئے نہیں سنتے بلکہ اسے فراغت کا ایک مشغلہ اور دماغی عیاشی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ مقرر اور وعظ ان کی مرضی پر چلے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حصول علم کا اولین مقصد اپنے حال کی اصلاح ہے۔ دوسروں کی اصلاح کی باری بعد میں آتی ہے جب مقصد اول ہی فوت ہوا در خشت اول ہی کج ہو تو انجام معلوم! اس کے علاوہ بدلتے ہوئے حالات اور ذہنی انقلاب کے اس دور میں ان الفاظ پر کہ "وعظ کہنا بہت مشکل ہو گیا ہے" جس قدر غور کریں یہ حقیقت زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے جلسوں اور تقریروں پر جسقدر زیادہ زور ہے اسی قدر تاثیر مفقود ہے۔

(۲) "جن سے کوئی نہیں سنتا۔ ان سے میں سُنتا ہوں" - زبان پر خشکی غالب آجانے کے باعث رمضان شریف میں قرآن مجید کا سنانا چند سال موقوف رہا۔ ایک بار عید الفطر کے بعد سلام کو حاضر ہوا تو فرمایا۔ اس دفعہ قرآن مجید کہاں سنایا ہے؟ عرض کی۔ حضورؒ اب مجھ سے کون سُنتا ہے۔ نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ "یہاں آجاتے جن سے کوئی نہیں سُنتا ان سے میں سنتا ہوں"۔ معاً خیال آیا۔ بزرگانِ دین تخلقوا باخلاق اللہ کے زیور سے آراستہ ہیں کہ جن کی کوئی نہیں سُنتا ان کی وہ سنتا ہے۔

(۳) "میں کھڑوں کا یار نہیں بیٹھوں کا یار ہوں" - الیکشن کا زمانہ تھا۔ ایک صحبت میں کسی خادم نے ایک شخص کا ذکر شروع کر دیا۔ فرمایا کس کی باتیں کر رہے ہو۔ ایک دو بار اس نے وضاحت کرنے کی کوشش کی۔ فرمایا میرے ذہن میں نہیں آرہا۔ کسی نے کہا۔ جناب فلاں شخص جو (الیکشن میں کھڑا بھی ہوا تھا۔ مُسکرا کے فرمایا۔ یاد کیسے آئے۔ تم جانتے ہو کہ "میں کھڑوں کا یار نہیں میں تو بیٹھوں

Marfat.com

کا یار ہوں"۔ سبحان اللہ۔ دنیا داروں سے کیا بے نیازی ہے۔

حدیث پاک کا مضمون - ایک وقت آئے گا کہ دوڑنے والے سے چلنے والا، چلنے والے سے کھڑا ہوا اور کھڑے ہوئے سے بیٹھا ہوا بہتر ہوگا۔ یعنی بے دینی کا دور ہوگا۔ دُنیا کی محبت غالب ہوگی۔ اس وقت گوشہ نشینی ہی دین کی سلامتی ہوگی۔

(۴) "ہاں! تو پھر وہ میرا بھائی ہے" - ایک دن حاضر خدمت ہوا۔ دو شخص مجلس میں بیٹھے تھے۔ دونوں کی داڑھیاں حنا بستہ تھیں۔ ایک قریب بیٹھا آپ سے مصروف گفتگو تھا۔ دوسرا اس کے پیچھے ذرا فاصلے پر تھا۔ حسب معمول مجھے آپ نے اپنے قریب بٹھا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وضو کے لئے اُٹھنے لگے اُٹھتے اُٹھتے اس شخص سے جو قریب تھا پوچھا۔ یہ پیچھے بیٹھے ہوئے آپ کے بھائی ہیں؟ اس نے جواب دیا۔" جی نہیں۔ یہ ہمارے گاؤں کا موچی ہے اور میں -" ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ آپؒ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا۔" اچھا تو پھر وہ میرا بھائی ہوا نا!" وہ شخص کھسیانا سا ہو کر رہ گیا۔ سبحان اللہ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی کیا عملی تفسیر اور کیسے احسن طریق سے فرمائی۔

(۵) "جوانی گوجروں نے لے لی۔ اب بڑھاپے میں کیا ہو"۔ زمیندارہ ہائی سکول کی مدرسی ترک کرنے کے بعد ایک روز ایک صحبت میں یہ جملہ فرمایا۔ حاضرین کو سمجھانا منظور تھا کہ وقت کی قدر کرو کیونکہ الوقت سیف قاطع وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اور گیا وقت پھر ہاتھ بھی نہیں آتا۔ آئندہ کی اُمید میں مت بیٹھو۔ کیا معلوم دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ موجودہ سانس کو غنیمت جانو۔ اس میں اللہ کو راضی کر لو۔ غیروں کی خوشنودی کی خاطر اور دُنیا کی مصروفیتوں میں اسے ناراض نہ کر لو۔ ؎

جو کل کرنا ہے آج ہی کر جو آج کرے سو اب کر لے!

جب چڑیوں نے چگ کھیت لیا پھر ہُو ہُو سے کیا ہووت ہے

مگر کسی کا نام لے کر خطاب نہیں فرمایا بلکہ اپنا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اللہ والے۔ ؎

جانچتے اوروں کو ہیں خود لے کے اپنا امتحان

رکھتے ہیں اپنا طریق امتحاں سب سے الگ

(۶) "درویش اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا" - جب آپؒ کی رفیقۂ حیات رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال ہوا۔ میں باہر گیا ہوا تھا۔ نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل نہ کر سکا دو روز بعد فاتحہ خوانی کو حاضر ہوا۔ چہرۂ انور پر خلاف معمول ملال کے آثار نمودار تھے۔ دُعا کے بعد قریب بُلا لیا اور فرمایا۔

Marfat.com

"فاتحہ میں کیا پڑھتے ہیں؟" میں خاموش رہا۔ مکرر سہ کرر یہی سوال فرمایا۔ آخر الامر فوق الادب کے ماتحت عرض کی حضورؒ کم از کم ایک بار الحمد شریف اور تین بار سورۂ اخلاص تو پڑھے۔ فرمایا یہی میرا مطلب تھا۔ کو اتنا پڑھنے اور دعا مانگنے میں زیادہ نہ سہی کم از کم دو تین منٹ تو لگ ہی جاتے ہیں نا! عرض کی۔ ضرور۔ فرمایا میں حیران ہوتا ہوں۔ لوگ آتے ہیں۔ ہاتھ اٹھاتے ہی منہ پر پھیر دیتے ہیں۔ نامعلوم کیا اور کب پڑھتے ہیں۔ درویش اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا۔ زندوں سے تو مذاق ہوا مُردوں سے مذاق کیا معنی!

(۷) صفائی قلب۔ ایک دن کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک عمل پہ نظر پڑی اس کے فوائد پر جی للچایا۔ خیال آیا کہ کسی بزرگ سے اجازت مل جائے تو اس کی زبان کی برکت سے حصولِ مقصد میں آسانی ہو۔ حضرتؒ مہربان تو تھے ہی۔ فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نماز عصر پڑھ کر گیا تھا۔ آپؒ وضو کے لئے اٹھ رہے تھے۔ سلام کے جواب کے بعد فرمایا "نماز ادا کرچکے ہو اور باوضو ہو؟" عرض کی حضورؒ ٹھیک ہے۔ فرمایا میں نماز پڑھ لوں۔ تم بیٹھو اور یہ پڑھتے رہو۔ وہی عمل اسی ترتیب سے بتا دیا۔ حیرت زدہ ہوگیا۔ بیٹھ کے پڑھتا رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر بلایا اور پوچھا پڑھ لیا ہے؟ عرض کی۔ پڑھ لیا ہے۔ اور میں تو اس کے فوائد پڑھ کر اجازت لینے کو آیا تھا۔ ہنس کے فرمایا۔ ہمارا کام اتنا ہی ہے۔ اگلا کام جس کا ہے وہ اسے بہتر جانتا ہے۔ زمیندار محنت کرنے کے بعد اس کے فضل کا امیدوار ہوتا ہے۔

(۸) اخلاقِ حمیدہ۔ حضرت کی بیماری کے دوران میں آپؒ کی تکلیف کے خیال سے بہت روز حاضری سے محروم رہا۔ ایک دن حاضر ہوا۔ میاں جی بیٹھک میں تھے۔ سردی کا موسم تھا اور صبح تقریباً دس بجے کا وقت فرمانے لگے "آپؒ ابھی ابھی چھت پر گئے ہیں میں اطلاع دیتا ہوں۔" عرض کی تکلیف نہ دیں میں پھر آجاؤں گا" لیکن وہ جلدی جلدی اوپر چلے گئے۔ دیکھا کہ آپؒ اسی وقت دو شخص کی مدد سے سیڑھیوں پر سے اُترے اور تشریف لائے۔ خیریت پوچھی۔ آنے کی وجہ دریافت کی۔ عرض کی۔ بہت روز ہو گئے تھے سلام کو جی چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھے دعا فرمائی اور اسی طرح آدمیوں کے بازوؤں کا سہارا لئے اوپر تشریف لے گئے۔ سُبحان اللہ، دوسروں کی دلجوئی کا کس قدر پاس ہے۔ اپنی تکلیف کی شکایت کا ایک لفظ زبان پر نہیں آتا۔

سب کی سُن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
ہے کوئی بھیدی اور ان کا رازدان سب سے الگ

(۹) "عشق و محبت کے سارے دعوے ایک سنت کی پیروی پر قربان ہیں" میرے ایک استاد چودھری رحمۃ اللہ صاحب ساکن موضع ددھر تحصیل کھاریاں ہیں۔ سکول سے ریٹائر تھے لیکن تاحال داڑھی منڈاتے تھے۔ مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک دن گجرات میرے پاس آئے اور کہا کہ یہاں ایک مولوی حبیب اللہ صاحب

ہیں ان کو جانتے ہو۔ میں نے کہا۔ میرے حال پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ چنانچہ صبح میرے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ سلام عرض کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ بہت عرصہ ہوا سیدے شریف جاتے ہوئے آپ ماتوچک ٹھہرے تھے وہاں میں نے آپؒ کی زیارت کی تھی۔ اس کے بعد اپنے دینی شوق اور حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنی محبت اور اللہ والوں کے ساتھ عقیدت کا ذکر کرتے رہے۔ آپ سنتے رہے۔ جب بہت کچھ کہہ چکے تو آپ نے ایک نگاہِ کرم سے نوازا اور دل موہ لینے والی ایک مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔ عشق و محبت کے سارے دعوے ایک سنّت کی پیروی پر قربان ہیں۔ وہ ذرا سے خاموش ہوگئے وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کی۔ آپ کچھ سمجھے۔ فرمایا۔ بہت سمجھا۔ اس کے بعد جو گجرات آئے تو چہرہ سنّت کے نور سے منوّر تھا۔

Marfat.com

جناب پروفیسر محمد فرمان صاحب

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

مرشد کامل فقیہہ بے نظیر　　واقف اسرار کن روشن ضمیر

تاریخ کی کتابوں، تذکروں اور سیرت کی کتب کے مطالعہ سے ہر مسلمان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ قرون اولیٰ کے مسلمان آج بھی کہیں دیکھنے میں آئیں۔ تاکہ ان کی سیرت و کردار کے مشاہدہ سے دل کو تسکین ملے۔ لیکن اس زمانے میں یہ بات ناممکن ہے کہ بیک وقت ایسے کثیر کامل افراد کسی کو دیکھنے نصیب ہوں۔ وہ زمانہ خیر گزر گیا۔ اور اب اس زمانے کا پوری شان کے ساتھ دوبارہ آنا ممکن نہیں۔ لیکن اللہ کی مرضی سے کبھی کبھار کوئی ایسا نابغہ روزگار وجود میں آجاتا ہے جس کی دید سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ اور جس کے فیض سے مدتوں تک اُمتِ محمدیہ مشرف ہوتی ہے۔ ایسے کامل افراد ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور جانشین ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیاں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک ایسا عکس ہوتی ہیں جس پر ملائکہ رشک کرتے ہیں۔

ان نفوس قدسیہ کی بدولت عام مومنوں کے اخلاق سنوارے جاتے ہیں۔ عبادات کے افسردہ آئین ان اخلاق حسنہ کے پرتو سے اخلاق فاضلہ کا اکتساب کرتے ہیں۔ اور یوں بہت سے افراد کامل اس دور میں مل کر ایک ایسی سوسائٹی کو وجود میں لاتے ہیں جو اپنے دور میں خطۂ ارضی پر سب سے اعلیٰ اور نمایاں سوسائٹی ہوتی ہے۔ یہ افراد کامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا احیاء کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ کیمیا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی افراد کے بارے میں کہا ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

پیر و مرشد حضرت مولانا سید حبیب اللہ کا وجود گرامی اس دور میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تھا۔ آپ کی مجلس میں جو پہنچا اور پھر وہ خوش نصیب وہاں جس شرف سے مشرف ہوا اسے کوئی دوسرا کیا جانے۔ مجھے جناب کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت اکثر نصیب ہوئی۔ آپ کی گفتگو آپ کا لباس آپ کا طرز تکلم، آپ کا حسن اخلاق دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا اور آنکھوں کے سامنے وہ دور گذرنے لگتا تھا جس کے دیکھنے کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں موجزن ہے۔ گویا

Marfat.com

آپ سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں اس درجہ سرشار تھے۔ کہ آپ کی مجلس میں محویت کے عالم میں ایک سالک کو یہ گمان گزرتا تھا۔ کہ وہ کئی صدیاں طے کر کے قرون اولیٰ کے کسی صاحب ارشاد کی محفل پاک میں پہنچ گیا ہے۔ اور معرفت کے سمندر میں غوطہ زن ہے۔

آپ اس درجہ انکساری سے کام لیتے تھے۔ کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شہباز لامکانی نے ستر احوال اتنا کیا کہ کوئی دوسرا شاید کبھی نہ کر سکتا۔ واقف اسرار کن نے رازوں پر سے پردہ اٹھانے میں بڑی احتیاط کی۔ آپ اپنے وقت کے ایک لاثانی فرد تھے۔ مگر آپ کے ظاہر کو دیکھ کر عموماً آپ کے بارے میں ایک مدرس یا مولوی ہونے کا گمان گزرتا تھا حالانکہ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے والوں میں ایسے خوش نصیب آج بھی موجود ہیں جو مسئلہ زمان و مکان کو چند لمحوں میں حل کر سکتے ہیں اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے نازک مسائل چٹکیوں میں بیان کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس درجہ کے کامل، مکمل اور معرفت آشنا تھے۔

میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں شیخ کرم الٰہی مرحوم کی معیت میں حاضر ہوا۔ جناب کچھ دیر تک میرے افراد خانہ کے متعلق احوال پوچھتے رہے۔ اس کے بعد جب مجلس برخاست ہوئی تو بیٹھک کے دروازہ کے قریب میرے سینہ کے درمیان مقام اخفیٰ پر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے تین بار لفظ اللہ لکھا اور فرمایا۔ جاؤ اجازت ہے۔ اس کے بعد جناب سے صرف دو تین دفعہ سرسری ملاقات نصیب ہوئی۔ میرے چند احباب کا یہ خیال ہے کہ اجازت کے لفظ سے صرف یہ مراد ہے کہ اس عاجز کو ذکر اللہ کرنے کی اجازت ہے مگر اس فقیر کو اپنے ان احباب کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ لفظ اجازت سے مراد طالبان حق کو مقام اخفیٰ تک سبق دینے کی اجازت ہے[1]۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اجازت عطا کرنے والی شخصیت کی شان اس درجہ کی ہے کہ اس کی عطا بھی عظیم اور کبیر ہونی چاہیئے۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

---

[1] "اجازت ہے"۔ یہ آپ کا ایک عام لفظ تھا جو آپ اس وقت ارشاد فرماتے تھے جب آپ کسی کو رخصت فرمانا چاہتے تھے۔ مگر اس بارے میں پروفیسر محمد فرمان صاحب کا اپنا خیال ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میرے سامنے انہوں نے حضور قبلہ عالم سے اسی وقت ان معنی کا اظہار کیا تھا تو آپ نے ان کے اس فہم کی تائید کی تھی۔

(مرتب)

Marfat.com

حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں۔ ہدایت میں نہایت کا اندراج ان کے سلوک کا خاصہ ہے۔ ان کا حضور دائمی اور ان کی یافت ابدی ہے۔ لہٰذا ان کا فیض عظیم اور ان کی عطا بے بہا ہوتی ہے۔

جناب کی وفات پر گجرات میں کہرام مچ گیا۔ اور کسی اطلاع کے بغیر سارا شہر اور ارد گرد کی بستیاں نارمل سکول میں امنڈ آئیں۔ وہاں جناب کا جنازہ دھرا ہوا تھا مشتاقان دید پروانہ وار جھپٹ رہے تھے مجھے اس وقت آپ کی وفات پر کوئی خاص صدمہ نہ ہوا لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے درد و کرب میں اضافہ ہوتا گیا۔ آنکھیں اس شمع لامکانی کی دید کو ترسنے لگیں تو میں نے اپنے مرشد ثانی حضرت شیخ کرم الٰہی مرحوم کی خدمت میں گذارش کی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ وقت تو ہر دکھ کا مرہم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسا راز ہے کہ جس سے بہت کم لوگ آشنا ہیں۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ جناب کے احباب کو جناب کی جدائی کا صدمہ پہلے سے زیادہ محسوس ہونے لگے گا۔ نہ ایسا کوئی دوسرا فرد دیکھنے میں آئے گا نہ ایسی شفقت کہیں ملے گی۔ اور نہ دل کو تسلی ہوگی۔ آپ کے سوانح حیات جب شائع ہوں گے۔ آئندہ زمانے کے اہل علم حیران رہ جائیں گے انہیں بیسویں صدی میں ایسے کامل فرد کا وجود ناممکن نظر آئے گا۔ واقفان حال اور شناسان اسرار جناب کے زمانے کے نہ پانے اور جناب کی صحبت کے فیضان سے محروم رہ جانے پر کف افسوس ملیں گے۔ لیکن کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں جنہوں نے جناب کی ذات گرامی سے فیض پایا۔

میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ جناب حضرت صاحب اپنی مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں وہاں قرآن مجید کا درس ہو رہا ہے۔ جو جو طالب علم قرآن مجید پڑھنے میں کوئی غلطی کرتا ہے جناب اس کی تصیح فرما دیتے ہیں۔ میں نے دوسرے دن شیخ کرم الٰہی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا اور حقیقت حال دریافت کی۔ فرمانے لگے خواب سچا ہے۔ جناب کی روح مبارک کے مختلف فیضان ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ قرآن مجید پڑھنے والے اگر کہیں غلطی کر جائیں تو ان کی راہنمائی کی جائے۔ لہ

میں ایک شام کو جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کسی سالک کو لطائف کی توجہ دے رہے تھے۔ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کے مقررہ مقامات پر دست مبارک سے اشارے کر رہے تھے اور وہ سالک منازل سلوک طے کر رہا تھا۔ ان لطائف کی سیر سے جدید دور کے اہل

لہ یہ حقیقت قرآن کے فیضان کا اثر ہے۔

(مرتب)

Marfat.com

علم ناواقف ہیں۔ ان کی تمام تگ و دو ان کی دہلیز تک بھی نہیں ہے[۱] ان کمالات سے صرف اہل سلوک ہی واقف ہیں۔ آپ سالکان طریقت کو چند لمحوں میں تمام سیر کرا دینے پر قادر تھے۔

نقشبندیہ مجددیہ حضرات کے نزدیک کرامات کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ جتنی کہ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں کے ہاں ہے۔ اس لئے جناب کی کرامات کا ذکر کرنا میرے نزدیک اتنا ضروری نہیں ہے جتنا یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ آپ کی ساری زندگی سنت نبویؐ میں گذری ہے اور یہ ایک ایسی کرامت ہے کہ جس کا مقبول ہونا ثابت ہے اور جس کا ضروری ہونا ایک عاشق رسولؐ کی سیرت کا خاصا ہوتا ہے۔ میرے بڑے لڑکے محمد زبیر نے حضرت صاحبزادہ محمد یوسف صاحب سے بیعت کی ہے۔ وہ ایک دن مجھ سے کہنے لگا۔ ابّاجی حضرت صاحب مجھے اپنے سب مریدوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور ان کی جو شفقت میرے ساتھ ہے۔ شاید وہ کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ہے۔ میں نے اسے یہ بتایا کہ بیٹا یہ ایک ایسا احساس ہے۔ جو ہر نقشبندی کو ہوتا ہے۔ ہمارے خواجگان ایسے شفیق اور مہربان ہوتے ہیں کہ ان کا ہر مرید یہی محسوس کرتا ہے کہ اس کا پیر اسی پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ میں نے خود حضرت مولانا مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بارہا ایسا محسوس کیا ہے۔ آپ کی محبت کا سمندر بے پایاں تھا۔ کہ ہر کسی کے حصے اتنی شفقت آتی جو اس کے ظرف سے بہر حال زیادہ ہوتی تھی۔ جناب کا مزار مبارک گجرات میں مطلع انوار ہے۔

جناب کی اولاد حسن اخلاق اور سیرت و کردار کے لحاظ سے جناب کے نقش قدم پر گامزن ہے حضرت صاحبزادہ محمد یوسف صاحب اپنی طبع کی علالت کے باوجود جس محبت، خلوص، ہمدردی اور پیار سے سالکان طریقت کی خدمت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ وہ ان ہی کا دل گردہ ہے۔ امراض کے ہجوم بلا میں یاد خدا آپ کی سیرت کا ایک ایسا پہلو ہے جسے ہر سالک رشک کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ میرے خیال میں یہ استقامت حضرت مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا نتیجہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہم مشتاقان دید جی بھر کر سیراب ہوتے رہیں۔ (آمین)

---

۱ علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔

This is the reason why I say that modern psychology has not yet touched even the outer fringe of the subject.

(خطبات اقبال انگریزی طبع لاہور۔ ۱۹۷۱ء ص ۱۹۴) (مرتب)

حضرت مولانا اکبر علی مجددیؒ

شیخ کاملؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا[1]

(سورۃ احزاب: ۴۶)

ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن[2]

نور مرداں مشرق و مغرب گرفت ❊ آسمانہا سجدہ کردند از شگفت

۱۹۱۹ء میں میری عمر چودہ سال تھی اور میں بارہ دری گجرات بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا۔ اس زمانے میں حضرت صاحبؒ ہمیں ساتویں جماعت میں شیشیانوالہ دروازہ کے باہر جو موٹے موٹے ستونوں والا سکول ہے۔ اس میں انگلش پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت اس سکول کے گرد کوئی مکان نہیں تھا۔ تمام زمینوں میں کاشت ہوتی تھی۔ جو آج کل محلہ گیان پورہ سے مشہور ہے۔ ایک رات میں نے خواب میں آپؒ کی زیارت کی ایک وسیع میدان میں آپؒ نماز کی امامت فرما رہے ہیں۔ اور آسمان سے نہایت صاف نورانی آسمانی رنگ کی برسات ہو رہی ہے اور آپؒ کے چہرے مبارک پر گرتی ہے اور سینے کے اندر چلی جاتی ہے۔

لہ اس آیت کا اور جملہ انبیائے کرام کے بارے میں وارد ایسی دیگر تمام آیات کا اطلاق ان صوفیائے کرام اور علمائے عظام پر بھی ہوتا ہے جو نبوت کے مشن کو جاری کرنے میں کوشاں رہے۔ اور انہوں نے کار نبوت کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ چنانچہ صاحب مضمون کا مقصود بھی اس آیت کو یہاں درج کرنے سے یہ واضح کرنا ہے کہ ان کے مرشد کی زندگی کار نبوت کی تکمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع میں گزری تھی لہٰذا وہ بھی شاہد، مبشر نذیر، داعی الی الحق اور سراج منیر تھے۔ (مرتب)

لہ۔ فتح الحمید اردو ترجمہ قرآن مجید از مولانا فتح محمد جالندھری علیہ الرحمتہ۔

Marfat.com

صبح جب جماعت میں آپؒ تشریف لائے اور جماعت کو سبق دینے کے بعد خاموش بیٹھے تھے۔ خوش قسمتی سے میری جگہ بالکل آپؒ کے سامنے والی قطار میں تھی آپؒ نے مجھے بلایا اور مسکرا کر پوچھا کہ کوئی خواب دیکھا ہے۔ میں نے سارا واقعہ من وعن عرض کیا تو آپؒ نے خوشی سے بندہ کو فرمایا" تم چھوٹے ہو چھوٹا سا وظیفہ پڑھا کرو" نماز عشاء کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ تسبیح، چند روز ہی وظیفہ پڑھا تھا کہ مجھے درود شریف کے انوارات نے گھیر لیا اور آپؒ سے محبت کا یہ عالم ہو گیا۔ کہ میں اب بورڈنگ ہاؤس میں نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے میری حالت دیکھ کر مجھے اجازت فرمائی کہ تم میرے پاس ہی آ جاؤ۔ اس زمانے میں حضرت دادا پیر مولانا محبوب عالم سیدوی علیہ الرحمتہ کا وصال شریف تازہ تازہ ہوا تھا۔ آپؒ کو جدائی کا صدمہ بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ ساری ساری رات آپؒ احسن القصص حضرت مولانا غلام رسول صاحب پڑھا کرتے تھے، اور رو رو کر ریش مبارک تر کر لیا کرتے تھے۔ آپؒ اکیلے ہی ایک مکان میں رہتے تھے۔ میں بہت چھوٹا تھا آپؒ ازراہ کرم خود اپنے ہاتھ مبارک سے کھانا پکاتے اور خود بھی کھاتے اور اس ناچیز کو بھی عنایت فرماتے۔ اس کھانے جیسی لذت نہ کبھی آئی اور نہ ہی امید ہے آوے۔ اس زمانے میں بندہ کو کئی دفعہ سیدا شریف حاضری کا اتفاق ہوا۔ حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم سیدوی علیہ الرحمتہ کی والدہ حیات تھیں آپؒ اکثر مولانا کی زندگی مبارک کے حالات ہم سے بیان فرمایا کرتی تھیں اور بڑی محبت سے فرماتی تھیں کہ میرے محبوب کی یہ بات میرے محبوب کی وہ بات، اور بہت بڑی تسبیح آپؒ کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور عبادت کرتی رہتی تھیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنی نوازشات سے نوازتی تھیں۔ اس زمانے میں موٹروں کا کوئی رستہ نہیں تھا۔ پیدل ہی منڈی بہاؤالدین سے جنگلات میں سے گزر گزر کر سیدے شریف جانا پڑھتا تھا۔ میں بہت چھوٹا تھا آپؒ فرمایا کرتے" یا حی یا قیوم پڑھتے ہوئے میرے پاؤں پر پاؤں رکھتے چلے آؤ"۔ یہ آپؒ کی کرامت تھی کہ مجھے سیدا شریف بالکل قریب معلوم ہوتا تھا اور آپؒ اتنے تیز رفتار تھے کہ میں نے آج تک اتنا تیز چلتے کسی کو نہیں دیکھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طے الارض والا کمال اللہ پاک نے آپؒ کو عنایت فرمایا ہے۔ اور مجھے بالکل کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بچپن کے زمانے میں مجھے متواتر چار سال آپؒ کی خدمت میں رہنے کا اللہ پاک نے شرف عنایت کیا۔ آپؒ مجسم نسبت تھے۔ گو میرا شعور پورا نہیں تھا لیکن پھر بھی میں اچھی طرح محسوس کرتا تھا کہ آپؒ انوارات میں ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ اور کبھی بھی مخالف فرقے کا شکوہ شکایت نہ سنتے تھے۔ سوائے سکول کی تعلیم کے ہمیشہ اپنے مکان پر رونق افروز رہتے تھے اور گھر پر ہی نماز باجماعت ہو جاتی تھی۔ جمعہ کی نماز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قادری اس زمانے میں کالری دروازہ والی مسجد میں پڑھایا

Marfat.com

کرتے تھے آپؒ وہاں پڑھا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ گزرا تو وہیں خود جمعہ کی نماز پڑھانے لگے۔ چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپؒ نے مجھے ایک دفعہ اسی مسجد میں حقیقت جمعہ کا سبق عنائیت کیا جو میں نے کسی تصوف کی کتاب میں آج تک نہیں دیکھا۔ آپ کے کمالات خصوصی تھے۔ جو اسرار کے خزانے ہیں۔ اس لیے ان چیزوں کو راز میں ہی رکھنا بہتر ہے۔

اختلافی مسائل پر آپؒ زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ اور نہ ہی ہم کو مجال ہوتی تھی کہ آپ کے حضور کوئی ایسی بات کریں جاء الحق وزھق الباطل[1] کا وہاں پورا پورا ظہور ہوتا تھا۔ اور ہیبت حق اتنی غالب ہوتی تھی کہ زبان گنگ رہتی تھی۔ ے

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ✽ ہیبت آں مرد صاحب دلق نیست

یہ کیفیت میں نے بیالیس سال کے طویل عرصے میں ملاحظہ کی۔ ابتدا سے انتہا تک کبھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی کوئی شک گزرا بس دل گواہی دیتا ہے کہ حضور مرد حق ہیں۔ یہاں قلب میں کبھی شک گزرتا ہی نہیں تھا۔ اور دل ہمیشہ مطمئن رہتا تھا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[2] اور اذا رءو اذکر اللہ[3] کا نظارہ ملاحظہ ہوتا تھا۔

کرامات

(۱) ایک دفعہ بندہ متواتر دو سال لبعارضہ بخار بیمار رہا۔ حکیموں نے تشخیص کی کہ تپ دق ہو گیا ہے۔ بندہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپؒ نے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اور فرمایا کہ میں نے تم سے ابھی بہت کام لینے ہیں۔ فکر مت کرو۔ صبح موضع چوکنا نوالی نزد کنجاہ میں حکیم شمس الدین صاحب کے پاس بھیجا وہاں سے میں دوائی لایا۔ پہلی خوراک سے بخار ٹوٹ گیا۔ اور اللہ کا فضل ہے کہ بندہ عرصہ ۳۰ سال سے زائد ہو گیا کہ زندہ ہے۔

(۲) طالب علمی کے زمانے میں مجھے استرخا کی لطیف ہو گئی تھی اور گو ظاہری صحت ہو چکی تھی۔ لیکن قوت مردمی بالکل ندارد تھی چنانچہ بندہ نے آپؒ کی شفقت کی وجہ سے عرض کیا تو آپ اس زمانے میں مجھے شاہدولہ صاحب لے گئے اور وہاں ایک صوفی مولانا بخش صاحب سے کہا کہ اس لڑکے

---

[1] ۔ القرآن : الاسراء : ۸۱

[2] ۔ ایضاً الرعد : ۲۸

[3] ۔ حدیث شریف ۔ مشکوٰۃ المصابیح باب ما ینھی عنہ من التہاجر الفصل الثالث روایت اسماء بنت یزید ص ۴۲۷ طبع دیوبند

کو آپؒ پہنچانتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں ، آپؒ نے ان سے فرمایا کہ اس کو دوائی دیں وہ حکمت کا کام جانتے تھے۔ اور وہ حضرت قاضی صاحب اعوان شریف کے خلفاء میں نہایت مقبول بزرگ تھے اور آپؒ کے قصبے مجیٹھے کے رہنے والے تھے۔ فرمانے لگے کہ اس کا علاج تو آپؒ اندر روضے شریف میں کروا آئے ہیں۔ لیکن آپؒ نے فرمایا کہ دوا بھی دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ صبح کو آجانا۔ صبح وہ درگاہ شاہ دولہ صاحب کی مسجد کے بغل میں ایک چھوٹے سے حجرے میں رونق افروز تھے۔ ایک دوائی دی اور فرمانے لگے کہ دوا حلق میں جاتی ہے تو وہ خداوند کریم سے پوچھتی ہے کہ تاثیر جو آپ نے دی ہے دینی ہے یا اس کے برعکس۔ تمہیں دوائی حکماً دے رہا ہوں ورنہ تمہارا علاج ہو چکا ہے۔ دوائی کا پہلا وزن کھایا اور جو کمزوری وغیرہ تھی وہ سب رفع ہو گئی یہاں تک کہ اس کے بعد ساری عمر مجھے جریان تک کی بھی یا خواب میں احتلام کی شکایت بھی کبھی نہیں ہوئی۔ اور اللہ کے فضل اور حضورؒ کی دعا برکت نے بندہ کو کثیر اولاد عنایت فرمائی۔

میں نے اپنی عمر کے طویل عرصہ میں لاتعداد کرامات آپؒ کی دیکھیں۔ آپؒ کا وجود مبارک بھی مریدوں کے لیے کرامت تھا۔ کرامت انعامات الٰہیہ میں سے ایک انعام ہوتا ہے جو اپنے انبیاء اور اولیاء کے ذریعے ظہور میں آتی ہے اور خدائے تعالےٰ فرماتے ہیں کہ وان تعدّ نعمۃ اللہ لاتحصوھا[۱] لہٰذا ان چیزوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آپؒ کی صحبت بابرکت میں بندہ نے مجددی سلسلے میں بیعت کی تھی۔ بلکہ آپؒ نے خود مجھے بیعت کیا تھا۔ چودہ سال کا بچہ کیا بیعت کرے گا یہ حضورؒ کی ذرہ نوازی تھی کہ بچپن ہی میں آپؒ نے مجھے بیعت سے سرفراز فرمایا اور سلوک مجددی کی تکمیل کروائی۔ یہاں تک کہ آپؒ نے وصال شریف سے چند روز پہلے فرمایا کہ "کہیں جانے کی ضرورت نہیں مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہیں ہیں۔ یہیں ہیں یہیں ہیں۔" اسم ذات اور نفی اثبات میں آپؒ کو ہمیشہ محویت تھی وصال سے چند روز پہلے سبحان الملک القدوس، سبحان الملک القدوس کی آواز سینے مبارک سے آتی تھی۔ جو مکمل تزکیہ کی شاہد تھی۔

آپؒ کئی دفعہ میرے وطن موضع بھدر جولالہ موسے سے چھ میل کے فاصلے پر ہے تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد میں قیام فرماتے تھے اور جو کھانا میسّر آتا تھا تناول فرمالیا کرتے تھے اور یہاں کے صاحب قبور بزرگان کے متعلق بہت عمدہ عمدہ معلومات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور مسجد شریف

---

[۱] القرآن: النحل: ١٨

میں مختصر وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے ساری عمر مولویانہ رنگ کو پسند فرمایا۔ اور اپنے آپؒ کو مولویانہ ظاہری وضع قطع میں ہی رکھا۔ ظاہری حسن آپؒ کو اللہ پاک نے ایسا عنایت فرمایا تھا کہ جس راستے سے آپؒ گزرتے تھے۔ ان ھذا الاملک کریم[1] کی صدا گونجتی تھی۔ اور بعض دفعہ میں اتنے قرب میں رہ کر بھی حیران ہوتا تھا۔ کہ واردات فیوض سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کئی رنگ آتے ہیں اور کئی جاتے ہیں۔ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ[2] کی تصدیق آپؒ کے چہرے مبارک اور جسد اطہر سے ظاہر ہوتی رہتی تھی۔

ہمارا مکان بالکل کچا تھا اور ایک پانی کے تالاب پر بنا ہوا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں پختہ ہی پختہ مکان ہیں۔ چنانچہ اب اگر وہاں جاکر دیکھا جاوے تو نہ کوئی تالاب ہے نہ ہی کوئی کچا مکان نظر آتا ہے۔ اور سارا محلہ دور دور تک پختہ آباد ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ آج سے قریباً چالیس سال پہلے کا ہے۔ کشف قلوب اور کشف قبور میں اللہ پاک نے آپؒ کو خاص دسترس عنایت فرمائی تھی۔ میرے ساتھ لاتعداد واقعات ایسے پیش آئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ غیروں کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ وہ کہیں گے کہ یہ شخص غالی ہے۔ لیکن محرم رازوں کو انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ تلوینات کے وقت بھی آپؒ کے کمالات دیکھے اور تمکینات میں بھی۔ آپ ایک ایسے شیخ کامل تھے کہ امت محمدیہ میں ایسی چند ہی ہستیاں ہوں گی۔ وقلیل من عبادی الشکور[3] کا مظہر اتم تھے۔

بندہ نے ۳۵ سال سندھ میں ملازمت ڈاک خانے میں کی۔ چنانچہ از راہ محبت مجھے مولوی سندھی فرمایا کرتے تھے۔ وہاں سندھ میں آپ کی طفیل کئی اولیاء اللہ سے بندہ کی صحبت ہوئی۔ جن میں سے مندرجہ ذیل بزرگان قابل ذکر ہیں۔ (۱) حضرت خواجہ حسن جان صاحب سرہندی، (۲) مخدوم نصر الدین سیوہن شریف، (۳) مبروک ناصر مجذوب یعنی حیدرآباد (۴) حضرت مولانا محمد ہاشم نواب شاہ خلیفہ اعظم سلسلہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی جو پختہ فقیہ عالم اور پختہ صوفی، عاشق حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حافظ قرآن تھے۔ جب بندہ مولانا صاحب کی خدمت میں نواب شاہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی آدمی کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے گجرات سے مولانا صاحب کو بندہ کے متعلق سفارش کی کہ جو احسانات میرے فرزند پر آپ کریں گے وہ مجھ پر

---

[1]۔ القرآن: یوسف: ۲۱

[2]۔ القرآن: البقرۃ: ۱۳۸

[3]۔ القرآن: سبا: ۱۳

ہی ہیں چنانچہ آپؒ نے اپنی خدمت میں بندہ کو قبول فرما لیا۔ اور ایسی ایسی نوازشات فرمائیں کہ بندہ ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ لانفرق بین احد من رسلہ[ل] وہاں سمجھ میں آئی۔ اور ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مظہر وہاں ملاحظہ کیا۔ آپ سدھ سے حضرت صاحب قبلہؒ کے لیے کتب کا تحفہ ارسال کرتے تھے اور آپ وہ کتابیں اپنے سر پر رکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ آسمان سے بھی کتابوں کا تحفہ آیا ہے۔ اور بڑی محبت سے حضرت صاحبؒ کو حضرت صاحبؒ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے۔ چنانچہ میرے کئی عزیز وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ اکثر فرمایا کرتے کہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو میں نے دیکھا نہیں لیکن وہ ہیں میرے دوست خدا کی قدرت وہ حضرت بھی تیرھویں حج بیت اللہ شریف سے واپس آ کر ہمارے حضرت صاحب کے چند ماہ بعد اس جہان فانی سے عالم برزخ میں جا ملے۔ اور ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

زندگی سے موت ہی محبوب ہے ٭ وصل جس میں یار کا مطلوب ہے

خدا اس ناچیز کو حضرتین سے عالم برزخ میں ملاوے۔ توفنا مسلما والحقنا بالصلحین[ع]

آخری ایام میں حضرت صاحبؒ قبلہ نے ہمارے سلسلے کے بھائیوں کو فرمایا کہ اب اس کو مولوی گجراتی کہا کرو چنانچہ آپؒ کے تصرف سے اور خداوند کریم کی مہربانی سے کراماتاً بندہ کی تبدیلی میرپور خاص سندھ سے لاہور میں ہو گئی۔ اور آپؒ نے فرمایا کہ اب تمہاری تبدیلی منطقہ شمالی (نارورن سرکل) میں ہو گئی ہے۔ چنانچہ پہلے مجھے راولپنڈی کے احکام ملے آپ اس زمانے میں گوشہ نشین تھے۔ جناب افتخار احمد صاحب جو آپؒ کے دربار میں خاص حاضری کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ ان سے فرمایا۔ کہ اکبر کو کہو گھر جاوے نوکری بہت کی ہے۔ چنانچہ میں گھر گیا۔ چند ایام کے بعد راولپنڈی کی بجائے مغلپورہ کے احکام جاری تھے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا تمہاری کیا مرضی ہے۔ بندہ نے عرض کیا جو حضورؒ کی مرضی آپؒ نے فرمایا کہ مرضی ہے میرے نال (ساتھ) رہو، چنانچہ دو تین روز کے بعد منڈی بہاؤالدین کے احکام خود بخود ہو گئے۔ حضورؒ نے مسکرا کر فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ سیدا شریف بھی قریب ہے اور آپؒ بھی قریب ہیں۔ یہ ٹھیک ہے وہاں میں صرف ایک سال ہی رہا کہ وہاں سے قریب ترین اسٹیشن لالہ موسےٰ میں تبدیلی ہو گئی تو حضورؒ نے فرمایا بہت بڑا کام ہوا چنانچہ آپؒ کے تصرف سے بندہ یہاں پانچ سال رہا اور یہاں سے ہی پنشن ہوئی۔

ل۔ القرآن: البقرۃ: ۲۸۵

ع۔ القرآن: یوسف: ۱۰۱

تو مگو مارا بہ اں شاہ بار نیست ☆ بر کریماں کارہا دشوار نیست

آپؒ کی خدمت میں جنات ، ملائکہ ، ابدال، مجذوب ، سالکین کا اکثر اجتماع دیکھا گیا۔ اور بہت سے ایسے راز تھے جو راز ہی رہیں تو ٹھیک ہیں ایسا نہ ہو کہیں حضور کی اور اللہ پاک کی ناراضگی کا سبب بن جاویں، یا اپنے آپ کو نفس کے دھوکے سے نقصان پہنچے۔ ان بزرگ ہستیوں کو مجھ جیسے نالائق دنیا دار کمینے کیا سمجھیں ما عرفناک حق معرفتک[1] لوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا[2] خود وہ ذات پاک فرمارہی ہے۔ اور بالکل سچ ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[3]۔ وصال والے دن بھی اللہ پاک کا خاص فضل تھا کہ بندہ کو حاضری کا شرف نصیب ہوا دنیا سے آپؒ کے سفر کا حال بھی عجیب وغریب تھا۔

آخری وقت میں نسبت کا ورود تحریر سے باہر ہے۔ آپؒ کے چہرے مبارک پر جواہرات اور موتیوں کا جڑاؤ تھا۔ جو نسبت مجددی کی انتہا ہے۔ آپؒ کا جسم اطہر اس دنیا میں ہی نورانی ہو چکا تھا بلکہ آپؒ مجسم نور ہو چکے تھے اور اب آپ کی ذات بابرکات اس دنیا میں نہیں رہ سکتی تھی جو مقصد اس حیات سے تھا پورا ہو گیا تھا چنانچہ اپنے مولا حقیقی سے ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو واصل ہو گئے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب[4] میں نے آپؒ کو چند بار عجیب نورانی عالم میں دیکھا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی دفعہ : امام ربانی مجدد الف ثانیؓ کے روضہ شریف کے سامنے بہشتی گلی میں حضرت صاحبؒ قبلہ کو نورانی حالت میں دیکھا۔ مثل ابر کے آپؒ کو انوارات نے گھیرا ہوا تھا۔

دوسری دفعہ : سرہند شریف میں ہی مجلس ذکر میں بیرون دروازہ کلاں صاحبزادہ کوٹ عبدالخالق صاحب میں دیکھا۔

تیسری دفعہ : سیّدا شریف میں عرس کے موقعہ پر دیکھا۔

چوتھی دفعہ : پھر سیدا شریف میں بوقت عرس شریف دیکھا کہ ہڈیوں تک آپؒ کا جسم اطہر نورانی نظر آتا تھا۔

پانچویں دفعہ : ایک فرشتہ آپؒ کے پلنگ کے شمال کی جانب دیکھا۔ جب کہ آپؒ مجھ سے ملاقات

---

[1] ۔ حدیث شریف : ہم نے تیرے حق کے مطابق تجھے نہیں پہچانا۔

[2] ۔ القرآن : الکھف : ۱۰۹

[3] ، القرآن : البقرۃ ۳۲؛

[4] : حدیث شریف ؛

فرما رہے تھے۔

چھٹی دفعہ: آپؒ کو اپنے ہی بالاخانے میں دیکھا سراپا نور تھے۔ اور آسمان سے نور کا ایک دریا آپؒ پر بہہ رہا تھا۔

ساتویں دفعہ: آپؒ ایک دفعہ باہر قبرستان سے تشریف لا رہے تھے۔ (اپنے فوت شدہ صاحبزادگان کو توجہ دے کر) آپؒ کا وجود شریف شمع کی مانند مکمل چمک رہا تھا۔

آٹھویں دفعہ اور آخری بار: جب آپؒ کا جنازہ پڑھنے کے بعد آپؒ کو زیارت کے لیے گورنمنٹ نارمل سکول میں رکھا گیا تھا۔ میں نے چہرہ انور کی زیارت کی۔ سراپا نور تھا اور رنگین اور سفید جواہرات سے مرصع تھا۔ آپؒ کی کرامت حد و حساب سے باہر ہیں اور کرامات چونکہ تقویٰ کا نتیجہ ہیں لہٰذا مقصود بالذات بھی نہیں تاہم واقعہ درج ذیل ہے۔

جنّات سے ملاقات

بابو محمد زاہد صاحب ذکر کرتے ہیں کہ وہ گجرات حاضر ہوئے۔ ایک روز کوئی آدمی ایک لڑکی کو ساتھ لیے ہوئے حضرت صاحبؒ کے متعلق دریافت کرتا ہوا مکان پر پہنچا۔ اس نے عرض کیا کہ لڑکی کو آسیب کی تکلیف ہے۔ اور جن کہتا ہے کہ میں ان کا مرید ہوں وہ فرما دیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ آپؒ نے اس جن سے دریافت کیا کہ اس کا نام کیا ہے اور وہ کہاں مرید ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میرا نام غلام رسول ہے اور میں معین الدین پور مسجد میں بیعت ہوا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ شریعت محمدیہ میں نامحرم عورت کو ستانا منع ہے جا چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور لڑکی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

Marfat.com

خواجہ سیدویؒ کا روحانی شاہکار

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ محبوبیہ کی بچی کھچی نشانیوں میں سے ایک عمدہ نشانی تھے۔ (آپؒ) جب سکول کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو طلب حق پیدا ہوئی۔ جہاں کوئی بزرگ سنتے حاضر ہوتے مگر تسلی نہ ہوتی۔ اسی بیقراری کے عالم میں ایک مجذوب فقیر (سائیں) بہار شاہ نامی کے پاس گئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا۔ "فکر نہ کرو۔ عنقریب تمہیں ایک مرد کامل ملنے والے ہیں"۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں آن ذات گرامی (خواجہ صاحب سیدویؒ) کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ لیکن بوجہ نام و مقام سے ناواقف ہونے کے منتظر رہا کہ اس خواب کی تعبیر کا ظہور کب ہوتا ہے۔ چنانچہ آپؒ (خواجہ صاحب سیدویؒ) موضع گمٹالہ ضلع امرتسر میں تشریف فرما ہوئے۔ مشہور ہوگیا کہ وہاں ایک بزرگ آئے ہوتے ہیں۔ زیارت کے لیے میں بھی حاضر ہوا۔ آپؒ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ "وہ بات ٹھیک ہے جو تم نے (خواب میں) دیکھی ہے"[۲]۔

حضرت مولانا حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کو جب حضور انور سیدویؒ قدس سرہ نے اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا تو حضرت مولاناؒ نے بطور عذر عرض کیا کہ بندہ اس عظیم کام کا اہل نہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ "مولوی صاحب! جن لوگوں نے آپؒ سے بیعت ہونا ہے ان کی ارواح میرے سامنے سے گزر رہی ہیں۔ اور جب یہ کام اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو پھر یہ عذر کیسا؟"۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگئے[۱]۔ ایک دفعہ حضرت مولانا حبیب اللہ علیہ الرحمۃ نے حضور انور (خواجہ سیدویؒ) قدس سرہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ انہوں نے خط دیکھتے ہی فرمایا۔ "یہ اس عزیز کا خط ہے جو ازلی سعید ہے"۔

---

[۱] - آپ حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کے پیشوا حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند ہیں، ۱۹۷۴ء میں وصال فرمایا۔

[۲] - مولانا صاحبزادہ صدیق احمد: ذکر محبوب ص، ۱۴۵، ۱۴۶،

[۳] - ایضاً۔ ص، ۱۹۰،

Marfat.com

ازاں بعد جواب میں تحریر کیا "تم جلدی آؤ۔ کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اور آن عزیز کے لیے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حکم ہے اور بشارت ہے"۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ حاضر ہوئے اور فیوضات سے بہرہ ور ہوئے [1]

(حضرت مولانا حبیب اللہ علیہ الرحمۃ) قصبہ مجیٹھہ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ سب سے پیچھے (اپنے شیخ کی خدمت میں) آئے۔ اور سب سے آگے نکل گئے۔ حبّ شیخ کا یہ حال تھا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب میں رہنے کے خیال سے وطن مالوف کو چھوڑ کر گجرات ہی میں ملازمت اختیار کی۔ اور آخردم تک وہیں قیام کیا۔ کلاہ یافتہ، صاحب اجازت اور صاحب سلسلہ تھے۔ اپنے شیخ کی طریقت کی بہت عمدہ نشانی تھے۔ صورت وسیرت میں حد درجہ جاذبیت تھی۔ صفت حلم کا اتنا غلبہ تھا کہ جمال کے پیکر معلوم ہوتے تھے۔ نہایت سلیم الطبع، صاحب ذوق اور حبّ شیخ میں بہت بلند اور ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ اسم بامسمّٰی تھے اور اپنے دور میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ گجرات اور گرد و نواح میں آپؒ کے چشمۂ فیض سے ہزاروں خواص و عوام نے اپنی روحانی پیاس بجھائی۔ اور سیراب ہوئے۔ ابھی حال ہی میں انتقال فرمایا [2] اور گجرات ہی میں آپؒ کا مزار پُر انوار ہے۔ جو عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے۔

حضرت مولانا میری نظر میں

حضرت قبلہ عالمؒ (خواجہ صاحب سیدویؒ) کے دیگر خلفاء کے علاوہ مجھے ذاتی طور پر قریب سے قریب تر رہ کر ان کا مطالعہ کرنے کا بہت زیادہ موقعہ ملا ہے۔ میرے اور حضرت کے اتنے گہرے روابط تھے کہ ان کی طریقت کا کوئی پہلو مجھ سے پوشیدہ نہ رہا تھا۔ اور ان کی طریقت کے تمام پہلو اجاگر ہو کر میرے سامنے آئے تھے۔ میرے اور ان کے روابط کی گہرائی کوئی مصنوعی اور بناوٹی بات نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک فطری تقاضا تھا۔ اس میں کسی کوشش کو بھی دخل نہ تھا۔ یہ ایک فطری کشش تھی جو کشاں کشاں قریب سے قریب تر کرتی گئی۔ وہ میرے حضور قبلہ عالم (خواجہ صاحب سیدویؒ) کا ایک روحانی شاہکار تھے۔ اور میں ان کے محبوب پیر و مرشد کا ایک نقش تھا۔ کسی منزل یا کسی شخص کے محبوب بن جانے کے بعد وہ منزل اور وہ شخصیت ہی محبوب نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ نقش اور اوروہ جادے بھی محبوب بن جاتے ہیں۔ جو اس منزل کے حصول کا ذریعہ رہے ہوں۔ ہر وہ چیز جو محبوب منزل اور محبوب شخصیت سے تعلق

---

[1] ذکر محبوب، ص، ۱۹۱،

[2] یہ مضمون حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی وفات ۱۹۶۱ء کے تھوڑے عرصہ بعد لکھا گیا تھا۔

Marfat.com

رکھتی ہو اس راہ کے مسافر کو حسین اور محبوب نظر آنے لگتی ہے۔ منزل اور محبوب کا مخبر قاصد، مبشر اور ذاکر غرض کہ اسے ہر ایک چیز سے دلچسپی ہوتی ہے۔ ایسی منزل اور محبوب کے ذکر کا تواتر اسے حقیقی راحت عطا کرتا ہے۔ ایسے راہی کے لیے کسی گانے والے کا ایک ایسا گیت یا کوئی ایسی راگنی سننے سے جس میں محبوب سے کسی قسم کا تعلق ہو۔ جذبات میں اشتعال اور زیر و بم پیدا ہو جاتا ہے اور جذبات کی یہ شدّت اور تیزی اسے سفر کی تھکان اور اس راہ کی صعوبتیں کبھی بھی محسوس نہیں ہونے دیتی۔ مستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے راہِ شوق کے خار بھی عزیز ہوتے ہیں، اور وہ ان کی لذت زخم سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ مجنوں کے وہ شعر ہماری تاریخ ادب میں کس قدر افادیت کے حامل ہیں۔ جن کے ذریعہ اس نے لیلےٰ کے شہر کے در و دیوار چومنے کی حکمت بیان کی تھی۔ اس دیوانگی کو وہ عین حکمت قرار دیتے ہوئے بولا۔ کہ مجھے اس شہر کی جاذبیت اور کشش نے مسحور نہیں کیا بلکہ میری مشغولیت کی وجہ وہ ذات ہے جو اس شہر میں قیام پذیر ہے ......

وما حبّ الدّیار شغفن قلبی ٭ ولکن ذوا لجدار و ذوا لجدار[1]

ایسے عاشق مسافر کو منزل کے حسن و جمال ہی سے شغف نہیں ہوتا۔ بلکہ ان آثار و نقوش سے بھی دل چسپی ہوتی ہے جو منزل کے حسن و جمال کا آئینہ اور پرتو ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کا شمار بھی ایسے ہی عشّاق کی صف میں ہوتا ہے۔ ان کی طریقت کی بنیاد صرف اوراد و وظائف پر نہ تھی بلکہ شیخ کے عشق و محبت پر تھی، اور اصل طریقت و بنیاد یہی عشق و محبت ہے مریدِ صادق کی ساری زندگی کا محور صرف اور صرف شیخ کی ذات ہوتی ہے، اور وہ شیخ کے ارشاد کو اپنے خدا کا حکم سمجھ کر بجا لاتا ہے۔ وہ کائنات کی جملہ متاع کے سامنے کوئے دوست کے ذرۂ خاک کو ترجیح دیتا ہے ؏

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر و حور ٭ با خاکِ کوئے دوست برابر نمی کنم

(حافظ شیرازی)

اور صرف اس لیے کہ شیخ اس کا محبوب ہوتا ہے، اور وہ وصالِ محبوب کے مقابلہ میں بہشت اور اس کی نعمتوں کی طرف متوجہ ہونا آئینِ محبّت کے خلاف خیال کرتا ہے۔ وہ عالمِ مستی میں یوں نعمہ زن ہوتا ہے ....

چونکہ اندر ہر دو عالم یار می باید مرا ٭ با بہشت و دوزخ و با حور و با غلمان چہ کار

(حافظ شیرازی)

---

[1] دوسرا مصرع یوں بھی ہے: ولکن حبّ من سکن الدیار ۔ (مظہر)

Marfat.com

حضرت مولاناؒ کا حال بھی یہی تھا۔ ان کی رگ رگ اور نس نس میں شیخ کی محبت رچی ہوئی تھی۔ نہ صرف شیخ کی محبت بلکہ ان کے آثار و نقوش پر بھی پروانہ وار فدا ہوتے۔ اور ان میں انھیں جلوۂ محبوب نظر آتا تھا۔

میں تو ان کے محبوب مرشد کی نسباً اور نسبتاً چلتی پھرتی نشانی تھا۔ میری ذات سے تو انہیں ایک والہانہ محبت ہونا، ان کی طریقت اور محبت کا فطری تقاضا تھا۔

مجھ سے والہانہ محبت

صوفی محمد اسحاق صاحب ساکن گوجرانوالہ جو حضرتؒ کے ایک صاحب بصیرت مخلص ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہاں اس راقم کا ذکر چھڑ گیا، اور دوران ذکر آپؒ نے صوفی صاحب سے مخاطب ہو کر استفہامیہ انداز میں فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس راقم کی جوتیوں کو غور سے دیکھا ہے؟ عرض کیا "نہیں"۔ فرمایا "جس طرف سے قبلۂ عالم کی جوتی گھستی تھی اسی طرف سے ان کی بھی جوتی گھستی ہے"۔ کتنا تطابق ہے۔ لیکن آثار محبوب اور دیار محبوب سے کتنا گہرا لگاؤ اور کتنی اتھاہ محبت تھی۔ اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیے

دربار محبوب حضرتؒ کی نظر میں

میں نے ایک بار حضرتؒ سے دریافت کیا کہ سیدا شریف کا آپؒ کی نظر میں کیا مقام ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ الحمد للہ! جس طرف سجدہ کرتا ہوں سیدا شریف بھی اسی طرف ہے۔

افتخار احمد صاحب جو حضرت کے آخری ایام میں خدمت پر مامور تھے اور غالباً ابھی وہ وہیں موجود ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ آپؒ عرس شریف پر حاضر ہونے کے لیے گرم سفر تھے۔ سیدا شریف کے قریب پہنچے بارش کا موسم تھا۔ کار بوجہ بارش کیچڑ میں دھنس گئی۔ اور کوشش کے باوجود بھی نہ نکل سکی تو آپؒ کار سے اتر کر سیدھے سیدا شریف کی طرف چل پڑے۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے آپؒ سے عرض کیا کہ آپؒ کار کو یہیں چھوڑ کر چل دیے۔ اس کی طرف آپؒ نے توجہ نہیں کی۔ آپؒ نے فرمایا "جب پیر خانہ نظر آجائے تو پھر کسی اور طرف توجہ دینا طریقت میں حرام ہے"۔

میاں عزیز الدین صاحب لاہوری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بار حضرتؒ کے ہمراہ برائے شمولیت عرس، کچی سڑک پر رواں دواں جا رہے تھے، اور راستے کی گرد اڑ اڑ کر ہم پر پڑ رہی تھی۔ حضرت نہایت لطیف طبع اور نازک مزاج تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت گرد بہت ہی اڑ رہی ہے۔ آپؒ نے فرمایا: "عزیز یہ گرد جس پر پڑ جائے گی وہ بے حساب بخشا جائے گا"۔

پیر خانے کے عرس سے محبت

عمر بھر اس تقریب میں حاضر ہونا فرض سمجھا۔ سال بھر اس

تقریب کا انتظار رہتا تھا۔ جوں جوں یہ تقریب قریب آتی۔ آپؒ کا ولولہ شوق تیز سے تیز تر ہو جاتا۔ عرس شریف کی تقریب کو وصل محبوب سے تشبیہہ دیتے۔ عرس شریف کے انتظامی امور میں گہری دلچسپی لیتے۔ اپنے متوسلین اور متعلقین کو شرکت کی ترغیب دل نشین انداز میں دیتے۔ جن مخلصین کے پاس کرایہ نہ ہوتا۔ اپنی جیب سے ان کا کرایہ ادا کرتے۔ دعوت نظارہ عام ہوتی خیال یہ ہوتا کہ اس نظارۂ محبوب سے کوئی محروم کیوں رہے۔ تقریب عرس کے موقعہ پر آپؒ کے مکان پر آپؒ کے مخلصین کا ہجوم ہو جاتا۔ جو پروانہ وار کھنچے چلے آتے تھے۔ عرس کے دن آپؒ کو صرف یہی ایک کام ہوتا تھا کہ ہر آنے والے کو سیدا شریف بھیجتے تھے، اور جب سب آچکتے تھے تو آخر کار اپنے تمام اہل وعیال بیٹوں، بیٹیوں، پوتیوں اور شیر خوار بچوں کے ہمراہ آستانۂ محبوب پر آپہنچتے۔ اس وقت آپؒ کی زبان پر یہ مصرع ہوتا ہے ؎

ان کے در پر آ پڑے ہیں جن کے کہلاتے ہیں ہم

اس عرس پر حاضری کی اہمیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے جناب محمد مسعود احمد صاحب اچانک شدید طور پر بیمار ہو گئے اور وہی دن سیدے شریف میں عرس شریف کا تھا۔ ایسی صورتوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ والدین کا تمام صبر وقرار رخصت ہو جاتا ہے اور ان کا تمام دھیان صرف ایک ہی طرف لگ جاتا ہے مگر اللہ دے حبِّ شیخ کی پختگی اور استقامت کہ اگرچہ اسی روز بیٹے کو لاہور کے ایک ہسپتال میں داخل کرانا پڑا تھا پھر بھی شام کو آپ سیدا شریف پہنچ گئے۔ اور مجلس عرس شریف میں شریک ہوئے۔ مزید یہ کہ چہرۂ انور پر گھبراہٹ کے آثار مطلق نہ تھے، اور لب پر کوئی شکوہ نہ تھا۔ صبر وتحمل کے کوہ پیکر ثابت ہو رہے ہیں۔

لفظ "محبوب" سے پیار

میں نے قبلہ عالم (خواجہ صاحب سیدوی) قدس سرہ کے سوانح کا یہ مسوّدہ لکھ کر پیش کیا۔ اور میں نے اس کا نام "ذکر محبوب" رکھا تھا۔ اس کے پہلے صفحہ پر لفظ "محبوب" دیکھ کر بے خود سے ہو گئے۔ اسے بار بار بوسہ دیا، سر پر رکھا، سینے سے لگایا۔ غرضیکہ آپؒ کی ہر مجلس، ہر بزم، ہر نشست دیار محبوب، آثار محبوب اور مقام محبوب کے ذکر سے آراستہ ہوتی تھی، اور جب یہ ذکر چھڑ جاتا تھا تو سردیوں کی طویل راتیں ختم ہو جاتی تھیں لیکن یہ ذکر ختم نہ ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ عمر بھر ختم نہ ہوا [1]

---

[1] مولانا صاحبزادہ صدیق احمد علیہ الرحمۃ: ذکر محبوب ص ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، اور ۲۷۸ سے منقول ہے (مرتب)

Marfat.com

آپؒ رسمی پیر نہ تھے

یہ بندہ پر تقصیر جناب مولوی ظہور احمد صاحب ساکن موضع سیہرے (تحصیل پھالیہ) کے ساتھ ایک دن گجرات شہر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ کہ مولوی صاحب مذکور نے بندہ سے کہا کہ آپ میرے ہمراہ حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ صاحب کے پاس چلیں۔ منڈی بہاؤالدین کے ایس ڈی ایم (   ) جناب خالد محمود صاحب[1] حضرت صاحبؒ موصوف کے گاؤں کے ہیں۔ آپؒ مجھے حضرت صاحبؒ سے خالد محمود صاحب کی طرف ایک رقیمہ سفارش لکھوادیں۔ کیونکہ میں منڈی بہاؤالدین میں ایک مسجد کا خطیب ہوں۔ اور وہاں مجھے بعض امور کے لیے گاہ بگاہ خالد محمود کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ بندے نے جناب مولوی صاحب کے آگے صحیح عذر پیش کیا۔ کہ حضرت صاحبؒ سے بندہ کا تعارف یا ملاقات آج تک نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب کہنے لگے کہ آنجناب آپؒ کو غائبانہ طور پر جانتے ہوں گے۔ یہی کافی ہے اور انسان اپنے مطلب میں مجنون ہوتا ہے کے مصداق ان کا اصرار بڑھتا گیا۔

چنانچہ بندہ ان کی خاطر ان کے کام کی نیّت سے حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپؒ کی بیٹھک شریف میں آپ سے ملاقات نصیب ہوئی۔ حضرت صاحبؒ قبلہ نے بندہ کو مخاطب کر کے پوچھا" آپ کیسے آئے؟ بندہ نے عرض کیا کہ دعا اور دوا کے لیے۔ لیکن پھر معاً یہ سمجھ آئی کہ آنے کا جو ارادہ تھا وہ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ آنے تک تو خیال تھا کہ ایک رسمی سی شخصیت ہوگی۔ اور ہم ایک رسمی سی بات

---

[1] ۔ جناب خالد محمود ولد پروفیسر فیروز دین صاحب موضع مغلانی کوٹ ضلع امرتسر کے رہنے والے ہیں۔ ان کی والدہ امینہ بی بی کے والد خلیفہ ابراہیم چٹھی رساں تھے۔ اور موضع مجیٹھہ ضلع امرتسر کے باشی تھے۔ چنانچہ خالد محمود صاحب اس وجہ سے اکثر اپنے نانا کے پاس مجیٹھہ آتے رہتے تھے۔ مگر ان کے والد ان کے زمانہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ لہٰذا قبلہ گاہی ان کو نہیں جانتے تھے۔ یہ خالد محمود صاحب کافی عرصہ منڈی بہاؤالدین میں رہے مگر انہوں نے آج کل گڑھی شاہو لاہور میں اپنی کوٹھی بنالی ہے۔ اور یہاں قیام پذیر ہیں۔ وہ جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام علی صاحب چودھری کے قریبی رشتہ دار ہیں۔

کریں گے۔ لیکن اب ملاقات کے اوّلین تاثر سے اور آپؒ کے اوّلین سوال سے بطورِ عرفان حق یہ واضح ہو گیا کہ آپؒ کے پاس ایک حقیقت ہے رسم نہیں۔

چنانچہ آپؒ نے دعا فرمائی۔ اتنی لمبی کہ کم سے کم کہوں تو دس منٹ تھی۔ بعد از دعا آپؒ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھیں اور خود اندرونِ خانہ تشریف لے گئے۔ پھر پانچ یا سات منٹ کے بعد آپؒ تشریف لے آئے اور بندہ کو چادر کے پردے میں پچاس روپے (۵۰/-) مرحمت فرمائے۔ بندہ نے چاہا کہ نہ لیے جائیں مگر آپؒ نے ارشاد فرمایا "میرے فیض کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے" تو بندہ نے لے لئے۔

اس مجلس میں ہم تین آدمی آپؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک بندہ دوسرے مولوی ظہور احمد صاحب اور تیسرے حکیم مختار احمد صاحب سلطانی دواخانہ والے۔ اور یہ مذکور واقعہ کے بعد آپؒ نے ان میں سے اس عاجز کو مخاطب کر لیا اور ذکر مع الفکر اور صحبت کے مسئلہ پر گفتگو شروع فرمائی۔ یہاں غالباً آپؒ کے من و عن الفاظ بندہ سے ادا نہ ہو سکیں لیکن مضمون وہی درج ہے۔

آپؒ نے فرمایا "صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قرب الٰہی جمیع اولیائے امت پر اس لیے سابق اور فائق ہے۔ کہ لطائف ستہ یعنی ۱۔ لطیفہ قلب جو کہ زیر پستان چپ واقع ہے، ۲۔ لطیفہ روح جو کہ زیر پستان راست ہے، ۳۔ لطیفہ سِر، جو کہ مابین قلب اور روح کے ہے، ۴۔ لطیفہ نفس جو کہ زیر ناف ہے، ۵۔ لطیفہ خفی جو کہ پیشانی میں ہے اور ۶۔ لطیفہ اخفیٰ جو کہ دماغ میں ہے، اور فنا، بقا اور جذبہ و سلوک کے مقامات جو قرب ولایت کے مبادی اور اسباب ہیں یہ سب کے سب ایک صحبت نبویؐ میں حل ہو کر مطلوب حقیقی تک فوراً پہنچ جاتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کی صحبت کا اثر قوی تھا۔ دو طریق پر، ایک ظاہراً[۱] ایک باطناً[۲]

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک حوض ہو۔ اس سے چشمہ پھوٹے جس کا پانی رنگ، اور صفائی میں بہترین ہو۔ یہ حوض قلب ہے اور یہ چشمہ باطن ہے۔ اور ظاہر کی مثال یہ ہے کہ اسی حوض میں باہر سے

---

[۱] جیساکہ مضمون کی آئندہ عبارت سے واضح ہوتا ہے طریق ظاہر سے مراد حواس خمسہ ظاہری ہیں۔ یعنی قوت، باصرہ، سامعہ[۲]، لامسہ[۳]، ذائقہ[۴]، اور شامہ[۵]، یہ صحبت نبویؐ کی ظاہری فضا سے متاثر ہوتے تھے (مرتب)

[۲] طریق باطن سے مراد حواس خمسہ باطنی ہیں جو لطائف خمسہ عالم امر بھی کہلاتے ہیں، اور وہ یہ ہیں۔ ۱۔ قلب ۲، روح ۳، سِر، ۴، خفی، ۵، اخفیٰ، یہ صحبت نبویؐ کی باطنی تاثیر سے فیضیاب ہوتے تھے۔ شرح صاحب مضمون کی اگلی عبارت میں ملاحظہ کریں۔ (مرتب)۔

بھی کچھ نالیاں آتی ہوں۔ جو باہر سے بھی پانی لاکر اندر گراتی ہوں لہ لیکن یہ خارج سے آنے والا پانی گندا بھی ہو سکتا ہے اور صاف بھی ہو سکتا ہے۔

اب اگر خارجی پانی گندا ہو مگر مغلوب رہے اور چشمہ کا پانی جو بہہ رہا ہے غالب رہے تو اس پانی کو صحیح اور درست سمجھا جائے گا۔ اور اگر گندا پانی غالب ہو اور چشمہ کا پانی مغلوب ہو جائے تو اس حوض کے پانی کو ناپاک اور ناقابل استعمال سمجھا جائے گا۔

یہ مثال بلا تشبیہہ صرف نظیر کے طور پر پیش کی ہے۔ آپ یوں سمجھئے کہ صحبت نبوی کا اثر جب قلوب صحابہؓ تک پہنچا۔ تو ان کے قلب کے حوض میں نور کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ اور ان کے حواس خمسہ جو کہ ان کے شہر جسم کی پانچ نالیاں تھیں اور جن کے ذریعہ پہلے برے خارجی حالات اور افعال جو گندے پانی کی مانند ہیں۔ ان کے قلب کے حوض میں آکر گرتے تھے۔ اب ظاہر صحبت نبوی کی برکت سے وہ بھی خارج سے برائی وصول کرنے سے رک گئے۔ کیونکہ ان کی زبان قال اللہ وقال الرسولؐ میں مصروف ہوگئی۔ ان کے کان بھی یہی سننے میں مشغول ہوئے ان کی آنکھ روئے نبویؐ کے انوار کی دید میں محو ہوئی۔ ان کا ناک وہ خوشبو سونگھنے لگا جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک میں تھی یا جسے جنت کی ہوائیں لاتی تھیں۔ اور ان کی قوت لامسہ آپؐ کے جسم مبارک کو چھوتی تھی۔ چنانچہ اس طرح ان کے ظاہر پر اثر پڑتے سے ان کے باطن پر بھی اثر پڑتا تھا۔

مختصر یہ کہ صحابہ کرامؓ کے حواس خمسہ ظاہری کی ساری فضا صحبت نبویؐ کے نورانی افعال واقوال اور کیفیات سے معمور تھی۔ چنانچہ ان نالیوں کے ذریعہ جو پانی ان کے حوض قلب میں آکر گرتا تھا۔ اس سے ان کے حوض قلب کے اندرونی چشمہ کے پانی کی صفائی، حلاوت اور رنگ میں متواتر اضافہ ہوتا تھا لیکن صحبت نبویؐ کے یہ اثرات خلفائے راشدین کے دور تک قوی رہے ازاں بعد ان میں کچھ کمی ہونے لگی تو مجتہدین تصوّف نے ذکر مع الفکر، سلوک کے طرق متعددہ اور معمولات کی حدبندی فرما کر اس کمی کو پورا کیا۔ اور ظاہر اور باطن کی صالح تربیت کا بندوبست کیا۔

آپؒ کی اس گفتگو کے بعد بندہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ جو ارادہ لے کر آیا تھا اس پر ندامت ہوئی تو آپؒ نے فرمایا "اب دعا تو ہوئی۔ دوا سے کیا مطلب تھا؟" بندہ نے شرم ساری کے ساتھ کہہ دیا کہ میرے ساتھ جو مولوی ظہور احمد صاحب حاضر خدمت ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خالد محمود صاحب کے لیے حضرت

لہ۔ حوض سے مراد قلب ہے۔ چشمہ حواس خمسہ باطنی سے عبارت ہے اور خارجی نالیاں حواس خمسہ ظاہری ہیں۔ حوض یعنی قلب ان دونوں سے متاثر ہوتا ہے۔ (مرتب)

صاحبؒ سے رقعہ لے دیجیئے۔ قبلہؒ نے فرمایا "میں خالد محمود صاحب کو یا ان کے والد صاحب کو نہیں جانتا۔ کیونکہ عرصہ بعید سے گجرات میں ہوں"۔ ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایک خالد محمود کیا آپ کے قدموں میں ہزاروں خالد محمود ہوں گے لے آپ آئندہ ایسا خیال نہ فرمایئے[2] آپ کے ان ارشادات اور آپ کے فیضان توجہ سے بندہ کی کیفیت دگرگوں ہو گئی۔ اور قلب میں شدید احساس بیدار ہوا کہ ۔۔۔ ہ

ثباتے ندارد جہاں اے پسر ✤ بغفلت مبر عمر در وے بسر

ترجمہ: اے بیٹے اس جہاں کو ثبات اور قرار نہیں۔ اس لیے اس میں عمر کو غفلت سے بسر نہ کر۔

یہ عالم عالم فانی ہے۔ اس میں ہرگز کسی کو بقا نہیں۔ ہر ایک متنفس و غیر متنفس فنا ہونے والا ہے۔ کیا حیوانات کیا جمادات اور کیا نباتات سب کے سب معدوم ہونے والے ہیں۔ زندگی چند روزہ ہے اس پر اعتماد کرنا اور نفس کو بالکل اس میں مستغرق اور مشغول کرنا دانا آدمی کا کام نہیں۔ ہ

۱۔ ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید ✤ ز جام دھر مئے کل من علیہا فان[3]

۲۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ✤ عَجِّلُوا لِلنَّجَاةِ قَبْلَ الْفَوْتِ

ترجمہ: (۱) جو کوئی پیدا ہوا ہے اسے چار و ناچار زمانے کے جام سے کل من علیہا فان (روئے ارض پر جو مخلوق بھی ہے فنا ہونے والی ہے) کی شراب پینی پڑے گی۔

۲۔ ہر ذی روح موت کا ذائقہ ضرور چکھے گا لہٰذا مرنے سے پہلے نجات کے لیے جلدی کرو۔

ہرگز ہرگز اس عالم پر وثوق نہ کرنا۔ ہرگز ہرگز اس کی دل بہلانے والی صورت اور حسین شکل پر مائل نہ ہونا۔ اور اپنا دین و ایمان نہ کھونا۔ یہ دنیا بڑی مکارہ ہے۔ اس کو جوان خیال نہ کرنا۔ یہ پیر ہزار سالہ ہے۔ اسے آخرت کی کھیتی بناؤ۔ اگر اعمال صالحہ کا پودا لگاؤ گے تب اچھا پھل پاؤ گے اور اگر اعمال بد کا بیج ڈالو گے تب جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا[4] والا معاملہ بنے گا۔ اگر جو بیجو گے تو گندم ہرگز نہ اٹھاؤ گے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل ذرۃ شرا یرہ[5]۔ ترجمہ: تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس

---

[1]۔ دعا دی ہے۔

[2]۔ یعنی کسی کی طرف سفارش کا رقعہ لینے نہ آیئے۔

[3]۔ القرآن: الرحمٰن: ۵۵

[4]۔ ترجمہ۔ برائی کی جزاء اسی طرح کی برائی ہے۔

[5]۔ القرآن: الزلزلۃ: ۷

Marfat.com

نے ذرّہ بھر برائی کی ہوگی۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔

جو صاحبان اعمال بد کر چکے ہیں۔ اور اب اپنے کیۓ پر پشیمان ہیں کیا ان کے لیے کوئی راہ نجات ہے یا نہیں؟ ہاں کیوں نہیں توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا ہی بدکار ہو، خواہ وہ کیسا ہی بداعمال اور زشت افعال ہو، جب عاجزی سے اپنے گناہوں کا منفر ہو کر اپنے خالق کے آگے سچّے دل سے خشوع و خضوع سے توبہ کرے تو فوراً خداوند کریم جو ستّار العیوب اور غفّار الذنوب ہے یعنی عیبوں کا پردہ پوش اور گناہوں کو بخشنے والا۔ وہ ضرور گناہوں کو معاف کر دے گا۔ ؎

باز آ باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ ٭ ور کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ٭ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ: واپس آ واپس آ تو جو کچھ بھی ہے واپس آ، اور اگر تو کافر ہے آتش پرست ہے اور بت پرست ہے پھر بھی واپس آ۔

ہماری یہ درگاہ ناامیدی و مایوسی کا مقام نہیں ہے اس لیے تو نے اگر سو بار توبہ توڑ دی ہے تب بھی واپس آ۔

اگرچہ خداوند کریم توبہ سے گناہ بخش دیتا ہے۔ تاہم آدمی کو خود بھی کچھ خیال کرنا چاہیۓ۔ بھلا جب اس کی ہم پر اتنی نوازشیں اور مہربانیاں اور شفقتیں ہیں تو ہمیں بھی اس کی اطاعت لازمی ہے آدمی سے جہاں تک ہو سکے اسے چاہیۓ کہ اس ناپائیدار دنیا کا خیال چھوڑ دے اور اپنے مہربان خدا کی تابعداری میں روز و شب مصروف رہے۔ یہ دنیا تو آدمی کے لیے آزمائش اور امتحان ہے۔ لیبلو کم ایکم احسن عملاً[1] ترجمہ: تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔

جو شخص اس امتحان اور آزمائش میں پاس ہو گیا وہ دارین میں بخوشی و خرّمی رہا۔ اور اگر فیل ہو گیا تو خسر الدنیا والاٰخرۃ[2] کا مصداق بن گیا۔ اس دنیا سے مراد ظاہری اسباب معیشت نہیں بلکہ ان میں ہمہ تن مصروف ہونا ہے۔ اس طرح کہ خدا کی یاد سے مطلق غفلت ہو جائے۔ جو آدمی اسباب معیشت میں بھی مصروف رہے اور اعمال صالحہ میں بھی حتی الوسع کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

۱ے۔ القرآن: الملک: ۲

۲ے ترجمہ: دنیا اور آخرت کا نقصان۔

تو اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ کیونکہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ خذ من الدنیا نصیبک[1] کہ آپ بھی اس دنیا سے اپنا حصہ حاصل کریں تو ثابت ہوا کہ اسباب معیشت میں بالذات کوئی نقص نہیں بلکہ یہ لبسا اوقات مفید رہتے ہیں۔

ان احساسات اور خیالات کا ایک سلسلہ نہایت سرعت سے میرے قلب و ذہن پر چھا گیا۔ اور باوجود اس کے کہ میں حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کیفیات میں اور ہی وادیوں میں سرگرداں تھا۔ حتیٰ[2] کہ بندہ نے آپ کے حضور یہ گزارش کی کہ بندہ جس ارادے سے آیا ہے۔ وہ غلط تھا۔ معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ ایسی بے لسبی بھی نہیں[2]۔ جس مرد خدا سے آپ کا تعلق ہے[3] اس کی روحانی توجہ دینا۔ برزخ اور قیامت میں ساتھ رہے گی۔ خاص فکر نہیں،" اور اجازت فرما دی"۔

بندہ بمعہ دونوں ساتھیوں کے بیٹھک شریف سے باہر آیا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت نے جو کلام فرمایا ہے۔ اس کا مطلب کیا تھا۔ بندہ نے جواب دیا "ایسی زبان نہ تھی کہ بندہ کو سمجھ آئے اور آپ کو نہ آئے۔ کیونکہ اس کلام میں اردو زبان اور پنجابی زبان ہی کے الفاظ تھے دیگر کوئی انجانے الفاظ نہیں تھے۔

چند روز کے بعد بندہ پھر خالص حاضری کی نیّت لے کر آپؒ کے آستانے پر پہنچا۔ بندہ کے ساتھ تین مولوی صاحبان اور بھی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں مولوی عبدالرحمٰن صاحب، مولوی نذیر احمد صاحب اور مولوی محمد اعظم صاحب، ہم آپؒ کی بیٹھک شریف میں چٹائی پر بیٹھ گئے۔ وہاں ایک اور بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ ان سے حضرت صاحبؒ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپؒ بہت بیمار ہیں۔ اور آپؒ کے معالج حکیم سید سوہنے شاہ صاحب نے آپؒ کو عام ملاقاتوں سے منع

---

[1] ۔ حدیث نبوی: لا تنس نصیبک من الدنیا۔
ترجمہ: دنیا میں سے اپنا حصّہ لے۔

[2] ۔ گویا واردات فکر جو صاحب مضمون کے قلب پر تھیں آپؒ ان سے کشفاً واقف تھے۔ اور انہی کے سیاق و سباق میں جواب دے رہے تھے۔ (مرتب)

[3] صاحب مضمون کے شیخ طریقت حضرت مولانا سیّد نور الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جو سرکار کیلیا نوالہ کے نام سے نہایت معروف ہیں اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ (مرتب)

Marfat.com

کیا ہوا ہے۔ نیز یہ کہ آپؒ کو فالج کی تکلیف ہے۔ بدیں وجہ باہر تشریف نہیں لا سکتے۔

بندہ کو ملاقات سے محرومی کے خیال سے پریشانی ہوگئی۔ اور یہ اسی خیال میں تھا کہ اچانک آپؒ اپنے دو چھوٹے صاحبزادوں کے سہارے سے باہر تشریف لے آئے۔ اور بیٹھک کے اندر کے دروازے پر صحن میں کھڑے ہوگئے۔ ایک دوسرے مولوی صاحب کو میرے بارے میں اشارہ کیا کہ ان کو یہاں لائیں۔ بندہ دروازے سے باہر آیا اور آپؒ سے مصافحہ کیا۔ آپؒ نے فرمایا "تعلیم تو پہلے ہی آپؒ دے رہے ہیں۔ تربیّت بھی فرمایا کریں لے اور زیادہ کلام نہ فرمایا۔ البتہ دعا ہاتھ اٹھا کر بہت لمبی کی گئی۔ اور یہ اشارہ سے فرمایا کہ بیٹھک میں بیٹھیں۔ ہم بیٹھ گئے۔ پھر اندرون خانہ سے اپنے صاحبزادے صاحب کے ہاتھ بیس روپے بھیج دیے اور یہ کہا کہ پاس رکھیں۔ یہ روپے اب بھی بندہ کے پاس ہیں۔ جب حکومت نے نوٹوں کی تبدیلی کا اعلان کیا۔ بندہ نے تب بھی ان کو نہیں بدلوایا۔ کیونکہ بندہ سمجھتا ہے کہ آپؒ کا یہ فرمان کہ "پاس رکھیں"۔ بڑی برکات رکھتا ہے۔

اس کے بعد پھر کوئی ملاقات نہ ہوسکی۔ کیونکہ جلد ہی آپؒ واصل باللہ ہوگئے۔

لے۔ میرے نزدیک یہ الفاظ اجازت و خلافت پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے گرامی قدر صاحب مضمون مدظلہ کو ان کی توضیح کے لیے خط تحریر کیا۔ تو انہوں نے جواب میں لکھا۔

"اس کے ساتھ ایک اضافہ یہ بھی ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اپنے دست اقدس سے مجھے ایک ٹوپی بھی پہنائی تھی۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عبارت کا جس کے متعلق آپ نے لکھا ہے۔ جو مفہوم آپ سمجھیں اس کے متعلق آپ کو لکھنے کی مکمل اجازت ہے"۔

مازاں بعد ایک دوسرا خط ان کے صاحبزادے محمد عرفان مشہدی صاحب کی طرف سے موصول ہوا کہ حضرت گرامی منزلت جناب شیخ الحدیث مولانا جلال الدین شاہ صاحب مدظلہ کو ان کے شیخ طریقت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب سرکار کیلیانوالہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ جن اکابرین سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل ہوا ہے ان میں قبلہ گاہی حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کے علاوہ دیگر تین حضرات گرامی کے اسماء مبارک بھی شامل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ لائل پوری۔

۲۔ حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحب مراڑہ شریف، سیالکوٹ۔

۳۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی علی پوری علیہ الرحمۃ: (مرتب)

Marfat.com

حضرت مولانا صاحبزادہ مبارک محی الدین صاحب

مقبول ولی اللہ اور حق آگاہ درویش

حضرت قبلہ مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ چھٹی جماعت میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے۔ ہر صبح سکول کے اسباق شروع ہونے سے پیشتر جب سارے مدرسہ کی جماعتیں مدرسہ کی عمارت سے باہر کھلے میدان میں ایک بوڑھ کے درخت کے نیچے (اسمبلی کے لئے) جمع ہوتی تھیں تو حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ نہایت باوقار اور بزرگانہ انداز سے قرآن حکیم کی کسی آیت کی تلاوت فرماتے تھے اور پھر اس کے ترجمہ اور مختصر شرح کے بعد دُعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان ایام میں آپؒ کے بارے میں یہ دو ہی باتیں ہمارے ذہن میں تھیں۔ البتہ آپؒ کے بارے میں ایک تیسری بات میرے ذہن میں یہ بھی تھی کہ آپؒ میرے قبلہ گاہی حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے لحاظ سے مجھ پر بہت زیادہ مہربان ہوتے تھے۔

سن ۱۹۵۱ - ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں اس عاجز نے گجرات کے مقامی ڈاکخانہ میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اِن دنوں بھی آپؒ کی خدمت میں گاہ بگاہ حاضری ہوتی تھی۔ کیونکہ ان ایام میں آپؒ کی شخصیت کے بارے میں میرے دماغ میں ایک چوتھا تاثر بھی قائم ہو چکا تھا اور وُہ یہ تھا کہ آپؒ ایک برگزیدہ اور مقبول ولی اللہ بھی ہیں اور ایک حق آگاہ درویش بھی۔

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن جبکہ میری طبیعت بہت زیادہ پریشان تھی میں نے پوسٹ آفس میں بیٹھے بیٹھے ایک نظم بطور عرضداشت بدربار حضرت پیر پیران جناب غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ لکھ دی۔ پھر جب دوسرے دن جناب قبلہ مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو میں نے یہ نظم آپؒ کو سُنائی۔ ساری نظم سُننے کے بعد آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ "اتنی بڑی سرکار کے حضور میں آپ نے عرضداشت پیش کی ہے۔ مگر سلام عرض ہی نہیں کیا؟"

آپؒ اس وقت چار زانو تشریف فرما تھے۔ آپ نے (مراقب ہو کر) اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا۔ "لکھو" میں نے لکھنا شروع کیا تو آپ نے فارسی زبان کے پانچ یا چھ شعر فی البدیہہ[ل] لکھوا دیئے۔

ل وہ شعر صد ۲ کے نیچے حاشیہ پر درج ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

پھر آنکھ کھولی تو مسکرا کر فرمایا ۔ "آپ کی نظم اردو میں ہے ۔ مگر وہ شعر فارسی کے ہو گئے ہیں۔ ہمارا عجیب حال ہے کہ جانا کدھر چاہتے ہیں لیکن چلے کدھر جاتے ہیں ۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

گویا حضورؒ نے میری نظم میں سلام کے اشعار کی کمی کو اپنے ان فی البدیہہ اشعار سے پورا کر دیا ۔

میں نے یہ سلام اور اپنی عرضداشت لکھ کر آستانہ عالیہ بغداد شریف پوسٹ کر دیئے ۔ ساتھ ہی حضور قبلہؒ کا مختصر تعارف اور سرکار بغداد کی خدمت میں آپ کا سلام بھی لکھ دیا ۔ چند یوم کے بعد وہاں سے جواب آ گیا ۔ حضرت پیر محمد ابراہیم گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں وہاں نقیب الاشراف تھے ۔ انھوں نے جواب میں تحریر کیا کہ ہم نے آپ کی چھٹی دربار غوث پاک میں پڑھ کر سنا دی ہے ۔

تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ اس عاجز کو بغداد شریف کی کشش نے زیر کر لیا ۔ زادِ راہ پاس نہ تھا ۔ سوچتا تھا کہ کیا کروں ۔ اسی اثنا میں موسم گرما میں کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا ۔ تو وہاں زیارتی پاسپورٹ بنوایا ۔ یہ واقعہ بھی ایک کرامت ہے کہ میں ایک مسجد میں وہاں وضو کر رہا تھا کہ ایک صاحب صوفی محمد جمیل نامی آئے جن سے معمولی سی واقفیت وہیں کوئٹہ میں ہوئی تھی ۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ کے پاسپورٹ کی سیکیورٹی مبلغ -/۱۱۰ روپے ادا کر دوں گا ۔ چنانچہ انھوں نے رقم ادا کر دی اور میرا پاسپورٹ تیار ہو گیا ۔

ازاں بعد میں پنجاب میں واپس آیا اور قریب کے ایک گاؤں سے اپنے ایک واقف کار اسماعیل نامی کو بلایا ۔ اس کے پاس میری تین گائیں تھیں ۔ میں نے اس سے کہا کہ ان کو فروخت کر دو اور رقم مجھے کراچی میں ملّا ہاشم کے نام فلاں پتہ پر بھیج دینا ۔ پھر میں کراچی چلا گیا ۔ کراچی پہنچ کر بہت انتظار کیا مگر رقم نہ آئی ۔ ایک دن ملّا ہاشم نے کہا آپ ٹکٹ کیوں نہیں خریدتے ۔ میں نے کہا کہ رقم آنے والی ہے ۔ اس نے کہا "صبح میرے ساتھ چلیں اور ٹکٹ خریدیں ۔ جہاز جانے والا ہے ۔ رقم آتی رہے گی "۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے "۔

ل وہ شعر یہ ہیں :

السلام اے نورِ جانِ مصطفٰے　　　السلام اے نورِ چشمِ مرتضٰے
السلام اے دستگیرِ بیکساں　　　السلام اے چارۂ بے چارگاں
اے کہ ہستی مظہرِ انوارِ ھُو　　　السلام اے آیۂ لاتقنطوا
السلام اے مخزنِ اسرارِ ھُو　　　اے کہ نورِ پاک تو ہر چار سُو
چوں گرفتی دستِ من اے دستگیر　　　در پناہِ ذاتِ خود مارا بگیر

دوسرے دن ٹکٹ خرید لیا۔ پھر اس خیال سے بڑے ڈاکخانہ میں گیا کہ وہاں لکھ کر دے دوں کہ میرے بعد میرا کوئی منی آرڈر آئے تو وہ ملّا ہاشم کو دے دیا جائے۔ پھر جونہی کہ میں نے ڈاک خانے کے اندر قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے والی کرسی پر حضرت قبلہ مولانا حبیب اللہ صاحب علیہ الرحمۃ تشریف فرما ہیں۔ میں بہت حیران ہوا کہ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ پھر جب کرسی مذکور کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ صاحب جن پر مجھے آنجناب کی مشابہت کا شائبہ ہوا تھا آپ کے ایک مرید ہیں[لہ]۔ وہ مجھے خوب پہچانتے تھے۔ چنانچہ اُٹھ کر تپاک سے ملے۔ اور میرا مقصد آمد دریافت کیا۔ میں نے اپنا ماجرا سنایا۔

انھوں نے فوراً ڈپوٹی کلرک سے کہا کہ دیکھو ان کا کوئی منی آرڈر ہو تو لے آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سو روپے کا بیمہ لے آیا۔ اس پر ملّا ہاشم کو بھی یقین ہو گیا کہ رقم آجائے گی۔ چنانچہ میں نے وہ سو روپیہ کا بیمہ ملّا ہاشم کو دے دیا۔ اور خود بغداد شریف روانہ ہو گیا۔

اس سے پیشتر جب میں گجرات سے روانہ ہونے لگا تھا تو آنجناب نے فرمایا تھا کہ گھر سے رخصت ہونے کے بعد مجھے ملنا۔ چنانچہ اس عاجز نے اپنا سامان اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ پھر وہاں سے خود ٹانگا پر بیٹھ کر حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجھ سے مصافحہ کے بعد اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ اور کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو مجھے مبلغ گیارہ روپے دے کر فرمایا کہ وہاں[لہ] میں نے دریافت کیا کہ جناب وہاں ان کو کیا کروں۔ فرمایا۔ وہاں جو کچھ (اس کا مصرف) ہو گا درست ہو گا[لہ]۔

۱۹۵۶ء کے آخر میں یہ عاجز بغداد شریف کی حاضری سے مشرف ہوا۔ راہ میں ہر گام پر کمال پذیرائی ہوئی اور حضرت پیر ابراہیم گیلانی علیہ الرحمۃ سے ملاقات بھی نہایت پُر لطف رہی۔ یہ سب اس نگاہ لطف و احسان کا نتیجہ تھا جو میری پشت پناہ اور میری نگران تھی۔ اور جس کی توجہ سے اس بے سرو سامان کو اس حاضری کا یہ شرف حاصل ہو گیا تھا۔

لہ مرید کے اندر اس کے شیخ کا فیضان نسبت جو شیخ کے لطیفہ سے عبارت ہے اور مرید کی تمام تر تربیت کا متکفل ہے۔ شیخ کی غائبانہ توجہ سے اس کی مثالی صورت میں نظر آیا۔ اور اس نے شیخ کے اس مخصوص آدمی کی طرف رہنمائی کر دی جو اس وقت مدد کر سکتا تھا۔ (مرتّب)۔

لہ غالباً آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس رقم کو بغداد شریف آستانہ عالیہ پر پیش کر دیں۔ (مرتّب)

سلہ خواہ روضہ شریف پر غلّہ میں ڈال دیں خواہ سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں ہر طرح درست ہے (مرتّب)

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین صاحب قلعداری

بوسہ زن برآستان کاملے

میں نے جب اس دنیا میں آنکھ کھولی تو میرے چاروں طرف اس وقت ایک علم پرور ماحول تھا میرے بزرگوں نے موضع قلعہ دار میں کوئی ڈیڑھ صدیوں سے مدرسہ نظامیہ کی طرز پر ایک دینی درس گاہ قائم کر رکھی تھی جس میں دور دراز سے تشنگانِ آب زلال علم و حکمت آ کر سیراب ہو رہے تھے ایک وقت تھا کہ پنجاب اور اس کے گرد و نواح میں علمی و دینی واحد درس گاہ قلعہ دار میں تھی۔ میں نے ہوش سنبھالا تو اس درس گاہ کے نصاب سے معقولات کو منقولات پر ترجیح دی اور منطق و فلسفہ کا طالب علم بنا اس ذوق و شوق نے آزاد خیالی اور بے باک سوچ کو جنم دیا جس سے گمراہی کی راہیں کشادہ ہوئیں اور میں نے رسمی تصوف اور موروثی صوفیاء کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ میرے نزدیک یہ لوگ قوم کے جیتے جاگتے ناسور تھے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ میرے ایک محترم دوست سید ابو الکمال برق نوشاہی نے معاشرے کی ان خرابیوں کے متعلق مندرجہ ذیل پنجابی اشعار لکھے میں یہ شعر اکثر گنگناتا رہتا تھا۔ آپ بھی سنیئے اور سر دھنیئے۔

سچّا رب رحیم رحمان ۔ اے پر ملّاں دا اعلان ۔ اس دے جھوٹ دا اے امکان ۔ توبہ حدّوں سبھیا لنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

کہندے اک نبی نوں نور ۔ دوجے کولوں پان قصور ۔ آکھن ساڈے جیہے حضور ۔ چھڑ پئی وِچ مستاں جنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

سُن لے مفتی دی تقریر ۔ کیڈا واعظ پُر تاثیر ۔ اے پر کریئے کی تدبیر ۔ چونے ہیٹھ چھپیا یا سوڈنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

داہڑی چٹ صفا بھروٹے ۔ کنّیں مندراں منہ تے گھٹے ۔ بیٹھا نام علی دا رٹّے ۔ کھاوے افیم تے پیوے بھنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

لایا جدوں چرس دا سوٹا ۔ ہٹیا گیا کفر دا بوٹا ۔ مستاں بال پرم دا کوٹا ۔ ادھی دُنیا کر لئی تنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

کیتا حج سعادت پائی ۔ حاجی آکھے کُل لوکائی ۔ اے پر نیت نہیں بدلائی ۔ او ہو رنگ تے او ہو ڈھنگ
ویکھی جا مولا دے رنگ

چھڈ ہدایہ دُرِ مختار ۔ پچھلے قصّے سب بیکار ۔ ٹرپئے نویں نویں اخبار ۔ ایہہ تعمیر تے اوہ ہے جنگ

ویکھی جا مولا دے رنگ

ہیریں دا ہٹ گل وچہ بھورا - بھر دا گلیاں وچہ کتورا - چھہرا ویکھ کیڈا بے نورا - بانہہ تے پائی مرے دی ونگ

ویکھی جا مولا دے رنگ

اوہ تک سیّد قطب زمان - اعلیٰ رتبہ اُچا شان - قدمیں ڈِگے کل جہان - بھادیں پچھوں سن جھنگ

ویکھی جا مولا دے رنگ

یہ شاید یکم مئی ۱۹۴۰ء کی بات ہے کہ میں منشی فاضل کا امتحان دینے کے لیے لاہور جا رہا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب کہ لوگوں میں سفر کا مذاق ابھی اس قدر نہ تھا ریل گاڑیوں میں مسافروں کا ہجوم نہ ہوتا تھا - بیشتر مسافر ریل گاڑیوں کی سیٹوں پر لیٹ کر سفر کیا کرتے تھے - حالانکہ ابھی بس سروس کا بھی چنداں رواج نہ ہوا تھا ہیں صبح سویرے سات بجے پسنجر ٹرین کے ایک ڈبہ میں لاہور جانے کے لئے سوار ہوا اُس ڈبہ میں مجھ سے پہلے چار آدمی سوار ہو چکے تھے میں نے ڈبہ میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ ایک ضعیف دکمزور اور لاغر نحیف بزرگ ایک پوری سیٹ پر دراز ہیں اور دو آدمی ان کی ٹانگیں اور کمر بڑے احترام سے دبا رہے ہیں اور اس بزرگ کے لب ہل رہے ہیں جیسے کوئی زیرِ لب کچھ وِرد کرتا ہے میں نے پہلی نظر میں محسوس کیا کہ شاید کوئی بیمار ہے لیکن فوراً ہی میرا یہ نظریہ بدل گیا اور اس بزرگ کی بزرگانہ ہیئت نے میری سوچ کی اصلاح کر دی - میں نے ٹانگیں دبانے والے آدمی کے کان سے منہ لگا کر نہایت دبی زبان میں پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور ان کا نام کیا ہے اس نے بڑے ہی احترام سے کہا کہ یہ گجرات والے حضرت مولوی حبیب اللہ صاحب ہیں میں نے مولوی حبیب اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام نامی سُنا ہوُا تھا اور ان کی بزرگی کے متعلق بہت سی باتیں سُن رکھی تھیں - زہے قسمت اب زیارت ہو گئی -

اب قبلہ مولوی صاحبؒ سے رابطہ گفتگو استوار کرنے کا حوصلہ در پیش تھا کھاریاں اسٹیشن آنے تک طبیعت میں بے راہرو طرز کا ہیجان رہا ریل گاڑی اسٹیشن پر ٹھہری تو فوراً طبیعت نے راہنمائی کی بچپن میں بزرگوار کے طرز و روش پر کچھ ٹوٹے پھوٹے عربی شعر کہنے کا شوق پیدا ہو چکا تھا - جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور گاڑی کے وزیر آباد اسٹیشن پر پہنچنے تک چھ سات عربی شعر پنسل سے ایک چھوٹے سے پُرزے پر لکھ دیئے وہ اشعار اسی صورت میں کچھ ابھی تک یاد ہیں -

حضرت بخدمت الشیخ الزمان ‏ ‏ ‏ ‏ بسفر فی مکان لا مکان

رایت الشیخ کا الملک الکریم ‏ ‏ ‏ ‏ حبیب اللہ محبوب الزمان

رایت الشیخ لیس لہٗ نظیر ‏ ‏ ‏ ‏ امیر القوم ذو خیر البیان

Marfat.com

حبیب اللہ محبوب بخلق	شریف سید باب ھیان
ادام اللہ برکتہ عفیف	بحق نبینا اعلی المکان
حبیبا ! یا امیر القوم حقا	ففینا قد بحثت لامتعان
معطیك فاز فی الدارین فوزًا	ومن یعمك یلقی فی المحان

دعائك احمد یرجوا بخیر
رضائك باللسان وبالجنان

میں مُنہ سے کچھ نہ کہہ سکا ڈائری کا یہ ورق میں نے آپ کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھ دیا آپ لیٹے ہوئے ابھی کچھ الفاظ کا وِرد کر رہے تھے آنکھیں نیم باز تھیں اور ذہن کسی طرف منہمک تھا گاڑی وزیرآباد اسٹیشن سے روانہ ہو چکی تھی مولوی صاحب نے چند لمحہ توقف کیا پھر خط کو دیکھے بغیر یک دم اٹھ بیٹھے چِٹ دیکھی اور فرمایا
"برخوردار آپ کہاں کے رہنے والے ہیں"
"گجرات سے جنوب کی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں "قلعدار" میرا وطن ہے"۔ مَیں نے جواب دیا۔
آپ مولوی محمد عالمؒ اور مولوی محمد عبدالکریمؒ کو جانتے ہیں"، مولوی صاحب نے بڑے اہتمام سے پوچھا۔ میں نے بلاتامل کہا مولوی محمد عالمؒ صاحب میرے والد بزرگوار ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد عالم صاحب میرے چچا تھے اور میرے والد بزرگوار کا اسم گرامی مولوی عبدالکریمؒ تھا۔ مگر اس وقت میں نے غلط اس غرض سے کہا کہ چچا صاحب کی شہرت اس علاقہ میں والد بزرگوار سے زیادہ تھی۔ والد بزرگوار نے اپنی عمر عزیز علاقہ جہلم میں بسر کی تھی اور وہ اسی قدر علاقہ جہلم کے عظیم بزرگ شمار ہوتے تھے۔
مولوی حبیب اللہ صاحب فورًا بولے نہیں بھائی آپ مولوی محمد عبدالکریمؒ کے صاحبزادے ہیں ان کی فی البدیہہ اصلاح پر بہت متعجب ہُوا اور کچھ شرمساری بھی محسوس کی کہ میری سب سے پہلی بات غلط ثابت ہوئی اور میں اس احساس سے پانی پانی ہوتا جا رہا تھا۔ البتہ مولوی صاحب نے اس سے مزید مواخذہ نہ کیا۔
اب کیا تھا وہ وِرد و وظائف میں انہماک سے رہنا والا گوبرزگ اس شفقت و محبت سے محوِ تکلم ہُوا کہ شفقت و محبت کے دریا بہنے لگے بار بار ہر چند منٹوں کے بعد فرماتے مولوی محمد عبدالکریمؒ اور مولوی محمد عالمؒ اس علاقہ کے دو روشن چراغ ہیں اس علاقہ میں دین کی روشنی اور علم و حکمت کا فروغ محض انہیں دو بھائیوں کے باعث ہے آپ یہ فرماتے اور ایک نظر میری طرف اٹھا کر دیکھتے تو پھر شرمندگی کا احساس سا ہو جاتا اور میں اپنی آنکھیں جُھکا لیتا مولوی صاحب یہی بات بار بار فرماتے اور میری طرف دیکھتے پھر آپ نے فرمایا میرے بزرگوار بھی قلعدار میں کچھ عرصہ رہے ہیں قلعدار مجھ کو خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی طرح قابلِ احترام ہے

ان باتوں کا یہ سلسلہ تمام سفر میں جاری رہا نہایت رحیمی اور محبت آمیز انداز میں یہی گفتگو رہی حتیٰ کہ شاہدرہ اسٹیشن آگیا ان دنوں گاڑیوں کی رفتار کوئی اتنی زیادہ نہ ہوا کرتی تھی یہ سفر کوئی چار گھنٹے میں طے ہوا، اور اس دوران سلسلہ گفتگو ان دو باتوں سے تجاوز نہ ہوا پورے چار گھنٹے کے اس عرصہ میں مولوی صاحب قبلہ جب بھی میری طرف نگاہ اٹھاتے میں غایت شرم سے نگاہیں نیچی کر لیتا۔

اوائل عمر میں میری ہیئت کذائی بھی عام نوجوانوں جیسی تھی قمیض شلوار پہنتا تھا اور کلاہ پر طرحدار پگڑی باندھا کرتا تھا۔ داڑھی ہر روز چٹ اور مونچھوں کو ہر وقت تاؤ دیئے رکھتا تھا اس وقت اگر میری کم عمری غمازی نہ کرتی تو میں اس وقت کا ایک جابر تھانیدار معلوم ہوتا تھا یقیناً یہ وضع قطع بھی باعث حجاب تھی لیکن مجھے اس وقت اس کا شعوری احساس اتنا زیادہ نہ تھا۔

شاہدرہ اسٹیشن پر ریل گاڑی ٹھہری مولوی صاحب نے باہر جھانکا اور شاہی مسجد کے بلند مینار دیکھ کر مجھے مخاطب کیا اور کہا " دیکھا ہے یہ مینار کس قدر بلند ہیں اس دور میں اتنے بلند مینار بنانا ممکن نہ تھے چونکہ یہ دل کی بات ہے یہ مینار دل سے اٹھے[ھ] ہیں اسی لئے اتنے پرشکوہ اور بلند ہیں ورنہ یہ عظمت آجتک برقرار نہ رہتی۔" گاڑی شاہدرہ چل کر بادامی باغ اسٹیشن پر پھر رک گئی مولوی صاحب نے میری طرف پھر دیکھا اور فرمایا :

" بھائی میں نے بہتیرا صبر و تحمل سے کام لیا لیکن رہ نہ سکا تو ایک بڑے گھر کا فرد ہے سارا راستہ میں صبر و تحمل سے کام لیتا رہا لیکن اب بات رہ نہیں سکتی معاف رکھنا میں ضرور کہوں گا کہ تو اتنے بڑے خاندان کا آدمی ہے لیکن تیری شکل و صورت کیسی ہے اور تو نے یہ کیا وضع قطع بنا رکھی ہے ؟"

میں نے عرض کیا " جناب کالج کا طالب علم ہوں اور یہ کالج کی تہذیب کا کچھ اثر ہے "۔ فرمانے لگے " تم کس جماعت میں پڑھتے ہو۔" میں نے عرض کیا تھرڈ ایر (سال سوم) کا طالب علم ہوں اور زمیندار کالج گجرات میں پڑھتا ہوں۔ خدا کی حکمت میری یہ دوسری بات بھی مجھے شکست دے گئی فرمانے لگے " بھائی یہ تو کوئی بات نہیں میں نے ایف سی کالج لاہور میں تعلیم پائی ہے میرے استاد انگریز تھے اثر نہیں ہونا تھا نہ ہوا۔" اس دوسری شکست سے میری رہی سہی سکت بھی جواب دے گئی اور آنکھیں اس وقت ہمیشہ کے لئے جھک گئیں اب میں نے کوئی بات نہ کہی اور چپ ہو گیا بادامی باغ سے گاڑی چلی تو میں نے اتنی عرض ضرور کی قبلہ میں منشی فاضل کا امتحان دینے جا رہا ہوں میری کامیابی کے لئے دعا فرما دیجئے " فرمانے لگے امتحان

ھ دل کی بات: شوق اور والہانہ لگاؤ کی بات۔ دل سے اٹھے ہوئے: انتہائی قلبی لگاؤ سے تعمیر کئے ہوئے۔

Marfat.com

کی کامیابی کے لئے تو دُعا نہیں کروں گا بہر حال آپ کے لئے اپنی طرف سے اک اور دُعا کرتا ہوں" آپ نے دستار مبارک اتار رکھی تھی جلدی سے سر پر رکھی اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے آنکھیں جُھک گئیں اور زیر لب کچھ پڑھنے لگے میں نے بھی ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ گاڑی لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئی وہاں گاڑی نے ایک گھنٹہ ٹھہرنا تھا اور مولوی صاحب نے اپنا سفر امرتسر تک کرنا تھا لیکن دُعا جاری تھی حتیٰ کہ آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ حاشا اللہ مجھے کوئی حضورِ قلب نہ تھا میں سخت پریشان ہؤا۔ بابا کی دُعا مجھے لے بیٹھی ہاتھ تھک گئے اور میں نے شدید پریشانی محسوس کی خدایا میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں یہ میرے احساسات تھے۔ خدا خدا کرکے کوئی پینتیس منٹ کے بعد دُعا ختم ہوئی آپ نے میرے سر پر نہایت شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کہا جاؤ فی امان اللہ" میں نے جلدی سے رخصت لی اور گاڑی سے اُتر کر خدا کا شکر ادا کیا مولوی صاحب امرتسر تشریف لے گئے اور میں اپنے ٹھکانے پہنچا۔

میں ان دنوں لاہور پہلی بار آیا تھا اور لاہور کی اس طرح بھرپور زندگی سے آشنا نہ تھا لاہور میں جتنے روز رہا دبا دبا سا رہا اور خاصی شرم اور جھجک محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ دکان پر حجامت بنوانے تک سے جھجک تھی یہ وہ دن تھے جب کہ دوسری جنگ عظیم زوروں پر تھی اس دن جرمنی کو شکست ہوئی تھی اور دیواروں پر اشتہار لگ گئے تھے VICTORY فتح کی خوشی میں دو دن کی چھٹی اور ہوگئی۔ اور امتحان ملتوی ہوگئے۔ لاہور میں کافی دن لگ گئے کوئی پندرہ بیس دن کے بعد گجرات گیا تو داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور حالت اچھی خاصی شکستہ تھی رات کو دم لیا صبح اُٹھ کر شیشہ دیکھا داڑھی بہت پسند آئی فوراً حجام سے داڑھی کے خط بنوائے اور داڑھی رکھ لی میرے چہرے پر یہ مختصر سی داڑھی اسی روز سے ہے جسے ازاں بعد ایک دفعہ بھی چھٹ کرانے کا موقع نہیں آیا۔

لاہور سے واپس آنے کے بعد میری طبیعت ہر وقت اداس اداس اور پریشان رہتی تھی، خدا جانے میں سفر لاہور میں کیا دیکھ آیا تھا یہ بے چینی اور اُداسی اس حد تک بڑھی کہ رات کو نیند تک مفقود ہوگئی۔ پورا ایک سال اسی پریشانی میں گزر گیا۔ معلوم نہیں ہوتا تھا مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ایک دن نہایت مجبور ہو کر میں نے اپنی قلبی کیفیت اپنے والد بزرگوار سے بیان کی یہ معمہ اب تک حل نہیں ہؤا خدا جانے قلبی اور روحانی تعلق کیسے استوار ہو جاتا ہے۔ نیز میں نے اس سے قبل قبلہ والد بزرگوار کی زبان سے نہ کبھی مولوی حبیب اللہ صاحبؒ کا نام سُنا تھا اور نہ ہی انھوں نے کبھی ان سے اپنی کسی ملاقات کا ذکر کیا تھا لیکن مجھ سے میری روئداد سُننے کے بعد انھوں نے مجھے فرمایا: گجرات جاؤ وہاں مولوی حبیب اللہ صاحبؒ بہت

Marfat.com

بزرگ ہیں ان کی بیعت کرلو اور ان سے دُعا کراؤ ٹھیک ہو جاؤ گے۔

والد بزرگوار کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر میں چونک اُٹھا اور ایک سال قبل ریل کے سفر کا واقعہ آنکھوں کے سامنے آ گیا میں نے اس سفر کی کیفیت تفصیل سے قبلہ والد صاحب سے بیان کی تو والد صاحب نے فرمایا " مولوی حبیب اللہ صاحب ایک عارف کامل ہیں ان کے پایہ کا عارف اس سرزمین میں ابھی تک کوئی پیدا نہیں ہوا ان کی مقناطیسی نگاہ تیرے دل کو کھینچ کرلے گئی ہے اور تیری یہ داڑھی انہیں کے فیضان نگاہ کا اثر ہے"

میں نے قبلہ والد صاحب سے حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ آج سے قبل تو آپ نے کبھی ان کا نام تک نہیں لیا یہ آپ ان سے کیسے اور کب سے متعارف ہیں۔ والد صاحب نے تعارف اور تعلقات کی بات تو نہ بتائی صرف زیرِ لب مسکرا کر بات ختم کردی۔ البتہ شام سے رات گئے تک مولوی صاحب کے رات گئے تک مولوی صاحب کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اُنھوں نے جناب مولوی صاحب کے حالات کچھ اس تفصیل سے بتائے جیسے یہ ان کے کوئی حقیقی بھائی ہیں یا ان کے ساتھ ہمیشہ اکٹھے رہے ہیں مثلاً آپ نے فرمایا :

حضرت مولانا مولوی سیّد محمد حبیب اللہ شاہ صاحب ۱۸۹۵ء کو مولانا سید عطا محمد شاہ صاحب کے ہاں موضع جعفر کوٹ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے آپ صحیح النسب سید حسنی و حسینی ہیں بچپن میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپ کے والد ماجد نے ۳۶ سال عمر پائی اور ۱۸۹۹ء میں فوت ہوئے لہٰذا آپ چار برس کی عمر میں یتیم ہو گئے آپ کی پرورش و تربیت آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے کی۔ خاندانی شرافت و نجابت کے باعث بچپن میں پریشانی کا زمانہ نہایت خوش اسلوبی سے بسر کیا ہمشیرہ نے آپ کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور ہر طرح کی تربیت دی جو ایک اعلیٰ خاندان کے بچوں کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی ابتدائی تعلیم آپ نے گھر سے پائی۔ پھر آپ کو موضع بلھڑوال تحصیل اجنالہ کے مڈل سکول میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں آپ نے پرائمری تک کی رواجی تعلیم امتیاز سے حاصل کی۔ البتہ مڈل کا امتحان چرچ مشن اینگلو ورنیکلر مڈل سکول مجیٹھہ اور میٹرک کا امتحان ایم اے او ہائی سکول امرتسر سے پاس کیا اور اس کے بعد ایف اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ جدید علوم سے بھی آگاہی کر لی تھی کچھ عرصہ ایف سی کالج لاہور میں بھی زیرِ تعلیم رہے کہا جاتا ہے کہ آپ نے میتھیمیٹک کا امتحان، اے بی کورس سے ایف سی کالج لاہور سے پاس کیا وہاں آپ کے اساتذہ سب انگریز تھے سکول کی تعلیم میں بھی آپ کو نامور اساتذہ سے واسطہ رہا مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد عالم آسی

Marfat.com

ایم اے ادبائی سکول میں مدرس تھے انھوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی حتیٰ کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ اسکول کے اوقات تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مولانا محمد عالم آسیؒ سے ان کی رہائش گاہ (آپ بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے لہٰذا وہیں رہتے تھے) پر علم دین کے اعلیٰ مدارج طے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ تفسیر، حدیث، فقہ اصول اور ادبیات عربی و فارسی میں ایک جید عالم دین بن گئے۔ البتہ دورۂ حدیث کی ایک سند آپؒ نے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ سے بھی حاصل کی تھی۔ علاوہ ازیں آپ کو غیر مسلم مذاہب کے مطالعہ کا بھی شوق ہوا تو آپؒ نے قرآن مجید کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں مثلاً تورات۔ زبور۔ انجیل۔ نیا اور پرانا عہد نامہ کا بھی مطالعہ کیا۔ ازاں بعد ان کے کلیسائی وفاق کے امتحانات میں شامل ہوئے، امتحان سے کامیاب ہوئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

حضرت مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت نے قبلہ مولوی صاحب کی زندگی میں کچھ ایسے لازوال اثرات چھوڑے کہ دیگر تمام علوم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود تصوّف کی چاشنی کچھ اس طرح تھی کہ آپ سلف صالحین کے کردار کی ایک چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے آپ نے دین حق اور احیائے شریعت اسلامیہ کی کچھ اس طرح پشت پناہی کی کہ اپنے وقت کے جنید و شبلی نظر آنے لگے۔

طریقت میں آپ کا توسل حضرت خواجہ صاحب سیدوی علیہ الرحمۃ سے آپ کو بیعت کرنے کے قلیل عرصہ بعد ہی کلاہِ خلافت پہنا کر اجازت ارشاد سے سرفراز فرما دیا۔

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپؒ نے پیر و مرشد کی غایت محبت میں دیارِ محبوب یعنی گجرات کو اپنا مسکن بنا لیا۔ رزق حلال اور صدق مقال آپؒ کا شعار تھا چنانچہ نان و نفقہ کے حصول کے سلسلہ میں ۱۹۱۶ء میں زمیندارہ ہائی سکول میں انگریزی زبان کے مدرس مقرر ہو گئے آپؒ کے بیشمار شاگرد ان دنوں گجرات میں موجود ہیں ان کی زبان سے آپؒ کے حسن اخلاق اور فرائض منصبی کی ادائیگی کی داستانیں سننے میں آتی ہیں جن کے سننے سے حیرت ہوتی ہے کہ اس طرح کے اعلیٰ کردار کے لوگ بھی کبھی اس دنیا میں بستے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آپؒ نے اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور کاملاً مبلغانہ زندگی اختیار کر لی آپؒ کے ارادت مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک خاص "تذکرہ" کی ضرورت ہے۔ آپؒ کے مریدین کی زبانی آپ کے کشف و کرامات اور تصرفات عالیہ کے واقعات سننے میں آتے رہتے ہیں اگر ان کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ ازاں بعد میں اپنے قصہ کو جہاں سے کہ چھوڑا تھا وہاں سے شروع کرتا ہوں۔ چنانچہ والد صاحب نے فرمایا۔ تو

Marfat.com

ان کے پاس جا تیری پریشانی اور بیقراری کا علاج انہیں کے پاس ہے وہ تیری طرف ضرور توجہ فرمائیں گے جا اور ان سے اکتساب فیض کیا کر۔

صبح ہوئی تو میں نے گجرات کی راہ لی اور آستانہ حبیبؒ پر حاضری دی سرکار ابھی ورد وظائف سے فارغ ہوئے تھے اور مجلس میں بھی فراغت تھی میں نے جاتے ہی عرض کی جناب قلعدار سے آیا ہوں۔ مجھے اپنے حلقہ مریدین میں شامل کر لیجیے، تو آپ نے نگاہ اٹھائی دیکھا اور پھر وہی سوال دھرایا "آپ مولوی عبدالکریمؒ اور مولوی محمد عالمؒ کو جانتے ہیں" عرض کیا "میں مولوی عبدالکریمؒ قریشی کا لڑکا ہوں آپ نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور حکم دیا "جاؤ وضو کر آؤ"۔ ساتھ ہی صحن میں حمام تھا میں نے وضو کیا اور آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد چند کلمات اور پڑھے اور بعد میں مجھے تین بار اقرار کرایا اور کہا کہو: سلسلہ مجددیہ توکلیہ، محبوبیہ قبول کیا" میں نے تین بار اقرار کیا پھر آپ نے اسی طرح جس طرح کہ سفر میں پیش آیا تھا ایک طویل دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد دعا ختم ہوئی تو آپ نے میرے سینہ اور دل پر ہاتھ پھیرا اور کہا "جاؤ ہر روز صبح سویرے نماز کے بعد مشرق کی جانب منہ کر کے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ایک سو بار پڑھا کرو اسی طرح عشاء کی نماز کے بعد ایک سو بار درود شریف اور ایک سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھ لیا کرو۔"

میں حلقہ مریدین میں داخل ہو کر رخصت ہوا باہر آیا طبیعت میں اس قدر فرحت اور سرور تھا کہ وہ کیفیت آج تک پھر کبھی پیدا نہ ہوئی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پہاڑ میرے کندھوں پر تھا اب اٹھ گیا ہے میں اکثر بار آستان حبیبؒ پر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حاضر ہوا آپ کی شفقت و محبت کے باعث باتوں کا کچھ سلسلہ اس طرح چل نکلا کہ میں کھل کھل کر باتیں کرنے لگا اور خوب گفتگو ہوئی اٹھنے لگا تو آپؒ نے فرمایا "برخوردار دیکھو زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے منہ میں روڑے ڈال لیا کرتے تھے تاکہ زیادہ باتیں نہ ہو سکیں" دوسرے سرکار دو عالم آقائے نامدار کا جب میں نام لوں صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہدیا کرو۔" اس دن سے آج تک میری زیادہ باتیں کرنے کی لذت سلب ہو گئی ہے اور اب محفلوں میں میری حیثیت رکن معطل کی سی ہوتی ہے اور آپؒ کے دوسرے ارشاد پر بھی حتی الوسع پورا پورا عمل ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ شعر گوئی کا جنون میرے سر پر بری طرح سوار تھا اس جنون میں قرآن پاک کا ترجمہ اردو نظم میں کرنے کا عزم کر لیا کوئی ایک پارہ کا ترجمہ کیا تھا اس کے شروع میں حمد و نعت اور ترجمہ کی غرض و

Marfat.com

غایت کے متعلق دیباچہ بھی نظم میں لکھا جس میں حضرت صاحبؒ کی دعائے مستجاب کا ذکر بھی کیا اشعار تھے۔

خبر لائی یہ حاجت انتہا کی
تو کام آئی نگاہ مردِ خدا کی

ولی ہیں اولیاؤں میں گرامی
حبیب اللہ ذو العبد الکرامی

مٹائے دہر سے ظلمات بدعات
ہوئے روشن سواد شہر گجرات

معلّٰی شان ہیں وہ اولیاء میں
فرید الدہر ہیں وہ اتقیاء میں

زبان پر ذکرِ حق ہر صبح و ہر شام
سوا اس کے نہ کوئی اور ہے کام

ہر ایک کو راہِ ہدایت کی دکھائیں
نبیؐ کی پیروی سب کو سکھائیں

ہے دل میں سوز عشق مصطفیٰؐ کا
یہ چارہ ساز اس مردِ خدا کا

اس طرح کے چند اور شعر آپؒ کی مدح میں دیباچہ میں درج کیے اور ایک پارہ کا ترجمہ لے کر خوش خوش خدمت میں حاضر ہوا۔ خیال تھا دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور میرے لئے مزید دعائیں فرمائیں گے۔ گرمیوں کا موسم تھا کوئی دو بجے دن کا وقت تھا آپ مکان کی چھت پر سیڑھیوں کے اوپر ایک چھوٹی سی لکڑی کی بنی ہوئی گیلری میں تشریف فرما تھے مجھے حسب سابق شفقت سے پاس بٹھایا اور حال احوال دریافت کیا قبلہ والد بزرگوار مولوی عبدالکریم صاحبؒ اور چچا مولوی محمد عالم صاحب کا حال ضرور پوچھا کرتے تھے ان کا حال احوال بتایا پھر میں نے عرض کی جناب میں نے قرآن پاک کا ترجمہ اردو نظم میں لکھنا شروع کر دیا ہے" آپؒ نے میری عرض بڑی بے اعتنائی سے سُنی منہ پھیر لیا اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا میں نے کاپی کھولی اور پھر عرض کیا" ایک پارہ مکمل ہو گیا ہے " آپؒ نے پھر بھی توجہ نہ فرمائی تیسری بار بات بدل کر میں نے پھر عرض خدمت میں گذاری چند اشعار ترجمہ کے سنانا چاہتا ہوں آپ مسلسل کچھ حروف کا ورد کرتے رہے تھوڑی دیر بعد وظیفہ ختم کر کے ذرا سخت لہجے میں کہنے لگے " بھائی قرآن پاک کا ترجمہ تو کر لیا اس میں اثر کہاں سے آئے گا۔ اثر کون ڈالے گا" آپؒ کے یہ الفاظ کہنے تھے میری ہیئت بدل گئی اور علمی بے بضاعتی واضح ہو گئی پھر حسب عادت دعا کے لئے التجا کی اور اجازت لے کر واپس آیا کچھ دنوں بعد ترجمے کا سلسلہ پھر شروع کیا باوجود سیر مشقی کے بے حد عرق ریزی کی ایک مصرعہ تک موزوں نہ ہوا اس وقت سے لے کر آج تک یہی کیفیت ہے۔ دیگر صورتوں میں ایک ایک گھنٹہ میں سو سو شعر بھی عربی فارسی، اردو اور پنجابی میں لکھے لیکن قرآن پاک کے ترجمہ کی طرف جب بھی رجوع کیا ایک آدھ مصرعہ تک موزوں نہ ہوا خدا جانے ان الفاظ میں کیا بات تھی اور کیا اثر تھا اور یہ کب تک رہے گا ایک پارہ کا ترجمہ میرے پاس ابھی تک موجود ہے۔

Marfat.com

۱۹۵۲ء میں جب ملازمت کے سلسلہ میں قلعدار سے گوجرانوالہ چلا گیا۔ گوجرانوالہ میں آپ کی یاد سے اکثر برکات حاصل کر لیا کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ ملاقات کو بہت دیر ہو گئی کچھ حالات میں پریشانی بھی ہوئی طبیعت بے قرار تھی صبح سویرے اٹھتے ہی بیقراری کی حالت میں اشعار موزوں ہو گئے اور میں نے خدمت میں ارسال کر دیئے۔

بحال ما کسے اطلاع کند گاہے حبیبم را
خدا را از نگاہ بیدار کن بخت و نصیبم را

پریشان روزگارم را بہار زندگانی دہ
نوازش کن تفاخر دہ بایں بیکس غریبم را

سرافرازم بادرج بندگی از مہر فرزندیت
فسون باطل کن از لطف و عنائیتہا رقیبم را

چونکہ اولیا خاک پریشان کیمیا سازد
عجب گرداں بحالم حال زاراں عجیبم را

دوائے دردما را کس نمیداند سوائے تو
بے رفع و الم شد در پریشانی طبیبم را

مبارک مرحبا در حبیب اولیا دارم
مبارک مرحبا گویم چنیں بخت و نصیبم را

حبیب دلستاں شاید بحال ما نظر دارد
ازیں ورد زباں دارم کنوں ذکر حبیبم را

مدد مشکلکشائے من، مدد اے رہنمائے من
کہ رنج بود و ہستی می زند راہ شکیبم را

حبیبا اندریں راہ محبت کامگاری دہ
با محمد رونما اثر دعا ہائے مجیبم را

عریضہ گجرات پہنچا ہی تھا کہ ملاقات کا سبب بن گیا میرا چھوٹا بھائی فضل حسین قریشی ان دنوں منگلا ڈیم میں اوورسیر تھا وہ آ گیا آتے ہی باتوں باتوں میں کہنے لگا بھائی تیرے پیر و مرشد مولوی حبیب اللہ صاحبؒ کے کمالات کا بہت تذکرہ سنا ہے چل ذرا دیکھ آئیں وہ کس پایہ کے بزرگ ہیں۔ شوق دامن گیر کو ذرا سے آسرا کی بھی ضرورت تھی میں نے کہا چلو ابھی چلتے ہیں ہم دونوں گوجرانوالہ سے گجرات آئے اور آستان حبیبؒ پر پہنچے آپؒ شائد گرمیوں کے دنوں میں اسی گیلری میں رہا کرتے تھے جس کا ذکر پہلے کیا گیا اس وقت وہیں تن تنہا لیٹے ہوئے تھے ہم دونوں بھائی حاضر ہوئے سلام عرض کیا تو اٹھ بیٹھے سلام و دعا کے بعد سلسلہ گفتگو شروع ہوا تو آپؒ نے دریافت فرمایا یہ کون صاحب ہیں "میں نے کہا" میرا حقیقی چھوٹا بھائی ہے اس کا نام فضل حسین ہے اور یہ منگلا میں اوورسیر ہے "آپؒ نے عجیب انداز میں ایک چبھتی ہوئی نظر اس کے چہرہ پر دوڑائی اور کہا" دیکھو برخوردار کام دھیان سے کرنا کوئی لغزش نہ کرنا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ذرا سی لغزش سے دنوں کا کام سالوں پر اور سالوں کا کام صدیوں پر جا پڑتا ہے اور گیا وقت ہاتھ نہیں آتا"

تھوڑی سی ملاقات کے بعد اجازت لے کر واپس آئے "فضل حسین کہنے لگا کوئی خاص چیز تو نظر نہیں آئی البتہ بزرگ آدمی معلوم ہوتے ہیں فضل حسین اس رات منگلا چلا گیا اور میں نے گوجرانوالہ کی راہ لی منگلا پہنچتے ہی خاص چیز نظر

Marfat.com

آنے کے سامان پیدا ہوگئے۔ عزیز فضل حسین کہتا ہے کہ منگلا آیا کام شروع کیا تو ایک سرکاری ڈائری میں کچھ اندراج کر کے پھر بدحواسی میں اسے کاٹ دیا معمولی سی لغزش تھی ہوگئی سال گزرا محکمہ آڈٹ کے لوگوں نے اس لغزش کو پکڑ لیا معاملہ چلتے چلتے مقدمہ تک جا پہنچا بات کا بتنگڑ بن گیا اور یہ الجھن ایسی تھی جس کا حل نہ پولیس نہ عدالت اور نہ محکمہ کے پاس تھا کوئی سترہ برس کا عرصہ گزر چکا ہے عزیز فضل حسین ابھی تک اوورسیر ہے ایک لمحہ کی لغزش سالوں تک پہنچ گئی اور وقت ہاتھ نہیں آ رہا ہے اور مقدمہ بغیر کسی فیصلہ کے داخل دفتر ہے عزیز فضل حسین اکثر شکایت کیا کرتا ہے تیرا پیر مجھے لے گیا شاید اس وقت ان کی نگہ روز روشن کی طرح میرا معاملہ دیکھ رہی تھی اور میں بھی جواب میں کہا کرتا ہوں "آخر ان میں تمہیں کوئی خاص بات نظر تو آئی ہے"! بہرحال اس کا معاملہ آج تک اسی صورت میں معلق ہے خدا جانے کب آپ کی نگاہ کارفرما ہو کر ترقی کی مسدود راہیں کھل جائیں اور اس بیچارے پر سے یہ نحوست کا دور ختم ہو۔

۱۹۵۰ء سے لے کر آج تک حضرت مرشدی مولانا مولوی حبیب اللہ صاحبؒ پر ابتلاء اور آزمائش کا دور رہا۔ ۱۹۵۰ء میں آپؒ کے جوان سال صاحبزادے حضرت محمد محمود احمد شاہ صاحب جن کی ولادت ۱۹۳۵ء کو ہوئی تھی آناً فاناً دنیا سے رحلت فرما گئے ۱۹۵۲ء کو آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید محمد رفیق صاحب جن کی پیدائش ۱۹۲۲ء میں ہوئی تھی ۳۰ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے اس طرح ۱۹۵۴ء میں صاحبزادہ مولانا حکیم محمد عالم صاحبؒ جو ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے تھے فوت ہوگئے۔ اور ازاں بعد ۱۹۵۹ء میں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ میں ان مواقع پر حاضر خدمت ہوتا رہا ان عظیم صدمات میں آپ نے نہایت صبر و استقلال اور راضی برضائے الٰہی رہنے کا ایسا عجیب منظر پیش کیا کہ نہ آہ و زاری کی نہ گلہ گذاری شکر الحمدللہ کے الفاظ ہر وقت زبان پر جاری تھے۔

میں نے آپؒ کے اس عظیم کردار اور اس عظیم عظمت کا ذکر آپؒ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مولانا محمد یوسف شاہ صاحب سے کیا تو آپ نے فرمایا "ایک دفعہ اس عظیم بردباری کے متعلق ہم نے بھی حضرت قبلہؒ سے تعجب کے ساتھ دریافت کیا تھا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا تھا۔ میں اللہ پاک کی رضا کے ساتھ راضی ہوں اور آہ و زاری اس لئے بھی نہیں کرتا کہ کہیں میرے پروردگار کو میری آہ و زاری ہی پسند نہ آ جائے اور یہ گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آہ و زاری کا مرکز نہ بن جائے۔ اللہ پاک کی مہربانیوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے جو جس حالت میں چاہے رکھے"۔

یہ مختصر سا تذکرہ قدوۃ العارفین حضرت مولانا مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب مجددی توکلی محبوبی علیہ الرحمۃ کا جس طرح میں نے ان کو دیکھا لکھ دیا ہے۔

میں گوجرانوالہ ہی میں تھا کہ ۱۳۸۱ھ میں آپؒ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کی خبر سنی شاید میری شومئی تقدیر حائل رہی کہ میں آپؒ کے جنازہ میں شامل نہ ہو سکا اور آخری دیدار سے شرف یاب نہ ہوا۔ قطعہ تاریخ وفات

یہ ہے: قد ارتحل الحبیب الی الحبیب امیر القوم فی القوم النجیب
فقلت شمس بازغہ عام وصل لقد وصل الحبیب الی الحبیب

لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری نگاہیں آج بھی باور نہیں کرتیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے والی نگاہوں کا مالک دُنیا سے رخصت ہوگیا حضرت قبلہ مولائی و مرشدی کی روحانی امداد اب بھی میرے شامل حال ہے جیسے ان کی زندگی میں ہوا کرتی تھی میں ان کا فقدان محسوس نہیں کرتا ان کو زندہ سمجھتا ہوں وہ پہلی ملاقات میں لاہور کے سفر میں آپ نے جو طویل دُعا فرمائی تھی اس کے اثرات میں آج اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں اور دُنیا جہان کے لوگ اس امر کی تائید کریں گے کہ میں اپنی نالائقی کوتاہی عمل اور ہر نوع بے بضاعتی کے باوجود اس دُعا کی تاثیر سے اللہ پاک کی ہر نعمت سے مالا مال ہوا۔

اس دُنیا میں جملہ نعمتوں میں سے جو کچھ مجھے حاصل ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ میری بضاعت اور استحقاق سے کہیں زیادہ ہے اور سراسر فضل خداوندی اور سرکار کی نگاہِ کرم کا نتیجہ ہے۔ عزّت مال آل اولاد علم وفضل، دین سے والہیت قلبی سکون سب آپ کی اس دُعا کا اثر ہے۔ میں اکثر دفعہ نماز کے بعد سوچا کرتا ہوں کہ اللہ پاک نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے اب میں اللہ پاک سے اور کیا مانگوں کاش اس وقت کی طویل دُعا کے دوران اللہ پاک مجھے حضور قلب عطا کرتا اور میں بد دلی و اکتاہٹ محسوس نہ کرتا۔ تو شاید یہ اور طویل ہو جاتی اور برکات اور بڑھ جاتیں۔ لیکن افسوس! وقت گذر گیا اور حسرت کے سوا کچھ نہ رہا تاہم دل صدا دیتا ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ذیل کا شعر علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا ہے میں اپنے پرانے عقیدہ سے ایک عرصہ تک علامہ جیسے فلاسفر شاعر کے اس شعر کو ایک عجیب انداز فکر خیال کرتا رہا لیکن اب جو غور کرتا ہوں تو حضرت مولٰینا صاحب کی نظر فیض اثر سے میری زندگی اس شعر کی ایک چلتی پھرتی تفسیر بن گئی ہے۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

حضرت مولانا مولوی مرشدی سید محمد حبیب اللہ صاحبؒ کے پس ماندگان میں سے ان کے بڑے صاحبزادے عمدۃ السالکین حضرت صاحبزادہ مولانا سید محمد یوسف سجادہ خلافت پر متمکن ہیں اور بندۂ ناچیز پر نہایت شفقت اور مہربانی فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۱۵ء میں بمقام مجیٹھہ ضلع امرتسر ہوئی۔ اللہ پاک ان کا سایۂ رحمت ہمارے سروں پر تاقیامت برقرار رکھے اور ان کے فیضان سے تشنگان حکمت و معرفت سرشار ہوتے رہیں۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے مولانا حضرت سید محمد مسعود صاحب ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے آپ حضرت قدوۃ العارفین حضرت مرشدی کے بالکل مشابہ ہیں اور حسن و اخلاق کا ایک بے مثل نمونہ ہیں اور بندہ پر بے حد شفقت فرماتے ہیں۔

حضرت کی اولاد امجاد کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

شجرہ اولاد حضرت مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحبؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ، سجادہ نشین "بڑے صاحبزادہ صاحب"، پیدائش ۱۹۱۵ء	حضرت مولانا حکیم سید محمد عالم صاحب ۱۹۱۸ — ۱۹۵۴ء عمر ۳۶ سال اور تکوینیہ میں آپکے نائب تھے انکے نام پر آپکو بارگاہِ رسالت سے ابوالعالم کا لقب ملا -	حضرت مولانا سید محمد رفیق احمد ضیاؔ ۱۹۲۲ء — ۱۹۵۲ء عمر ۳۰ سال	حضرت مولانا سید محمد مسعود احمد الانور مدظلہ پیدائش ۱۹۳۴ء سجادہ نشین ثانی	حضرت مولانا سید محمد محمود احمد ۱۹۳۵-۱۹۵۰ء عمر ۱۵ سال	بیٹی اعجاز بتول زہرا پیدائش ۱۹۳۹ زوجہ حضرت مولانا صوفی محمد افتخار حسین صاحب

مرشدی مولوی حبیب اللہ صاحبؒ دنیا سے رخصت ہوگئے ان کی دعائیں میرے شامل حال ہیں اور ان کی یاد میرے خانۂ دل میں آباد ہے۔ میں نے آپ کا شجرۂ طریقت بھی نظم کیا ہے جسے بطور وظیفہ بھی پڑھتا ہوں۔ یہ منظوم جو فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ہے قارئین کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے۔

شجرہ طیّبہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ توکّلیہ محبوبیہ حبیبیہ

الٰہی بیکسم، باحال زارم — پریشاں دل پریشاں روزگارم
غمے بینم بعالم شادمانی — کہ ویراں شد بہارِ زندگانی
بدرگاہت بیاوردم دُعائے — زقعرِ دل بحسرت التجائے

Marfat.com

بحق اولیائے نقشبندی — عطا کن در دو عالم سربلندی
پئے شان مشکلم آسان گرداں — مراد دل نشاط جان گرداں
خداوندا بذاتِ کبریائی — بحق اوج شان مصطفائی ؐ
بحق قدوۂ ارباب تحقیق — جناب حضرت بوبکر صدیق
پئے سلمان فارسؓ باخدائے — بحق قاسمؒ عالی لوائے
بحق جعفر صادقؓ امامے — بحق بایزیدؒ نیک نامے
بحق بوالحسنؒ خواجۂ خرقان — بقاسمؒ گورگانی پیر پیراں
بحق حجت ہر باصفائے — جناب بو علیؒ خوش ادائے
بحق خواجہ یوسفؒ شاہ ہمدان — بحق عبدِ خالق قطب دوران
بحق عارفؒ حق آشنائے — پئے محمودؒ انجیر اولیائے
بحق بوعلیؒ شاہ عزیزان — بحق باباسماسیؒ ذیشاں
بحق شاہ کلالؒ ما امیرے — بہاؤالدینؒ شاہ گردوں سریرے
بحق شاہ علاؤالدینؒ نامی — پئے یعقوبؒ چرخی گرامی
بحق شاہ عبیداللہؒ احرار — بحق خواجہ زاہدؒ در شاہسوار
بدرویش محمدؒ پارشاہے — بحضرت خواجگیؒ دین پناہے
پئے باقی باللہؒ پارسائے — مجدد الف ثانیؒ ذوالعطائے
پئے قیوم ثانیؒ خواجہ معصوم — زبہر خواجہ سیف الدینؒ مخدوم
پئے نور محمدؒ خوش خصالے — بحق شیخ محسنؒ باکمالے
بحق شیخ عابدؒ پیشوائے — بمرزا جانجاناںؒ مقتدائے
بحق شاہ غلامؒ باعلی شاہ — بحق بوسعیدؒ آں صاحب جاہ
بمولانا شریفؒ نقشبندی — پئے محمودؒ کان ارجمندی
بحق خواجہ قادر بخشؒ عالی — بحق شاہ توکلؒ ذو معالی
پئے محبوب عالمؒ دستگیرے — حبیب اللہؒ شہ روشن ضمیرے
نظر بر احمد خستہ درون کن — ہمہ آلام و رنج از وے بروں کن
الٰہی عاقبت محمود گرداں — حیاتِ دو جہاں مسعود گرداں

Marfat.com

الٰہی دولت ایمان عطا کن — بما الطاف و رحمت بے بہا کن

با حمد ذوق و شوق زندگی دہ

متاعِ دولت تابندگی دہ

شجرہ بیعت

سلسلہ پیرانِ طریقت نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ حبیبیہ ۔ بہ زبانِ اُردو ۔

یا الٰہی تیری ذاتِ کبریا کیواسطے — ہاتھ پھیلائے ہیں احمد نے دُعا کیواسطے

نغمہ پیرا ہوں تیری حمد و ثنا کیواسطے — خواجہ کونین احمد مجتبےٰ کیواسطے

صدق و ایمان سے میرے سینے کو تو پُر نور کر — حضرت صدیقؓ شاہ اصفیا کیواسطے

حُبِ دینِ مصطفےٰ کی کر سلیمانی عطا — حضرت سلمان فارسؓ کے لقا کیواسطے

میری قسمت میں الٰہی دولتِ ایمان ہو — حضرت قاسمؒ کی تقسیم ضیا کیواسطے

کذب و تکذیبِ ہدایت سے الٰہی دُور رکھ — جعفر صادقؒ امام اولیاء کیواسطے

شرحِ و بست زندگی کے راز سے کر آشنا — بایزیدؒ آں خسرو بسطام زا کیواسطے

اہل عرفان کے توسل سے مجھے سیراب کر — بوالحسنؒ خرقانی پیرِ ھُدا کیواسطے

میری قسمت کو درخشاں کر جمالِ دید سے — گورگانی قاسمؒ عالی نوا کے واسطے

تیری رحمت میرے حالِ زار پر ہو دم بدم — بوعلی خواجہ زی مجد و علا کیواسطے

کارزارِ زندگی میں دستگیری کیجئے — حضرت یوسفؒ کے حسن پر ضیا کیواسطے

خوبیٔ اخلاق سے آراستہ کر دے مجھے — خواجہ عبد الخالقؒ آں صاحب عطا کیواسطے

میرے دل سے بھی صدائے معرفت اٹھے کوئی — حضرت عارفؒ رئیس اتقیا کیواسطے

دین و دُنیا میں الٰہی عاقبت محمود ہو، — خواجۂ محمودؒ عالی مرتبا کیواسطے

یا الٰہی دین داری میں رہوں ثابت قدم — بوعلی رامیتنی خوش ادا کیواسطے

سمِ قاتل سے، معاصی کے بچا پروردگار — بابا سماسی مقبول خدا کیواسطے

ہو امارت دین و دُنیا کی مجھے یارب نصیب — شاہ کلالؒ آں بادشاہ اولیاء کیواسطے

نقشبندی بوستان سے ہوں مشامِ جاں جواں — شاہ بہاؤالدینؒ بہائے بے بہا کیواسطے

Marfat.com

یاالٰہی ہوں عطا مجھ کو بھی عالی مرتبے
حضرت خواجہ علاؤالدین علا کیواسطے

چرخ ناہنجار کی گردش سے دِل محفوظ ہو
خواجہ یعقوب چرخی کی ادا کیواسطے

یاالٰہی ہو میری ناقص عبودیت قبول
خواجہ احرار آں صاحب ہدا کیواسطے

یاالٰہی ہو مجھے توفیق زہد بے ریا
خواجہ زاہد کی عبادت بے ریا کیواسطے

میری درویشی ہو وجہ رشک شاہاں جہاں
خواجہ درویش محمد باخدا کیواسطے

میری امیدوں کو ابر کرم سے سرسبز کر
خواجہ امکنگی معلّٰی پیشوا کیواسطے

دہر میں باقی رہے میرے عمل کی روشنی
خواجہ باقی باللہ مرد پارسا کیواسطے

دین احمد پر میرا ہو خاتمہ بالخیر ٹھیک
شیخ احمد حجی مجدّد رہنما کیواسطے

صاف لوحِ دل ہو از آلایش ذوق گناہ
خواجہ معصوم شاہ مشکل کشا کیواسطے

ہو دعاؤں میں اثر میری خداوند جہاں
خواجہ سیف الدین کی بلشک دعا کیواسطے

بندہ بے مایہ کو ذوق عبادت ہو عطا
خواجہ عابد نقشبندی کی رضا کیواسطے

آرزؤں کو مری دے آبرو احسان کر
خواجہ حسن صاحب حسن عطا کیواسطے

گور میری کو الٰہی نور سے پُر نور کر
خواجہ نور محمد کی ضیا کیواسطے

جان و دِل میں عشق ہو تیرا الٰہی جاگزیں
جان جاناں مظہر نورِ خدا کیواسطے

ہو غلامانِ محمد میں میرا یارب شمار
شاہ غلام باعلی حق آشنا کیواسطے

خادمانِ اولیا کی صف میں شامل کر مجھے
بوسعید آں خسرو عالی لقا کیواسطے

علم و حکمت کا شرف دے عزت و توقیر دے
شاہ شریف آں شاہ مردانِ خدا کیواسطے

یاالٰہی ہو میرا محمود ظاہر شادماں
حاجی محمود زین الاولیاء کیواسطے

اے خدا تیری اطاعت میں بسر ہوں روز و شب
خواجہ قادر بخش شاہ باصفا کیواسطے

زندگانی ہو بسر میری توکل بر خدا
ہاں توکل شاہ امیر اصفیا کیواسطے

اولیائے حق کی ہر دم یاد پھر محبوب ہو
حضرت محبوب عالم کی ادا کے واسطے

احمد خستہ دردں کو کر عطا حُبّ حبیب
شاہ حبیب اللہ نور اولیاء کے واسطے

Marfat.com

یا الٰہی لے کے آیا ہوں وسیلے نقشبند   ہاتھ پھیلائے ہیں درگاہ میں دُعا کیواسطے

آرزؤں کو میرے امید سے سرشار کر
نقشبندی اولیائؑ و اصفیا کے واسطے

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ پاک ان بزرگ ہستیوں کے وسیلہ سے دُنیا جہان کے تمام مسلمانوں کی نیک اور پاک امیدوں کو شادمانی اور کامرانی سے ہمکنار کرے اور ان کے طفیل اس بندہ احقر وناچیز کی دینی اور دُنیوی آرزوئیں پوری کرے۔آمین ثم آمین۔

جناب ڈاکٹر غلام علی چودھری

قولِ فیصل تھا لفظ اُن کا

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق مجھے ورثے میں ملا۔ ایک طرف میرے والد مولوی نور محمدؒ صاحب مرحوم چرچ مشن ہائی سکول مجیٹھا ضلع امرتسر میں مولوی حرمت علی صاحب مرحوم کے اولین تلامذہ میں تھے اور یہ بزرگ حضرت صاحبؒ کے برادر نسبتی بھی تھے اور برادر طریقت بھی۔ دوسری طرف میری والدہ مرحومہ نے حضرت صاحب کی ہمشیرہ محترمہ مرحومہ سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ بعد میں جب خود والد مرحوم مشن ہائی سکول میں مدرس ہوئے تو حضرت صاحبؒ ان کے تلامذہ میں تھے اور پھر حضرت صاحب بھی وہیں مدرس ہو گئے۔

مجیٹھا کے اس عیسائی سکول کے ایک پادری نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو جن مسلمان اساتذہ کی غیرت ایمانی جوش میں آئی ان میں یہ تینوں بزرگ پیش پیش تھے۔ ان تینوں حضرات نے احتجاجاً استعفے دے دیئے اور اس سکول کی ملازمت چھوڑ دی۔

میدان یقین و عمل کے ایک اور گوشے میں بھی حضرت صاحب اور والد صاحب مرحوم ہم مشرب تھے اور وہ تھا مشائخ عظام سے ارادت و عقیدت کا گوشہ۔ والد مرحوم سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ کے حضرت سائیں جواہر شاہ صاحبؒ سے بیعت تھے اور حضرت کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ میں حضرت خواجہ محبوب عالم سید دیؒ سے ارادت تھی اور ان کے باہمی تعلقات میں محبت اور یگانگت کا رنگ تھا۔ کاش مجھے ان ملاقاتوں کی تقریب اور گفتگوؤں کے موضوع کی بھی کچھ خبر ہوتی جو میں بچپن سے ان باہم محب بزرگوں کے درمیان ہوتے دیکھتا چلا آتا تھا۔

۲۵ مئی ۱۹۳۲ء جمعرات کا دن مجھے تاحین حیات یاد رہے گا کیونکہ اس دن میری والدہ فوت ہوئی تھیں۔ پندرہ روز شدید تپ محرقہ آیا اور سولھویں دن ظہر کے بعد ڈھائی بجے کے قریب دم واپسین لیا۔ خاندان میں کوئی مرگ ہوتی تھی تو بزرگوں کا طریقہ تھا کہ تکفین و تدفین میں بہت عجلت کرتے تھے۔ چنانچہ قصبے میں اور دو تین میل کے فاصلے پر دیہات میں چند اعزہ کو اطلاع کر دی گئی اور عصر کے بعد جنازہ اٹھا لیا گیا اور بہاری والے کنوئیں کی طرف چلے جہاں ہماری آبائی زمینیں تھیں کیونکہ وہاں ایک چھوٹا سا خاندانی قبرستان تھا اور وہیں والدہ کو دفن کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ سورج غروب ہونے میں کوئی آدھ گھنٹہ ہو گا کہ کنوئیں

کے قریب والی کھلی جگہ پر جنازہ رکھ دیا گیا اور پھر نماز کے لئے صفیں درست ہوئیں۔ محلے کی مسجد کے پیش امام کو کہنے ہی والے تھے کہ نماز پڑھائیں کہ خلیفہ ابراہیم صاحب مرحوم نے کہ ہمارے عزیز بھی تھے اور قصبے کے دینی کاموں میں منہمک رہنے والے بزرگ بھی بلند اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا "وہ دیکھو مولوی حبیب اللہ صاحب آرہے ہیں جنازہ وہی پڑھائیں گے۔ دیکھا تو ننگے چٹیل کھیتوں میں جن پر سے گندم کی فصل کٹ چکی تھی حضرت صاحبؒ کشاں کشاں تشریف لئے آرہے تھے۔ صفوں میں کھڑے ہوئے سب لوگ حیران تھے کہ حضرت صاحب گجرات سے سوا سو میل کا سفر طے کر کے عین بروقت کیسے پہنچ گئے کیونکہ انہیں تو اطلاع ہی نہیں کی گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت صاحبؒ تشریف لے آئے اور آتے ہی مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ اور نماز پڑھائی اور دعا کی اور پھر تدفین اور فاتحہ تک ٹھہرے۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا تو فرمایا "صبح سے ہی بے چینی تھی سکول گئے کچھ کام پھر باقی دن کی چھٹی لی اور سیدھے سٹیشن پر آئے گجرات سے امرتسر آئے اور امرتسر سے مجیٹھے گھر نہیں پہنچے تھے راستے ہی میں خبر ملی۔ یہ حسن بی بی کا ہم پر حق تھا" سننے والے اس پر حیران ہو رہے تھے کہ حضرت صاحبؒ میری والدہ کے فوت ہونے سے پہلے ہی گجرات سے روانہ ہو چکے تھے۔

حضرت صاحبؒ کی ذات بابرکات کے ساتھ اس تعلق کی پرورش اللہ تعالے کے فضل و کرم سے کئی طرح سے ہوتی رہی جب گجرات میں سکول تعطیلات کے لئے بند ہوتا جولائی اگست کے مہینوں میں یا دسمبر میں یا پھر مارچ اپریل میں تو حضرت صاحبؒ مجیٹھا تشریف لاتے جامع مسجد بھولے شاہ میں گاہے گاہے اور مسجد باقندگان میں اکثر وعظ اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے۔ حضرت صاحبؒ کے وعظ کی پاک مجلسوں کا اہتمام ہماری گلی میں اکثر خلیفہ ابراہیم صاحب کراتے یک منزلہ مکانوں کی ملحقہ دو تین چھتوں پر دریاں بچھ جاتیں گیس کے لیمپ کی روشنی ہر طرف پھیل جاتی لوبان سلگایا جاتا اور گلاب چھڑکا جاتا۔ مشتاق اور عقیدت مند جمع ہو جاتے خواتین پردے کے پیچھے بیٹھتیں عشاء کے بعد حضرت صاحب تشریف لاتے اور وعظ فرماتے۔ یہ بابرکت محفلیں اکثر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شب معراج، شب برات ایسی تقریبوں پر منعقد ہوتیں اور آدھی رات کے قریب تک جاری رہتیں اور ہمیشہ قیام وسلام کے ساتھ ختم ہوتیں شیرینی بھی تقسیم ہوتی۔ عجیب انوار کی بارش ہوتی تھی اور خوب ہی قلوب فیض سے سیراب ہوتے تھے گورو نانک پبلک ہائی سکول مجیٹھا سے میٹرک کر کے میں ایم اے او کالج امرتسر میں داخل ہوا تو بھی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے مواقع بدستور حاصل ہوتے رہے کیونکہ میں ہر روز صبح بائیسکل سے امرتسر جاتا تھا اور دوپہر کے بعد واپس مجیٹھا آجاتا تھا بی اے تک یہی صورت رہی۔

Marfat.com

کلام اقبال سے مجھے سکول کے زمانے سے شغف تھا جو کالج کے ایام میں اور بھی بڑھا حضرت صاحب اکثر عصر کی نماز مسجد بھولے شاہ میں پڑھتے اور پھر سیر کو تشریف لے جاتے میں حاضر ہوتا تو کمال شفقت سے ساتھ چلنے کو فرماتے گاہے گاہے میں اقبال کے اشعار کی تشریح کے لئے گزارش کرتا تو بعض مطالب مسجد میں ہی بیٹھے بیٹھے اور بعض سیر کے دوران چلتے چلتے بیان فرماتے۔ مجھے یاد ہے رموزِ بیخودی کے "خلاصہ مطالب مثنوی۔ در تفسیر سورہ اخلاص" کے پہلے تین شعروں کی تشریح فرمائی تھی۔

من شبے صدیقؓ را دیدم بخواب   گل ز خاک راہ او چیدم بخواب
آں امن الناس[۵۱] بر مولائے ما   آں کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشت ملت را چو ابر   ثانی اسلام[۵۲] و غار و بدر و قبر

فرمایا "معلوم ہے آغاز سیدنا صدیق اکبرؓ کے ذکر سے کیوں ہوا ہے؟" پھر خود ہی ارشاد فرمایا "اس لئے کہ اسم صدیق عنوان ہے باب اخلاص کا" تیسرے شعر میں لفظ "ہمت" اور "ابر" کی مناسبت پر دیر تک

---

۵۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انّ من امنّ الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر۔ متفق علیہ (مشکوۃ المصابیح باب مناقب ابوبکرؓ) ترجمہ: بلاشبہ اپنی دولت اور صحبت کی بنا پر ابوبکرؓ کا احسان مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ (مرتب)

۵۲ اشارہ بر آیت قرآن: اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم (التوبۃ: ۴۰)

(ترجمہ): (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب اس (رسول اللہ) کو کافروں نے گھر سے نکال دیا۔ اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک رسول اللہ تھے) دوسرے (ابوبکر) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر خدا نے اس پر تسکین نازل فرمائی اور اپنے نبی کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو خدا ہی کی بلند ہے۔ اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (بتصرف قلیل از فتح الحمید)

ثانی اثنین کا لفظ غار ہی میں نہیں بلکہ پوری اسلامی تاریخ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتا ہے یعنی اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی دوسری عظیم شخصیت ہے اور نبوت کے بعد صدیقیت کا مرتبہ ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

گفتگو فرمائی اس بیان ہیں کہ (ان کی ہمّت ماضی اور حال پر ہی نہیں استقبال پر بھی محیط ہے اور خیر واحسان کے عمل کی روز افزوں قوت ہے جو کوئی کشت ملّت کی سرسبزی و شادابی کے لئے خلوص اور ایثار سے محنت اٹھائے گا روح پاک صدیق رضی اللہ عنہ ابر رحمت کی طرح اسے اس دولت سے نوازے گی اور بفضلہ تعالےٰ اس کی سعی مشکور ہو گی[۱])

غالباً علامہ اقبال کے کلام سے میرے شغف کے پیش نظر فرمایا کہ اقبال کو براہ راست مولانا رومؒ کی روح سے فیض حاصل تھا۔ کئی سال پہلے مجیٹھا میں ایک بار میں نے شیخ عطاء اللہ کی مرتبہ کتاب "مکاتیب اقبال" میں مولانا گرامی کے نام علامہ کا ایک خط دکھایا تو کتاب مجھ سے لے کے رکھ لی اور فرمایا "پھر لے جانا ہم اس میں سے کچھ عبارت نقل کریں گے"۔ اس خط میں علامہ اقبال مولانا گرامی کے اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ انہیں خاک پنجاب جذب کرے گی یا خاک دکن اور اس کے آخری حصے تو بالکل تعتیہ ہو گئے ہیں۔ چونکہ حضرت صاحب نے اس خط کو بہ نظر تحسین دیکھا تھا لہٰذا پورا خط ہی ذیل میں درج ہے۔

لاہور ۱۲ راکتوبر ۱۹۱۸ء

جناب مولانا گرامی مدظلہ العالی

گرامی کو خاک پنجاب جذب کرے گی یا خاک دکن اس سوال کے جواب کے لئے حسب الحکم مراقبہ کیا گیا۔ جو انکشاف ہوا۔ عرض کیا جاتا ہے۔ گرامی مسلم ہے اور مسلم تودۂ خاک نہیں کہ خاک اسے جذب کر

۱۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ایک جانب روح صدیق رضی اللہ عنہ سے فیضان ہمت و خلوص کی تقسیم کے صوفیانہ مذاق کا حامل ہے تو دوسری طرف اس کی ظاہری تائید یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عزم و ہمت کا آئندہ ادوار اسلام کے لئے سرچشمہ خیر و عمل ہونا مورخین کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تابندہ درخشندہ تاریخ کا انحصار اڑھائی سالہ عہد صدیقی پر ہے۔ چنانچہ یہ مختصر صدیقی دور اسلام کے پورے مستقبل کے لئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرامن تکفین و تدفین، سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں امت کو ایک فیصلہ پر مجتمع کرنا۔ بے مثال اسلامی منہاج حکومت یعنی خلافت کی داغ بیل ڈالنا، قرآن حکیم کی جمع و تدوین فتنہ ارتداد کا استیصال، مدعیان نبوت کا خاتمہ حدود مملکت کو وسعت دینا اور بہتر جانشین کا بندوبست صدیقی عزم و ہمت کے وہ اہم کارنامے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے قافلے کو اس کی تاریخ کے آنے والے زریں اور روشن آفاق کی طرف رہنمائی بخشی (مرتب)

Marfat.com

سکے ۔ یہ ایک قوت نورانیہ ہے جو جامع ہے جواہر موسویت اور ابراہیمیت کی ۔ آگ اسے چھو جائے تو برد و سلام بن جائے ۔ پانی اس کی ہیبت سے خشک ہو جائے ۔ آسمان و زمین میں یہ سما نہیں سکتی ۔ کہ یہ دونوں ہستیاں اس میں سمائی ہیں ۔ پانی آگ جذب کر لیتا ہے ۔ عدم بود کو کھا جاتا ہے پستی بلندی میں سما جاتی ہے ۔ مگر جو قوت جامع اضداد ہو کر محلل تمام تناقصات کی ہو ۔ اسے کون جذب کرے ۔ مسلم کو موت نہیں چھو سکتی کہ اس کی قوت حیات و موت کو اپنے اندر جذب کر کے حیات و ممات کا تناقص مٹا چکی ہے شاید نضیر[1] نام ایک شخص تھا ۔ پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت ایذا دیتا تھا ۔ فتح[2] مکہ کے بعد جب حضور شہر میں داخل ہوئے ۔ تو ایک مجمع عام میں آپ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو ۔ کم بخت کا خاتمہ کر دیا ۔ اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی ۔ لیکن وہ ہستی جس کی آنکھوں میں دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا تھی ۔ جس کا قلب تاثرات لطیفہ کا سرچشمہ تھا ۔ اس دردانگیز منظر سے مطلق متاثر نہ ہوئیں ۔ نضیر کی بیٹی[3] نے باپ کے قتل کی خبر سنی تو نوحہ و فریاد کرتی اور باپ کی جدائی میں دردانگیز اشعار پڑھتی ہوئی دربار نبوی میں حاضر ہوئی ۔ اللہ اکبر ! اشعار سنتے تو حضور اس قدر متاثر ہوئے کہ اس لڑکی کے

---

۱ ۔ درست نام : النضر بن الحارث ابن علقمۃ ہے ۔ بنو قریش میں سے تھا ۔

۲ ۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد نہیں بلکہ جنگ بدر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لوٹ رہے تھے تو مقام صفراء میں پیش آیا ۔

۳ ۔ نضر کی بیٹی کا نام بروایت ابن ہشام ، ابن عبدالبر و ابن حجر العسقلانی قتیلہ ہے ۔ اور بروایت الجاحظ لیلی ۔ ابن عبدالبر کے مطابق قتیلہ نے یہ اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ بدر کے بعد مکہ سے روانہ کئے تھے ۔ مگر الجاحظ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد بیت الحرم کا طواف کر رہے تھے کہ لیلی نے آپ کو چادر کا پلو پکڑ کر ٹھہرایا اور یہ اشعار پڑھے ۔ ابن عبدالبر کی رو سے وہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لے آئی تھی مگر ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں " مجھے اس کے اسلام کی تصریح نہیں ملی ۔

بہر حال حضور نے قتیلہ کے یہ اشعار سنے تو اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا :

لو بلغنی شعرھا قبل ان اقتلہ لمفوبت عنہ ترجمہ :۔ اگر یہ شعر اس کو قتل کرنے سے قبل مجھے پہنچ جاتے تو میں اسے معاف کر دیتا ۔

(ابن ہشام ۲۰ : ۴۴ ۳٫۶۴۴ : ۴۴ = ابن عبدالبر ، الاستیعاب ، ۴ : ۱۹۰۴ ، ۱۹۰۵ = ابن حجر العسقلانی ، الاصابہ ، ۴ : ۳۷۸ = الجاحظ ، البیان والتبیین ، ۳ : ۳۶۵ ۔)

ساتھ مل کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ جوشِ ہمدردی نے اس سب سے زیادہ ضبط کرنے والے انسان کے سینے سے ایک آہ سرد نکلوا کر چھوڑی۔ پھر نضیر کی تڑپتی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ فعل محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور اپنی روتی ہوئی آنکھ پر انگلی رکھ کر کہا یہ فعل محمد بن عبداللہ کا ہے۔ پھر حکم دیا کہ نضیر کے بعد کوئی شخص مکہ میں قتل نہ کیا جائے۔

غرض کہ اسی طرح مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے محمدیت کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا کیونکر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے۔ البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان[۵۱] ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے اور اس کی قوت ذوقی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے۔ ایک کف[۵۲] پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔

محمد اقبال

لاہور[۵۳]

حضرت صاحبؒ کے عقیدت مندوں میں غیر مسلم بھی شامل تھے اور چند ایک تو لگتا تھا بطور خاص توجہ کے ملتجی بھی رہتے تھے۔ تاہم جب ہندو مسلم تعلقات کشیدہ ہونے شروع ہوئے تو خلاف اسلام طاقتیں برصغیر میں فسادات برپا کرنے لگیں اور حضرت صاحبؒ نے باوجود طبیعت میں رنگ جمالیت غالب ہونے کے مجددیؒ شان کے ساتھ مسجد بھولے شاہ میں خطبہ جمعہ کے دوران لوگوں کو خطرات سے آگاہ فرمانا شروع کیا اور اپنی مدافعت کے لئے تنظیم کی ہدایت فرمائی۔ میں اس زمانے میں اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی کا لیکچرار ہو چکا تھا۔ قیام پاکستان کے دن یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارے خاندان کے انیس افراد بزرگ اور خواتین اور بچے مجیٹھا میں شہید کر دیئے گئے اور بعد میں میرے والد لاہور پہنچ کر ۲۶ ستمبر کو انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ان دنوں ہر طرف کہرام بپا تھا اور

---

۵۱ صحرائے عرب۔

۵۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کف پا مراد ہے۔

۵۳ شیخ عطاء اللہ: اقبالنامہ، مجموعہ مکاتیب اقبال، طبع لاہور، حصہ اول صفحہ ۱۳ تا ۱۵: غلام قادر گرامی کے نام مکتوب نمبر ۲۔

اس طرح کے ہزاروں سانحے اللہ کی مخلوق پر ہر روز گزر رہے تھے حضرت صاحبؒ لاہور آئے تو اکبری دروازہ کے باہر اکھاڑہ بوٹا مل میں جہاں میں رہتا تھا تشریف لائے مرحومین کے لیئے فاتحہ کہی اور انتہائی شفقت سے میری دلجوئی اور غمگساری فرمائی میرے سب بزرگوں کے بارے میں بڑی اچھی باتیں فرمائیں اور والد صاحبؒ کے متعلق ارشاد فرمایا "لوگوں کو کیا خبر مگر جاننے والے جانتے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم قطب تھے"۔

اکھاڑہ بوٹا مل ایک طرح سے بڑا خاص محلہ تھا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ان معتقدین کا مرکز تھا۔ جو اسے نبی تو نہیں مجدد مانتے تھے اس فرقے کے اعتقادات اور مشاغل سے مجھے قدرے آگاہی تھی۔ اور بعض اوقات اس کے بعض ارکان سے بحث بھی رہتی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں جب چند رفقاء کے ساتھ اسلامیہ کالج لاہور سے مستعفی ہونا پڑا تو تعلیم الاسلام کالج لاہور میں مجھے لیکچرر کی اسامی مل گئی یہ کالج قادیانی جماعت کا تھا اور سول لائنز میں ڈی اے وی کالج کی عمارت میں قائم ہوا تھا اگرچہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اور بزرگوں کی تربیت کے طفیل میں اس جماعت کے ارادے میں کام کرنے سے خائف نہ تھا پھر بھی سوچا معاملہ ایمان و اعتقاد کا ہے احتیاط لازم ہے یعنی اس کالج میں کام کروں تو مرد کامل کی پشت پناہی کے بغیر نہ کروں۔ حضرت صاحب ہمیشہ خاص توجہ فرماتے تھے لاہور تشریف لاتے تو کبھی خود قدم رنجہ فرماتے کبھی اطلاع کراتے اور میں حاضر خدمت ہو جاتا میرے تعلیم الاسلام کالج میں ملازمت کر لینے کے بعد حضرت صاحب لاہور تشریف لائے اور یاد فرمایا تو میں حاضر ہوا بھائی عزیز دین صاحب کے دفتر واقع میکلوڈ روڈ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا۔ "حضور قادیانیوں کے کالج میں پڑھانے لگ گیا ہوں یوں تو آپ کی مہربانیاں پہلے بھی کم نہیں مگر اب زیادہ ضرورت حفاظت کی ہے بیعت فرمالیجئے۔ مسکرا کر فرمایا "کوئی بات نہیں خیر ہے" اور پھر شیرینی منگوائی اور بیعت فرمایا۔ دو سال تعلیم الاسلام کالج میں رہا۔ مگر اللہ کے کرم سے کبھی کسی کو غلط فہمی نہ ہونے دی کیا کالج کے اندر کیا باہر واشگاف طور پر بتا یا کہ بس انگریزی پڑھاتا ہوں میرا قادیانی جماعت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس جماعت کے بعض جوشیلے اساتذہ نے معاندت کا اظہار بھی کیا اور بعض شیریں زبان رفقاء نے التفات کی کئی صورتیں بھی پیش کیں مگر الحمد اللہ حضرت صاحب کی دعا سے اپنے آئینہ یقین و اعتقاد پر کوئی گرد نہ بیٹھ سکی مخالفت کی نہ ملاطفت کی۔

چھ سات پروفیسر دوست تعلیم الاسلام کالج سٹاف کے میرے مکان پر آئے میں نے مناسب تواضع اور خاطر داری کی اور آنے کا شکریہ ادا کیا بولے "ہم آپ کو دعوت دینے آئے ہیں جماعت میں داخل ہونے کی"۔ میں نے کہا "اللہ کا کرم ہے حضور نبی اکرم اللہ علیہ وسلم کے دین پر پیدا ہوا اور اللہ سے دعا ہے کہ اسی پر موت آئے! فرمائیے میرے اس حال میں کیا خرابی آپ کو نظر آتی ہے؟

Marfat.com

ایک صاحب نے کہا۔ "اصل میں حضرت مرزا صاحب احمدیہ کے بانی نے جن خطرات کی خبر دی ہے ان کے پیش نظر ضروری ہے کہ انسان اپنی اصلاح کی فکر کرے" اور پھر انہوں نے کہا "حضرت مرزا صاحب نے بڑی واضح پیشینگوئیاں کی ہیں مثلاً شہر لاہور کی بربادی کے بارے میں کہ یہ یوں مٹے گا جیسے کبھی تھا ہی نہیں" میں نے کہا۔ "نری پیشگوئی دعوت کے لئے ضعیف ترین سہارا ہے اور اس طرح کی پیشگوئیاں بالکل بے معنی ہیں کیونکہ ان کی صحت اور عدم صحت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس سے ہزار درجے بہتر پیشگوئیاں علامہ اقبال نے کی ہیں مثلاً انہوں نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں کہا کہ شمالی ہند کے مسلم اکثریت کے علاقوں میں ایک مملکت کا قیام کم از کم اس علاقے کے مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکا ہے[۱] اور ۱۹۴۷ء میں یہ پیشگوئی حرف بہ حرف ثابت ہوئی تو کیا میں اقبال کو نعوذ باللہ نبی مان لوں؟ ان جیسے ملّت کے عظیم محسن ایک طرف رہے پیشگوئی کرنے کے لئے تو اسلام کی بھی شرط نہیں ایک برطانوی صحافی بیورلے نکلس نے ۱۹۴۴ء میں اپنی کتاب **Verdict of India** میں لکھا کہ قائداعظم کا پاکستان ایک دن دھماکے کے ساتھ دنیا کے نقشے پر ظاہر ہو جائے گا[۲] اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ٹھیک یہی ہوا تو کیا اس انگریز مصنف کا رسالت پر دعویٰ قائم ہو گیا؟" لاحول ولا قوة الا باللہ"۔

اسی طرح کئی سال بعد جب میں نے برطانیہ اور امریکہ میں قیام کے بعد اکھاڑہ بو ٹا مل کے پرانے محلے میں لاہوری جماعت کے نئے بنائے ہوسٹل میں کمرہ کرائے پر لیا تو چند روز بعد اس کے تین رکن میرے پاس آئے کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر ان کے سیکرٹری صاحب بولے "ہماری جماعت کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "فرمایئے میں اس محلے میں ایک زمانہ رہ چکا ہوں اور میں قادیانی جماعت کے تعلیم الاسلام کالج لاہور میں بھی پڑھ چکا ہوں۔" کہنے لگے "لیکن ان کے اور ہمارے درمیان تو بڑا فرق ہے وہ مرزا صاحب کو مجدد نہیں مانتے نبی مانتے ہیں اور ہم انہیں نبی نہیں مانتے مجدد مانتے ہیں" میں نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے میں سمجھتا ہوں آدھا سچ آپ کہتے ہیں آدھا وہ"۔ بولے "کیا مطلب؟" میں نے کہا۔ "آپ یہ سچ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی نہ تھے اور وہ یہ سچ کہتے ہیں۔

---

[۱] علامہ اقبال: خطبات اقبال طبع اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔ صفحہ ۲۵ تا ۳۸

[۲] " This dream empire may one day come out of the clouds, and place itself on the world's map with a bang."

(Beverley Nichols : Verdict on India ; London 1944, Page 178).

کہ مرزا صاحب مجدد نہ تھے!" اس کے بعد تینوں صاحب چند لمحے چپ چاپ بیٹھے رہے پھر اٹھے اور چلے گئے پھر دو ہفتے بعد مجھے نوٹس آ گیا کہ فوراً کمرہ خالی کر دو جو میں نے چند ماہ بعد کر دیا۔

۱۹۵۰ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے ربوہ منتقل ہونے لگا تو میں نے استعفیٰ دے دیا وجہ ظاہر تھی کہ لاہور میں تو معاملہ صرف انگریزی پڑھانے تک ہی تھا مگر ربوہ میں تو قادیانی جماعت کا اپنا ماحول تھا جس سے میرا کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دیال سنگھ کالج میں ملازمت کر لی اور ۱۹۵۶ء میں وہاں سے ایم اے او کالج لاہور چلا گیا۔ ۱۹۵۹ء میں ستمبر کے تیسرے ہفتے میں مجھے پی ایچ ڈی کے لئے ایڈنبرا یونیورسٹی میں حاضر ہونا تھا۔ اگست کے تیسرے ہفتے میں اجازت لینے کے لئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوں تو بہت عرصہ پہلے داخلے کی درخواست دیتے وقت بھی عرض کیا تھا اور حضرت صاحبؒ نے خاصے توقف کے بعد فرمایا تھا "اچھا جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو"۔ اب میں نے عرض کیا "اجازت کے لئے حاضر ہوا ہوں" بہت دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا "کتنے عرصے کا کورس ہے"؟ میں نے عرض کیا "کم از کم دو سال لگیں گے" پھر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا "بڑی لمبی مدت ہے۔ اچھا اللہ خیر کرے"۔ چلنے لگا تو فرمایا "کس تاریخ کو روانگی ہے"؟ میں نے عرض کیا "حضور تین ہفتے تک" فرمایا "ابھی تو بہت دن ہیں، چاہے پھر آ جائیں" میں نے عرض کیا "بہت اچھا حضور"۔ دو ہفتے کے بعد حاضر ہوا رخصت کے وقت فرمایا "کس روز چلنا ہے"؟ میں نے عرض کیا "حضور ایک ہفتے تک" فرمایا "وقت نکال کر چاہے ایک بار اور آ جائیں" میں نے عرض کیا۔ "بہت اچھا حضور ان شاء اللہ حاضر خدمت ہوں گا"۔ حاضر ہوا تو بہت وقت تخلیئے میں عنایت فرمایا پھر ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں جہاں چاہیں بندے سے کام لے لیں" پھر بہت دیر خاموش رہے میں حسب معمول دو زانو بیٹھا تھا میرا دل بے اختیار بھر آیا اپنی غفلت پر تاسف ہوا کہ حاضری کی نعمت سے بیش از بیش فائدہ نہ اٹھایا اور آنے والی طویل جدائی کے خیال سے طبیعت کو وحشت ہونے لگی پھر جیسے جذبات کا بند ٹوٹ گیا میں نے سر قدموں میں رکھ دیا گریہ، ہچکیاں اور سسکیاں.... اضطراب کی حالت میں لوٹتا رہا حضرت صاحب دست شفقت گاہے گاہے میرے سر پر پھیرتے تھے۔ جب میرے دم میں دم آیا تو کمال التفات سے اٹھایا اور اٹھ کے سینے سے لگایا اور بار بار ہاتھ اُٹھا کے دُعا فرمائی پھر بڑے صاحبزادہ صاحب حضرت محمد یوسف صاحب دام ظلہ کو یاد فرمایا کہ ریلوے سٹیشن کے تانگے میں بٹھا کے آئیں۔ رفیع منزل کے سامنے سڑک پر پہنچ کر میں نے صاحبزادہ صاحب سے عرض کیا کہ آرام فرمائیں مگر انہوں نے فرمایا "حضرت صاحب کا حکم تانگے میں بٹھا کے جانے کا ہے"۔ خاصے فاصلے پر جا کر تانگہ ملا اور میں نے صاحبزادہ صاحب سے اجازت لی۔

Marfat.com

ایڈنبرا یونیورسٹی میں تقریباً سوا دو سال کا عرصہ گزرا انگریزی ناول پر تحقیقی کام تو کرنا ہی تھا دینی خدمت کے مواقع جب میسر آئے اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ان سے فائدہ اٹھانے کی پوری سعی کی۔ پاکستانی طلباء کی ایک انجمن ایڈنبرا یونیورسٹی میں برائے نام موجود تھی ایک صالح نوجوان امیر انصاری صاحب نے اس میں روح پھونکنے کا بیڑہ اٹھایا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا سب سے پہلے نماز جمعہ ادا کرنے کا انتظام کیا گیا۔ جلد ہی دوسرے ملکوں کے مسلمان طلباء بھی جمعے کے اجتماع میں آنے لگے اور یوں ایک روح پرور فضا محبت اور دینی اخوت کی قائم ہوئی۔ یونیورسٹی کے سرکاری پادری صاحب گاہے گاہے طلباء اور طالبات کی نشستیں اپنے دفتر کے لاؤنج میں برپا کیا کرتے تھے۔ اسلام پر بحثوں کا ایک سلسلہ انہوں نے چلایا۔ ایسی ہی ایک نشست میں مشہور مستشرق پروفیسر منٹگمری واٹ کو پہلی بار دیکھا اور وہیں ان سے مڈبھیڑ بھی ہوگئی۔

میں نے پہلی ہی نشست میں دیکھ لیا کہ یونیورسٹی کے پادری صاحب دھیمے سروں میں اسلام کی تنقیص کر رہے ہیں اور عیسائیت کی فوقیت ثابت کر رہے ہیں اس طرح کہ عیسائیت کی "امن پسندی" کی دلیل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ارشادات سے لا رہے ہیں اور اسلام کی "جنگ پسندی" کی دلیل تاریخی واقعات کے حوالے سے۔ میں نے بات کرنے کی اجازت چاہی اور کہا کہ جناب پادری صاحب آپ تو بہت آسان کام کر رہے ہیں۔ عیسائیت کو جانچ رہے ہیں آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول و فعل کی روشنی میں اور اسلام کو جانچ رہے ہیں عام مسلمانوں کے اعمال کے پیش نظر۔ یہ علمی دیانت کے خلاف ہے۔ جو گفتگو عدل اور انصاف کی بنیاد پر نہ ہو وہ بے کار ہوتی ہے۔ اگر عیسائیت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اور انجیل کا سہارا لیتے ہیں تو اسلام کے محاسن کا اندازہ کرنے کے لئے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا سہارا لیں۔ میرا یہ کہنا تھا کہ ادھر سے ایک جرمن طالبہ بول اٹھی۔ "یہ بالکل صحیح ہے ایسی بے انصافی کی بحث کا کوئی فائدہ نہیں"۔ میں نے کہا "یہ آپ کا ہی نہیں پوری مغربی عیسائی دنیا کا وطیرہ ہے کہ وہ ہمارے دین کے خلاف ہمیشہ غلط بنیادوں پر پروپیگنڈا کرتی ہے اس کا چھوٹا سا نمونہ شمالی افریقہ میں دیکھئے جہاں فرانس کی مسلح افواج اور الجزائر کے حریت پسندوں کے درمیان اتنے برسوں سے جنگ جاری ہے۔ یورپ اور امریکہ کے تمام ذرائع ابلاغ عامہ اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن فریقین کا ذکر کرتے ہیں تو یورپی اور مسلم کہہ کے۔

ا؎ صاحب مقالہ نے ایڈنبرا یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ڈاکٹریٹ کی ہے ان کے مقالہ کا عنوان ہے۔
Symbolism in Dickens.

Marfat.com

یہ کس قدر غلط ہے کیونکہ یورپی علاقائی تفریق ہے اور مسلم مذہبی امتیاز۔ یہ جس طرح علمی طور پر صحیح نہیں اسی طرح واقعتاً بھی صحیح نہیں کیونکہ ساری یورپی آبادی عیسائی نہیں اس لئے یا دونوں کو علاقائی نام دیں اور کہیں یورپی اور افریقی یا فرانسیسی اور الجزائری یا پھر دونوں کو مذہبی نام دیں اور کہیں عیسائی اور مسلم۔ مگر یہ جو آپ فرانسیسیوں کو یورپی کہ رہے ہیں اور الجزائریوں کو مسلم تو یہ سارے یورپ میں صلیبی جنگوں کے پیدا کردہ اس خلاف اسلام جذبے کو جو صدیوں سے آپ کے اجتماعی شعور میں رچا پڑا ہے الجزائر کے مسلمان مجاہدوں کے مقابلے میں اور فرانس کے حق میں بھڑکانے کے لئے ہے"۔ میں اس مجلس میں اکیلا مسلمان تھا مگر میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی پادری صاحب نے چند رسمی جملے شکریے کے کہے اور نشست برخاست ہوگئی۔

ایسی ہی ایک محفل میں پروفیسر واٹ کو اسلام پر لیکچر دینا تھا وہ ایک ممتاز مستشرق بھی ہیں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگار بھی[1]۔ یونیورسٹی کے پادری صاحب نے ۔۔۔۔ تعارفی کلمات میں کہا "پروفیسر واٹ برطانیہ میں اسلام پر اینگلیکن چرچ کے سب سے بڑے صاحب الرائے ہیں"۔ پروفیسر موصوف نے اپنے لیکچر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں اور اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کا بالخصوص ذکر کیا یعنی وہی باتیں کہیں جو عام طور پر یورپ اور امریکہ کے لوگ اسلام کے بارے میں تضحیک کے انداز میں کہتے سنتے ہیں۔ لیکچر ختم ہوا اور تالیاں پٹیں۔ پھر غیر مسلم "گورے" طلباء اور طالبات نے تفریح کے سے ماحول میں سوالات کئے اور پروفیسر واٹ نے اسی طرح جوابات دئے ہم چار پانچ مسلمان طالب علم بیٹھے تلملاتے رہے جب میں نے دیکھا کہ مجلس برخاست ہونے والی ہے تو سوال کرنے کیلئے اٹھا اور کہا "مجھے اس نشست سے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ پروفیسر واٹ ایسے عالم نے وہی صدیوں پرانی گھسی پٹی باتیں کی ہیں اور یونیورسٹی کے طلباء اور طالبات نے غیر سنجیدہ سوالات پوچھے ہیں عام طور سے مغربی عیسائی دنیا میں پیغمبر اسلام اور پیرو اسلام کی یہی تصویر ہے کہ ایک غضبناک انسان شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے پیچھے اس کے حرم کا سلسلہ محملوں میں اٹھائے اونٹوں کی قطار ہے افسوس ہے کہ پروفیسر واٹ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ تصویر افسانوی تصویر ہے علمی تاریخی اور واقعاتی تصویر نہیں یہی تصویر پیش کر رہے ہیں! اسلام کی بات کرنی ہے تو توحید اور رسالت کی بات کیجیے بیویوں کی تعداد اور تلوار کے استعمال کی بات نہ کیجیے آپ یہ بتائیے کہ جب کوئی شخص حلقۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو کیا کرتا ہے؟" پروفیسر واٹ نے جواب دیا "کلمہ شہادت پڑھتا ہے"۔ میں نے

---

[1] پروفیسر منٹگمری واٹ ہیں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز کے ڈائریکٹر ہیں۔ سیرت نبویؐ پر ان کی کتاب دو جلدوں میں ہے۔ محمد ایٹ مکہ اور محمد ایٹ مدینہ۔

کہا۔ "آپ کو پتہ ہے اسلام میں پیدا ہونے والے ہر بچے کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟" انہوں نے کہا "مجھے نہیں معلوم" میں نے کہا "نماز کی اذان جس میں کلمۂ شہادت کے الفاظ شامل ہیں نومولود کے کانوں میں پھونکی جاتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کے وقت سے آج اسلام میں پیدا ہونے اور اسلام میں داخل ہونے کے لئے اس شہادت میں شریک ہونا لازم ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں عیسائیت میں داخل ہونے والے کس بات کا اقرار کرتے تھے؟" پروفیسر صاحب پریشان ہو گئے اور دو لمحے توقف کے بعد یونیورسٹی کے پادری بولے" میں تو نہیں جانتا" "آپ کو شائد معلوم ہو" وہ بولے" مجھے بھی معلوم نہیں!" میں نے کہا" کچھ بھی ہو اس اقرار میں ان کے ابن اللہ ہونے اور صلیب پر جان دینے کا ذکر نہیں ہو سکتا جو پچھلے ڈیڑھ ہزار سال سے عیسائیت کے لازمی عقیدے چلے آرہے ہیں کیونکہ انجیل کے قدیم ترین نسخے جو موجود ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے تین سو سال بعد کے ہیں اور یونانی زبان میں ہیں جو ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ہم عصر یہودیوں کی زبان نہیں تھی اس لئے ان کے خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ یونانی اساطیر سے ماخوذ ہے جن میں دیوتاؤں اور انسانوں کے مابین اختلاط اور ازدواج کے رشتے عام ہیں۔ قرآن نے انجیل کی اس مشرکانہ اور باطل تعریف کی طرف صریح اشارے کئے ہیں۔"

"اب میں بیویوں اور تلوار کی بات کروں گا اگر آپ تعداد ازواج کے مسئلے کو نقطۂ نظر سے دیکھیں تو پھر صرف اسلام کو زیر بحث نہ لائیں تورات میں جو آپ کی انجیل میں عہد نامۂ عتیق کے نام سے شامل ہے پیغمبروں کا عمل تعدد ازواج پر ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ بولے "صحیح ہے" میں نے کہا" اور انجیل کے عہد نامۂ جدید میں حضرت عیسیٰ کا عمل تجرد پر ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟" میں نے کہا" اگر مذہبی اعتبار سے ازدواجی زندگی کیلئے معیار وضع کرنا ہے تو آپ کا ایک مرد کے لئے یہ یک وقت صرف ایک بیوی رکھنا کہیں ثابت نہیں۔" اس پر پروفیسر واٹ بولے" آپ ٹھیک کہتے ہیں قدیم عیسائی ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے اور تاریخ میں ہے کہ مشہور عیسائی شہنشاہ شارلیمان کی تین باقاعدہ منکوحہ بیویاں تھیں اور عہد نامہ جدید میں ایک ہدایت ہے کہ بڑے پادری کو ایک سے زیادہ شادی نہیں کرنی چاہیئے جس سے قدیم عیسائیوں میں تعدد ازدواج ہونا صاف ثابت ہے" میں نے کہا "بہت خوب پھر آپ تعداد ازدواج کو صرف اسلام کے ساتھ کیوں مختص کرتے ہیں؟ اور قرآن تو دو چار بیویاں کرنے کی اجازت عدل کی سخت شرط عاید کر کے دیتا ہے ورنہ ایک پر ہی اکتفا کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور اس اجازت کے فائدے یہاں آپ کے مغربی معاشرے کی حالت دیکھ کر زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ یوروپی معاشرہ بالخصوص دوسری جنگ عظیم کے بعد زیر و زبر ہو کے رہ گیا ہے

Marfat.com

اور خاندان بہ حیثیت معاشرے کی اکائی کے برقرار نہیں رہ سکا۔ اس کا سبب ایک تو یہاں کی جنسی زندگی کے ڈھیلے رواج ہیں دوسرے تعدد ازواج کی ممانعت۔ چنانچہ یہیں برطانیہ میں اخبارات آئے دن ناجائز بچوں کی بڑھتی ہوئی شرح کا رونا روتے رہتے ہیں جو بعض علاقوں میں ۱۵ فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ جنگ کے دوران لاکھوں مرد مارے گئے بہت سی شادی کے قابل عورتوں کو شوہر نہیں ملے۔ کیونکہ آپ کا بنایا ہوا ایک میاں ایک بیوی کا اٹل قانون ان کی راہ میں حائل تھا مگر فطرت کے تقاضے تو نہیں رکھتے۔ ناجائز بچوں کی یہ بھرمار کیوں نہ ہو۔ ان میں سے اکثر کو ان کی بدنصیب غیر شادی شدہ مائیں سرکاری بچہ گھروں میں چھوڑ جاتی ہیں"۔ اس پر پروفیسر واٹ نے فرمایا "اور وہاں حکومت نے ان کی پرورش کے بڑے اچھے انتظامات کر رکھے ہیں"، میں نے کہا "پروفیسر واٹ ٹھیک ہے۔ انتظامات بڑے اچھے ہوں گے لیکن خدا کے لئے یہ بتائیے جب یہ بچے بڑے ہو کر سڑکوں پر نکلتے ہیں سکولوں میں پڑھتے ہیں دوسرے بچوں سے ملتے ہیں جن کے والدین ہیں جن کے گھر ہیں تو یہ خود کو ان سے مختلف نہیں سمجھتے؟ ان کو اپنے ماں باپ کی لوہ نہیں ہوتی؟ ان کے دل گھروں کو نہیں ترستے؟ یہ مظلوم مخلوق کس طرح معاشرے کا امن پسند حصہ بنے اور کیوں بنے؟ اسلام ایک مکمل دین ہے اس نے معاشرتی زندگی میں امن اور جنگ ہر صورت حال کے لئے صحت و عدل قائم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

"اب رہی تلوار کی بات تو پیغمبر اسلام کی بعثت کے بعد اور جنگ بدر سے پہلے چودہ سال کی مدت آپ کیوں بھول جاتے ہیں؟ مکہ سے ہجرت کیوں ہوئی اور مدینہ میں قیام کیوں ہوا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے تلوار چلا کر ان مرد و زن کو مسلمان بنایا جو کفار اور مشرکین کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا سب کچھ چھوڑ کر حبشہ اور مدینے چلے گئے؟ اور انہوں نے کون سی تلوار چلا کر مدینہ کے ان لوگوں کو مسلمان بنایا جنہوں نے انہیں اور مکہ کے مسلمانوں کو مدینہ آجانے کی دعوت دی اور اپنے گھر بار اور کام کاج ان کی خدمت میں حاضر کر دیئے؟ اور عہد نبوی ؐ کے بعد کی بات کر لیجئے کن مسلمان جرنیلوں کی تلواروں نے ملائیشیا اور انڈونیشیا کے کروڑوں انسانوں کے سر مکہ کے رخ پر جھکا دئیے؟ آپ یہ بتائیے جب آپ اپنے اعتقاد اور ایمان کی خاطر اپنے گھر چھوڑ کر نکل جائیں اور آپ کے دشمن آپ کو پھر بھی چین سے نہ بیٹھنے دیں اور چڑھ آئیں تو آپ کا فرض کیا ہوگا؟ فرد کے لئے ممکن ہے کہ کوئی اس کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو وہ دوسرا اس کے سامنے کر دے مگر جماعت کے لئے یہ ممکن نہیں! آپ کا یہ ملک عیسائی ملک ہے آپ جرمنی کے خلاف کیوں لڑے؟ جب ہٹلر نے لندن پر بم گرائے آپ نے اس سے کیوں نہ کہا "شکریہ مانچسٹر بھی حاضر ہے شوق فرمائیے"! انہیں آپ نے برسوں اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کی بیخ بن اڑا دی اور ساری دنیا کو اس جنگ میں یہ کہہ

Marfat.com

کے مبتلا کئے رکھا کہ رزم حق و باطل ہے "۔

پروفیسر واٹ چپ رہے اور پادری صاحب نے جلسہ برخاست کر دیا گورے لڑکے لڑکیاں بجھے بجھے نشستوں سے اٹھنے لگے اور پاکستانی ٹولی بھی کمرے سے باہر آ گئی جس کو کیمسٹری کے پی ایچ ڈی کے طالبعلم صلاح دین اکٹھا کر لائے تھے انہوں نے ہی مجھے اس جلسے کے ہونے کی خبر دی تھی اور اس میں شامل ہونے کی تاکید کی تھی۔ صلاح دین بڑے خوش تھے زینہ اترتے ہوئے انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا دیا۔ میں نے نیچے آ کر ان سے کہا "عجیب قصہ ہوا ایک بات بھی میرے ذہن میں نہ تھی اللہ کا کرم ہو گیا جو دو ایک نکتے سوجھ گئے"۔

اسی طرح کے اور چند موقعے بھی میسر آئے ایڈنبرا کے جارج ہال میں ہر سال ایک تقریب برپا ہوتی ہے جس میں مختلف مذاہب کے نمائندے اپنا اپنا مذہب حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہیں مجھے اس میں شرکت کی دعوت ملی تو مختصر وقت میں میں نے کچھ باتیں کہیں اور نظریات توحید و تثلیث کا مقابلہ کیا اور تثلیث کے ابطال میں کہا کہ توحید انسان کے ذہن کو صاف اور روح کو متحد رکھتی ہے۔ اور تثلیث ذہن کو الجھاتی اور روح کو انتشار میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عیسائیت کے نمائندہ پادری صاحب میرے قریب ہی سٹیج پر بیٹھے تھے انہوں نے اپنی گفتگو یہ کہہ کر شروع کی کہ میں اسلام کے نمائندے سے متفق ہوں تثلیث کا نظریہ میری سمجھ میں بھی نہیں آتا میں اپنی جگہ حیرت زدہ تھا اور سامعین جن میں بہت بھاری اکثریت عیسائیوں کی تھی اپنی جگہ دم بخود رہ گئے۔ میرے دل میں پادری صاحب کی دیانت کیلئے بیحد احترام پیدا ہوا۔ میں نے اسی ضمن میں الگ یہ نکتہ بھی پیش کیا کہ آپ کہتے ہیں عیسائیت کی روح محبت ہے، اسلام بھی محبت کو بڑا درجہ دیتا ہے مگر انسانی معاشرے کی بنیاد عدل پر رکھتا ہے کیونکہ محبت انسان دوسروں پر دعوے رکھ کر نہیں کر سکتا اور انصاف دعوی رکھ کے حاصل کر سکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ کے غیر مسلم معاشرے میں خورد و نوش کا مسئلہ بھی ہمارے لئے اہم ہے بالخصوص سور کے گوشت کا۔ مغربی لوگوں کو اس بات سے بڑی چڑ ہے کہ جس چیز کو وہ رغبت سے کھاتے ہیں اس سے مسلمان دینی نقطۂ نظر سے نفرت آمیز پرہیز کرتے ہیں اور وہ کھلم کھلا پوچھتے ہیں کہ تم لوگ سور کیوں نہیں کھاتے، ایک بار ہم مختلف ملکوں کے چالیس سے زیادہ طلباء اور طالبات خصوصی بس سے انگلستان کے جھیلوں والے علاقے کی سیر کر رہے تھے ایک جرمن لڑکے نے یہی سوال کیا تو میرے علی گڑھ کے دوست جعفر زکی صاحب نے انہیں سمجھانا شروع کیا یہ بہت غلیظ جانور ہے اس کی جنسی زندگی بھی بڑی بے حیائی اور بے غیرتی کی ہے اور چونکہ انسان جو کچھ اپنے خون میں داخل کرتا ہے وہ اس کے قوائ اور کردار کو متاثر کرتا ہے اس لئے ایسے بے حیا اور بے غیرت جانور کا گوشت انسان کو نہیں کھانا چاہیئے مزید یہ کہ ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ سور کا گوشت کھانے سے بعض خطرناک جلدی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں الغرض زکی صاحب نے نہایت اچھے انداز میں اس جرمن طالبعلم کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ بحث کو برابر طول دئے جا رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ سن رہا تھا میں نے کہا

Marfat.com

کچھ" مجھے بھی کہنے کی اجازت ہے ؟" وہ بولا" ہاں ضرور کہو" میں نے کہا" تم عیسائی ہو تم شوق سے وہ چیزیں کھاؤ جو حضرت عیسٰیؑ نہیں کھاتے تھے مگر ہم مسلمان ہرگز وہ چیز نہیں کھائیں گے جو حضرت عیسٰیؑ نہیں کھاتے تھے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور بولا" کیا مطلب ہے تمہارا ؟" میں نے کہا" یہ تو جانتے ہو کہ یہودی سٹور کا گوشت نہیں کھاتے" کہنے لگا" ہاں" میں نے کہا" حضرت عیسٰیؑ یہودی ماں کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ یہودی برادری کے فرد تھے قیاس یہی کہتا ہے کہ انہوں نے کبھی سور کا گوشت نہیں کھایا ہو گا تم ان کی پیروی نہ کرو اپنی مرضی کرو اور سور کھاتے رہو مگر ہم ہرگز نہیں کھائیں گے۔" یہ سن کر وہ چپ ہو گیا تھوڑی دیر بعد بس رکی تو اٹھا اور ایک اور نشست پر جا بیٹھا۔ زکی صاحب بولے" بھائی تم نے خوب دلیل دی یہ تو بڑا مسکت جواب ہے" میں نے کہا" زکی صاحب آپ اس سے عالمانہ باتیں کر رہے تھے میں گنوار آدمی ہوں بس یونہی ہانک دی اور اللہ نے دشمن کو کاٹ دیا۔"

مغرب کی پوری زندگی اسلام دشمنی میں رچی ہوئی ہے جن گھروں میں مسلمان طالب علم رہتے ہیں وہاں بھی ان کے لئے مشکلات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ایڈنبرا میں میری مالکہ مکان نے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک گستاخی کے ساتھ لیا رات کے کھانے کے بعد کا وقت تھا اور سب لوگ اپنے اپنے کمروں کو جا رہے تھے۔ میں رات بھر بے حد اذیت میں رہا۔ صبح معمول کے مطابق آٹھ دس لوگ کھانے کی میز پر موجود تھے میں رنجیدہ تھا بغیر کسی سے بات کئے بغیر ناشتہ کر کے چلا آیا۔ بھارتی لڑکا راجندر جو وہیں رہتا تھا میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا" بھئی نیچے سارے انگریز کہہ رہے ہیں تم شاید ناراض ہو" میں نے کہا" بہت" ! بولا" کیا ہوا" میں نے کہا" رات مسز لاسن نے ہمارے حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ مکان بدلنے میں وقت ضائع ہوتا ہے مگر میں کسی اور جگہ جا رہوں گا میں اتنا متحمل مزاج کہ کوئی میرے منہ پر تھوک دے تو بھی چپ رہوں گا لیکن حضور کے بارے میں ایک نا ملائم لفظ بھی نہیں سن سکتا۔" راجندر بولا" تم اس کے عیسٰیؑ کو برا کہہ لو"۔ میں نے کہا" لا حول ولا قوۃ، حضرت عیسٰیؑ تو میرے بھی ہیں انہیں برا کہوں تو اسلام سے خارج ہو جاؤں" اس نے ہنس کر کہا" پھر تو تم واقعی بڑی مشکل میں ہو" اور چلا گیا۔ اس نے جا کے مسز لاسن سے کہا اور وہ میرے پاس آئی اور معافی مانگنے لگی۔ میں نے کہا" تم لوگ بڑے شائستہ بنتے ہو لیکن ہمارے پیغمبرؐ کے بارے میں بڑے بے ادب ہو۔ بغیر ان کی سیرت اور شخصیت اور انسانی تاریخ میں ان کی بے مثال عظمت کو جانے ان کے خلاف زبان کھولتے ہو یہ کہاں کی دیانت اور انصاف ہے ، بتاؤ تم کیا جانتی ہو ان کے بارے میں ؟" وہ بڑی پشیمان ہوئی اور بولی ہاں واقعی یہ غلط بات ہے لیکن تم ہمیں بتاؤ" میں نے کہا" بات کر لو اپنے سب لوگوں سے اور کسی رات کے کھانے کے بعد مجھے

Marfat.com

کچھ کہنے کا وقت دو"۔ چنانچہ یہ طے ہو گیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کوئی گھنٹہ بھر گفتگو کی پھر ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد جب مجھے ایڈنبرا سے باہر ایک قصبے میں اسلام پر تقریر کرنے کی دعوت آئی تو مسٹر اور مسز لاسن دونوں مجھے اپنے گاڑی میں وہاں لے گئے تقریر سنتے رہے اور مجھے واپس لے کے آئے۔ اس طرح کی نشستوں میں اسلام میں عورت کے مقام پر بالخصوص بحث ہوئی یہ اعتراض مغرب میں عام ہے کہ اسلام میں عورت کا مقام مرد کے برابر نہیں ہے میں نے کہا "ایک اعتبار سے یہ صحیح ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور عام طور سے مرد کو عورت پر تفوق دیتا ہے کیونکہ فطرتاً عورت مرد کے مقابلے میں کمزور اور نازک مخلوق ہے اور اس کرۂ ارض پر زندگی گزارنے میں جو سختیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں ان سے مرد کی طبعی قوت اور درشتی بہتر طور پر نمٹ سکتی ہے۔ قرآن مرد کو عورت پر قوام قرار دیتا ہے[ل] کیونکہ عورت تحفظ کی محتاج ہے اور مرد اس کی حفاظت کا اہل ہے اور اس طرح کا عام تفوق تو یورپ اور امریکہ کا معاشرہ بھی مرد کو عورت پر دیتا ہے۔ یہ جو مغرب میں رواج ہے کہ ایک عورت شادی کرتی ہے تو وہ اپنے باپ کا خاندانی نام چھوڑ کر اپنے شوہر کا خاندانی نام اختیار کر لیتی ہے اسی بنیادی تفوق کی علامت ہے۔ مگر اس عام تفوق سے ہٹ کر حقوق کی طرف آیئے تو اسلام عورت کو مرد کے برابر لا کھڑا کرتا ہے اور کہتا ہے دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں میں نے امریکہ کی مشہور ژیل یونیورسٹی میں قانون کے اعلیٰ فاضل پروفیسر سے یہ منوایا کہ انسانی تاریخ میں باضابطہ اور قانونی طور پر سب سے پہلے اسلام نے عورت کو اپنے والدین اور شوہر کی جائداد کا حصہ دار بنایا۔ اسلام میں عورت کے لئے پردے کا حکم اس پر ناجائز سختی نہیں بلکہ خود عورت کی حفاظت کے لئے ایک احتیاط ہے کیونکہ پاکیزہ خاندانی زندگی اسلامی معاشرے کا سنگ بنیاد ہے عورت اپنی روزمرہ زندگی کے جائز تقاضوں کے پیش نظر جائز لباس میں نہ اور پھر سکتی ہے اور حیا سے آنکھیں نیچی رکھنے کا حکم تو اسلام میں عورت اور مرد دونوں کے لئے ہے"۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ایک بار میں نے یہاں ایک خاتون سے پوچھا کہ محترمہ، معاف رکھئے گا آپ یہ تو بتایئے آپ اپنی ٹانگیں ننگی کیوں رکھتی ہیں اس لئے کہ آپ کے معاشرے کا رواج یا کوئی اور وجہ ہے وہ بولیں" اس طرح میری خوبصورتی ظاہر

ل اشارہ بہ آیت کریمہ: الرجال قوامون علی النساء ما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم (النساء: ۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں پر مسلط وحاکم ہیں۔ اس لئے کہ خدا نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ (فتح الحمید)۔

Marfat.com

ہوتی ہے" میں نے کہا "ظاہر ہوتی ہے یا ضائع ہوتی ہے"۔ دیکھئے انسان کی جبلتیں اور جذبات ازل سے ایک ہیں مرد نے عورت کو عورت نے مرد کو ہمیشہ چاہا ہے ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ کشش محسوس کی ہے عورت میں حسن کا احساس نیا ہے نہ مرد میں حسن کی کشش نئی ہے۔ یہ ایک فطری اور طبعی حقیقت ہے جسے برسرعام نشر کرنا بالکل غیر ضروری ہے۔ آپ کے اس ملک میں اسی آب و ہوا میں پچاس برس ادھر عورت کا لباس وہ نہیں تھا جو اب ہے کیا آپ کی دادیاں پردادیاں اور ان سے پہلے کی عورتیں حسین نہ تھیں یا انہیں حسن کا احساس نہ تھا کہ وہ ٹخنوں سے بھی نیچے تک آنے والے کلائیوں تک لمبی آستینوں والے اور بند گلے والے لباس پہنتی تھیں معاف کیجئے حسن کی کشش نمائش میں نہیں حجاب میں ہے۔ برہنگی سے حسن نمایاں نہیں ہوتا ارزاں ہوتا ہے قدر کھو دیتا ہے ضائع ہوتا ہے۔ عریانی حسن کا اسراف وہ مکروہ عمل ہے جو حرام پر منتج ہوتا ہے کیونکہ غیر ذمہ دارانہ جنسی اختلاط حسن کے اسی اسراف یعنی عریانی کا منطقی نتیجہ ہے اسلام میں غیر محرم مرد اور عورت کے درمیان اختلاط ممنوع ہے۔ مرد عورت کا شوہر بنے بغیر اسے بیوی بنائے بغیر اس کی طرف خواہش کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا وہ پہلے اس کا کفیل اور اس کے ساتھ اختلاط کے نتیجے میں ہونے والے بچوں کا ذمہ دار بنے پھر اس کے قریب جائے اسلام میں مرد عورت ایک دوسرے کا کھلونا نہیں بن سکتے ان کے تعلقات کوئی تفریح یا کھیل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی تسکین اور آسائش اور نسل انسانی کی بقا کا معاملہ ہے لہٰذا اسلام میں مرد عورت کا محافظ اور قدردان ہے، اور مرد عورت بہ حیثیت میاں بیوی کے نسل انسانی کے ذمہ دار ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ فطری تقاضوں کے پیش نظر عورت کو اس سے بہتر اور بلند تر مقام کوئی دوسرا انسانی معاشرہ ماضی میں دے سکا ہے نہ مستقبل میں دے سکے گا"۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا ہے اپنے تحقیقی کام کے ساتھ ساتھ جب بھی کوئی موقعہ میسر آیا کسی دینی موضوع پر بات کرنے کا با وجود اپنی علمی بے بضاعتی کے کچھ نہ کچھ کہہ دیا ستمبر ۱۹۶۱ء آگیا تھا۔ اور مجھے ایڈنبرا آئے دو سال ہو گئے تھے، اور میرا کام مکمل ہو رہا تھا، بس چار مہینے اور لگنے باقی تھے۔ اس دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاہے گاہے میرے عریضوں کے جواب میں ارشادات اور دعوات سے نوازتے رہے، جوں جوں واپسی کا وقت قریب آرہا تھا۔ میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔ انہیں دنوں ایک صبح فجر کے بعد معمول کے مطابق تلاوت کیلئے بیٹھا تو سورۂ یونس کا رکوع تھا، میں نے رکوع ختم کیا آخری آیت تھی۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنو وکانو یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ" لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک الفوز العظیم (یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴)

اردو ترجمہ: سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

Marfat.com

(یعنی وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے)۔ (فتح الحمید)۔

مصلےٰ اٹھایا پھر ناشتے کے لئے نیچے گیا۔ میری چھوٹی ہمشیرہ کا خط آیا رکھا تھا۔ وہ بھی حضرت صاحب سے بیعت تھیں کمرے میں آ کے خط کھولا۔ حضرت صاحب قبلہ کے واصل حق ہونے کی اطلاع تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

کتنی دیر چپ بیٹھا رہا مجیٹھا گجرات لاہور سبھی مناظر اور اوقات آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ بچپن سے لے کر بیعت تک اور بیعت سے لے کر لندن روانگی تک۔ آج سمجھ میں آیا حضرت صاحب نے کیوں آخری دس بارہ دنوں میں تین بار حاضر ہونے کو فرمایا تھا! ان کی شفقت اور محبت مجھ پر زیادہ سے زیادہ نوازشات فرمانا چاہتی تھی وہ جانتے تھے کہ میری آنکھیں ان کی حیات ظاہری میں پھر ان کا دیدار نہ کر سکیں گی! اس خیال کے آتے ہی آہ و بکا کا طوفان امڈ آیا اور میں کرسی سے اٹھ کر اوندھے منہ بستر پر جا پڑا اور غربت کی تنہائی میں غم کے انگاروں پر لوٹتے لوٹتے نڈھال ہو گیا پھر اسی صبح تھوڑا عرصہ پہلے پڑھی ہوئی سورۂ یونس کی یہ آیتیں یاد آگئیں اور میرے حواس پر چھا گئیں۔ معاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص کرم سے میرے تڑپتے ہوئے دیدہ و دل پر اپنے کلام سے صبر کا پھاہا رکھ دیا تھا!

میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ہے پڑھنے والے شاید اس کے متعلق یہ سمجھیں کہ ان قادیانیوں لاہوریوں انگریزوں اور امریکنوں کے ساتھ بحثوں کا حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا واسطہ لیکن دین سے میری جو سطحی سی واقفیت ہے میں اس کے سہارے صاحب علم لوگوں سے بحث کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتا۔ یہ حضرت صاحب کی ہی توجہ اور دعا سے ہوا کہ موقعہ آیا تو بغیر کسی تیاری یا صلاحیت کے دین حق کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ دیس تھا یا پردیس سامنے کوئی پادری تھا یا پروفیسر مستشرق واٹ تھا یا مورخ ٹائن بی اپنی دھن میں سب سے پنجہ لڑا لیا اور اللہ کا شکر ہے ٹھیک

لہ فاضل مقالہ نگار نے دور حاضر کے مسلّم مورخ ٹائن بی سے بھی ٹکر لی۔ ٹائن بی نے اپنی مشہور کتاب میں اسلامی تاریخ کو جس طرح مسخ کیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ٹائن بی ہی کے مصادر و مناہج سے اس کی تردید کی ہے۔ فاضل مقالہ نگار کا یہ مقالہ آٹھ اقساط میں انگریزی زبان میں روزنامہ پاکستان ٹائمز میں طبع ہوا۔ دیکھئے روزنامہ پاکستان ٹائمز شمارہ) جو ٹائن بی کے مطالعہ میں آیا اور اس نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے آگاہ کرنے پر ہمارے فاضل مقالہ نگار جناب ڈاکٹر غلام علی چودھری کو ایک شکریہ کا خط لکھا۔ اس خط کی نقل بھی پاکستان ٹائمز شمارہ میں طبع ہوئی۔

وقت پر میری بات میں کاٹ آگئی مجھے یقین ہے اللہ نے مجھ پر یہ کرم حضرت صاحبؒ کے فیض صحبت کی شکل میں فرمایا۔ مثلاً ایک موقعے پر ارشاد فرمایا کہ ایک بار ہم ریل کے ڈبے میں سوار ہوئے تو ایک انگریز پادری نے بڑے اخلاق سے ہمیں اپنے پاس جگہ دی اس کے دوسری طرف اس کی میم بیٹھی تھی ہم نے تھوڑی دیر بعد محسوس کیا کہ دائیں بائیں اور سامنے بیٹھے ہوئے اکثر مرد اس خاتون کی طرف بار بار دیکھتے تھے جس کا چہرہ ہی نہیں بازو اور ٹانگیں بھی ڈھکی ہوئی نہیں تھیں ہم نے کہا:
"پادری صاحب یہ جو اتنے لوگوں کی نظریں حرام ہو رہی ہیں اس کے لئے کون ذمہ دار ہے؟"
وہ پریشان تو ہوئے مگر جواب میں کچھ نہ کہہ سکے ہم نے کہا "اسی لئے ہمارے دین نے عورت کے لئے پردے کا حکم فرمایا ہے" اس پر پادری صاحب نے تسلیم کیا کہ اسلام فی الواقع پاکیزگی کا مذہب ہے۔

حضرت صاحب کلام قلیل فرماتے مگر جو کچھ فرماتے ہر لحاظ سے قول فیصل ہوتا سماع کے بارے میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا موقف معروف اور واضح ہے مگر حضرت صاحب کے عمل میں یہ موقف انتہائی احتیاطی شان سے ظاہر ہوتا۔ ایک مجلس میں ایک صاحب وعظ سے پہلے نعت پڑھنے کے لئے اٹھے اشعار پر تغزل کا رنگ غالب تھا اور ان کے پڑھنے کا انداز بھی راگ کے الاپ کا سا تھا۔ ان سے فرمایا سیدھا سیدھا پڑھئے اور غزل نہ پڑھیئے۔

ایک بار ایک صاحب نے عرض حال کیا کہ آنکھوں کی خارش سے بہت زچ ہوں ارشاد فرمایا "پیشاب کرتے وقت نیچے نہ دیکھا کریں جو بخارات اٹھتے ہیں وہ آنکھوں کے لئے مضر ہوتے ہیں"۔

سینما پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا "وہ اولاد جو سینما کے دیئے ہوئے جذباتی ہیجان اور اختلاط کا نتیجہ ہو کیونکر صالح ہو سکتی ہے"!

میں لاہور سے گجرات حاضر ہوتا تو اکثر استفسار فرماتے "دربار حضرت داتا صاحب میں حاضر ہوتے ہیں نا؟"

ایک بار ارشاد فرمایا "اولیاء اللہ کے فیض صحبت سے انکار، انکار ہے فیض صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے!"

ایک دفعہ مجلس میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے بارے میں اظہار خیال کر رہے تھے کہ فرمایا: "حضرت اورنگ زیب کی شجاعت اور بہادری کی تعریف کرتے ہوئے ایک انگریز

Marfat.com

مصنّف نے لکھا ہے :-

"It is miraculous that the Emperor at the age of ninety could in person command on horse-back his armies on the field of battle."[1]

اُردو ترجمہ : یہ امر کرامت ہے کہ شہنشاہ نوے برس کی عمر میں بنفسِ نفیس میدانِ جنگ میں گھوڑے کی پشت پر سوار اپنی فوج کی قیادت کرتا تھا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سراپا شفقت تھے ارادتمندوں کے احوال ہی نہیں سنوارتے تھے ہر آنے والے پر نگاہ کرم فرماتے تھے فیاضی کی کم ہی ایسی مثالیں اب نظر آئیں گی۔ ہر کسی کے کھانے پینے خاطر تواضع آرام آسائش کا خیال بنفس نفیس فرماتے تھے پریشان حال لوگوں کی ہر وقت اعانت فرماتے تھے ایک بزرگ نے جو حضرت صاحب کے نہیں کسی اور بزرگ کے مرید تھے ایک بار مجھ سے کہا حضرت صاحب جری مرد ہیں کیا کہنے۔ مجھے ان سے ایک زمانے سے ملاقات تھی اب بھی حاضر ہوتا ہوں کثیر العیال اور تنگدست ہوں مگر حضرت صاحب نے کبھی سوال کی نوبت نہ آنے دی جب بھی گیا بامراد لوٹا ایک بار تو عجیب ہی بات ہوئی قرضخواہوں نے بہت پریشان کیا صبح شام ہر وقت تنگ کرتے اور کہتے آج ہی دو ابھی دو آخر میں ایک صبح گھر سے نکلا گجرات تک کوئی تین گھنٹے کا ریل کا سفر ہے حاضر ہوا تو اسی وقت اندر کہلا بھیجا فوراً کھانا بھیج دو میں کھانا کھا چکا تو باقی لوگوں کو باہر بھیجدیا اور مجھے قریب آنے کا اشارہ فرمایا جیب سے نوٹوں کی ایک گٹھی نکال کر میرے ہاتھ میں دی اور فرمایا اجازت ہے ابھی واپس چلے جائیں پھر قریب بلایا اور نوٹوں کی ایک اور گٹھی مجھے دی اور دو تین بار بہ آواز چٹکی بجاتے ہوئے جیسے کہ عادت مبارک تھی فرمایا گاڑی کا وقت ہے ابھی۔ میں بے حد حیران تھا کہ میری سنگین صورت حال کا سب علم تھا تانگے میں بیٹھ کر میں نے نوٹ گنے پہلی گٹھی میں پانچ سو روپے تھے اور دوسری میں دو سو!"

ایک بار حضرت صاحبؒ اکھاڑہ بوٹا مل لاہور میں تشریف لائے چند لمحے بیٹھے پھر فرمایا نماز عصر پڑھنی ہے مسجد کو چلتے ہیں، مسجد کے کنوئیں پر ابراہیم ماشکی پانی بھر رہا تھا حضرت صاحب کو استنجا کے لئے پانی کی ضرورت تھی۔ ابراہیم مشک بھر کے چلا ہی تھا کہ میں نے اسے روکا اور پھر جلدی سے سقاوے سے لوٹا لیا اور دوبارہ کھنگالا اور اس خیال سے کہ سقاووں کے لوٹے اکثر صاف نہیں ہوتے تیسری بار کھنگالنے لگا حضرت صاحبؒ نے بڑے پر درد لہجے میں فرمایا "کیہہ کر رہے او۔ بھار جک کے

کھلوتے نیں! میں لوٹا بھرنے لگا اور پشیمانی سے پسینہ پسینہ ہو گیا حضرت صاحبؒ نے مجھے احساس دلایا تھا کہ ان کی خدمت کے خیال میں ایک اللہ کے بندے کی تکلیف کو بھول رہا تھا۔ وہ منظر اور وہ وقت مجھے کبھی نہیں بھولتا جب بھی ابراہیم ہاشمی مجھ سے ملتے ہیں حضرت صاحبؒ کے وہ الفاظ مجھے یاد آجاتے ہیں۔ اگلے روز میں نے یہ واقعہ مکہ شریف میں اپنے ایک رفیق کار جناب اورنگ زیب خان صاحب کو سنایا جو یہاں سلسلۂ نقشبندیہ کے مقبول عام بزرگ حضرت منظور حسین صاحب سے بیعت ہیں۔ خان صاحب بول اُٹھے "بھائی یہ ولایت تو درجۂ کمال کی ہے کیونکہ اسے نسبت نبوت حاصل ہے جس کا رخ ولی کی اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق کی طرف ہو جاتا ہے"[1]

حضرت صاحب استقامت کا پہاڑ تھے تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین صاحبزادوں کا یکے بعد دیگرے انتقال جانکاہ صدموں کا سلسلہ تھا چھوٹے صاحبزادہ صاحب کی وفات پر میں تعزیت کا خط لکھنے بیٹھا تو حیران تھا کہ ایسی ہستی کی خدمت میں کیا عرض کروں جو ہزاروں انسانوں کو برسوں سے درس ہدایت دے رہی ہے۔ یہی اعتذار پیش کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا واقعہ لکھ دیا جو میرے اور والد مرحوم کے درمیان ہوا تھا۔ والد صاحب مجھ سے جو شفقت فرماتے تھے وہ شفقت پدری میں بھی درجۂ خاص کی تھی میں لاہور میں ایم اے میں پڑھتا تھا مہینے میں دوبار مجیٹھا جاتا تھا والد صاحب کبھی لاری تانگے کے اڈے پر کبھی ریلوے اسٹیشن کے راستے میں ملتے اور محبت سے کبھی سر پر کبھی گردن اور کندھوں پر بار بار ہاتھ پھیرتے ایک بار یوں ہی مجھے اڈے پر ملے اور میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے چلے جارہے تھے کہ بولے "بیٹے! یہ تمہاری گردن پر پھنسی ہے"۔ میں نے کہا "جی مجھے تو پتہ بھی نہیں"۔ کہنے لگے "یہ دیکھو" میں نے محسوس کیا تو پت کا چھوٹا سا دانہ تھا اور میں ہنس دیا۔ چلتے چلتے بڑے بازار میں ڈاکٹر ہیرالال کی دکان کے سامنے پہنچے تو مجھے ان کے پاس لے گئے وہ کہنے لگے کیا حکم ہے مولوی صاحب؟ والد صاحب نے کہا "یہ غلام علی کی گردن پر پھنسی ہے اس پر کچھ لگا دو۔ انہوں نے بمشکل وہ دانہ دیکھا اور ہنس پڑے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں مولوی صاحب اس پر کیا لگاؤں؟ بولے "ٹنکچر آیوڈین لگا دو۔ ڈاکٹر صاحب نے ہنستے ہنستے تیلی کا روئی میں لپٹا ہوا سرا ٹنکچر کی شیشی میں ڈبو دیا اور میری گردن پر پھیر دیا۔ ڈاکٹر ہیرالال والد صاحب کے ان گنت مسلم اور غیر مسلم شاگردوں میں سے تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور اس پانچ

---

[1] اس مسئلہ کی تفصیلات کے لئے دیکھئے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔ مثلاً دفتر دوم مکتوب ۴۶۔

منٹ کی ملاقات میں بھی انہوں نے ہمیشہ کی طرح پوری نیازمندی کا ثبوت دیا اور استاد کا حکم مانا مگر پتہ نہیں کیوں مجھے اس بات میں خفت محسوس ہوئی گھر پہنچکر میں نے اپنی حماقت میں والدصاحب سے کہہ دیا "میاں جی آپ اللہ کے کرم سے درویش آدمی ہیں دنیا اور اس کے علائق سے بے نیاز رہتے ہیں مگر یہ اولاد کے بارے میں اتنی فکرمندی کیوں ہے ؟ انہوں نے چند لمحے میری طرف دیکھا لیکن چپ رہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے انہوں نے میری بات کو ناپسند کیا تھا۔ غالباً اگلے ہی روز مجھ سے فرمایا۔ قرآن حکیم پڑھا ہوا ہے تم نے ؟۔

میں نے عرض کیا "جی۔ آپ کو معلوم ہے"

"بولے" سورہ یوسف میں ہے :۔

وابیضت عینہ من الحزن فھو کظیم ۔ (یوسف : ۸۴)

اردو ترجمہ : اور رنج والم میں ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں (کثرت گریہ سے سفید موتیا ہوگیا)۔

اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔ (فتح الحمید)۔

"یعنی یوسف علیہ السّلام کے غم میں یعقوب علیہ السّلام کی آنکھیں سفید ہوگئیں"۔

پھر قدرے جوش کی حالت میں بولے" یہ تو اس باپ کا حال ہے جو پیغمبر تھا، میں کون کتا ہوں! میں کانپ اٹھا مجھے اتنی ہمت نہ پڑ رہی تھی کہ اظہار ندامت کروں اور معذرت چاہوں۔ میرے اس تعزیت کے خط کا جواب حضرت صاحب نے اپنے دستِ اقدس سے یوں رقم فرمایا:۔

"مولوی صاحب مرحوم ومغفور کے ذکر سے بہت قلبی تسکین ہوئی ہماری ابتدائی تربیت میں ان کا بڑا حصہ تھا۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں حضور سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالےٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا"۔

بڑے صاحبزادوں حکیم محمدؐ عالم صاحب اور محمدؐ رفیق صاحب کی وفات سہ پہلو صدمات بن کے آئی جوان بیٹوں کی مفارقت بہوؤں کی بیوگی اور صغیرسن بچوں کی یتیمی مگر اس کوہ استقلال کا کیا حال تھا!

اللہ اکبر! آخری بار تعزیت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب بیٹھک میں تشریف فرما تھے سلام عرض کیا دست بوسی کی اور بیٹھ گیا۔ کچھ کہنے کا مقام نہ تھا نہ مجھ سے کچھ کہا ہی جا رہا تھا

Marfat.com

کچھ دیر چپ رہا پھر بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور میری ہچکی بندھ گئی حضرت صاحب خاموش بیٹھے رہے پھر ارشاد فرمایا " اللہ کی امانت تھی اس نے لوٹالی یہی فکر ہے کہ جب تک ہمارے سپرد رہی کوئی کوتاہی نہ ہوگئی ہو [۱] ! تین صاحبزادوں کی رحلت کے صدمے جس صبر، ہمت اور استقامت سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برداشت کئے وہ بلاشک مجددی شان کی مظہر ہے [۲] !

---

[۱] یہ فکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے مکتوب نمبر ۳۰۶ دفتر اول سے مستفار ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ذیل کا حاشیہ ۲۔

[۲] حضور قبلہ گاہی کے تین صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد محمود احمد منور، حضرت مولانا سید محمد رفیق احمد ضیاء اور حضرت مولانا حکیم سید محمد عالم قدس سرہم جو حقیقتاً " اسرار الہیہ " میں سے تھے اور معدن ولایت کے جواہر ریزے تھے یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے فوت ہوئے۔ بڑھاپے میں ایسے جانکاہ صدمات اور ان پر بے مثال صبر و استقامت ایسے حالات ہیں جن کی نظیر اور مطابقت ہو بہو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حالات میں ملتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے تین صاحبزادگان، حضرت خواجہ محمد صادق حضرت خواجہ محمد فرخ اور حضرت خواجہ محمد عیسی علیہم الرحمۃ بھی یکے بعد دیگرے آپ کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوئے۔ یہ تینوں صاحبزادے نہایت قابل تھے اور بڑے بلند احوال کے مالک تھے۔ ان کے صدمات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی بڑھاپے میں پیش آئے تھے اور آپ نے ان جانکاہ مواقع پر کمال استقامت کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد صالح کولابی کے نام مکتوب میں اپنے ان صاحبزادگان کی وفات اور ان کے بلند احوال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

بالجملہ جواہر نفیسہ بودند کہ بودیعت سپردہ بودند۔ للہ سبحانہ الحمد والمنۃ۔ کہ امانات را باہل امانات بے کرہ وبے اکراہ حوالہ نمودیم۔ اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل مکتوب ۳۰۶)

ترجمہ : بالجملہ یہ سب جواہر نفیسہ تھے۔ جن کو بطور امانت ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔ اللہ تعالی کا شکر ہے اور اس کا احسان کہ ہم نے بغیر کوئی تکلیف اور اکراہ محسوس کئے امانتوں کو امانتوں کے مالک کے حوالے کر دیا۔ اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ رکھ اور نہ ان کے بعد کسی اور آزمائش میں ڈال۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات۔
امانت کا یہ تصور حضور قبلہ گاہی نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے لیا ہے۔ مگر یہ خدا کی قدرت ہے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے کمال نسبت کہ آپ کو اولاد کے بارے میں تجربات بھی ویسے ہی پیش آئے۔ (مرتب)۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور برکت جس طرح اللہ کے کرم سے اور حضرت سیّد المرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کی حیات میں شامل حال رہتی تھی۔ اسی طرح ان کے واصل حق ہونے کے بعد شامل رہتی ہے اور ان کے آستانۂ عالیہ پر بار بار حاضر ہونے کی تمنّا دیس پردیس میں دل کو بے چین رکھتی ہے۔

اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

سیّد نذیر حسین شاہ صاحب

آپؒ کا سفرِ کشمیر[1]

میں ان سطور میں سرکارِ عالیجناب قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کے سفرِ کشمیر کے بارے میں اپنی یادداشتوں کو قلم کے حوالے کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

ایک خواب، ایک تصرّف :

(عزمِ کشمیر سے پیشتر مجھے وہاں کے ایک مقام کا مشاہدہ کرایا۔)

یہ واقعہ یوں ہے کہ اس مسکین نے آپؒ کے عازمِ کشمیر ہونے سے پیشتر ایک خواب میں دیکھا کہ یہ اکیلا دریائے جہلم کے بہاؤ سے اوپر کی طرف جا رہا ہے۔ اور جاتے جاتے ایک باغ کے بائیں حصّہ میں پہنچ گیا ہے وہاں دریائے جہلم کا پانی خود بخود اندر آ رہا ہے۔ کیونکہ وہ باغ دریا کے عین کنارے پر واقع ہے۔ اس باغ میں پھرتے پھرتے سامنے ایک بزرگ کا گنبد نما روضہ شریف ایک بلند چبوترے پر دکھائی دیا۔ اور دیکھا کہ پانی اس بزرگ کے تعویذ کے پاؤں والی جانب کو بوسے دیتا ہوا گذر رہا ہے۔

اس وقت میں نے اچانک دیکھا کہ میرے ساتھ میرے دو ہم جماعت دوست بھی ہیں۔ اور ہم اس بلند چبوترے پر اس گنبد شریف کے گرداگرد گھوم رہے ہیں۔ مگر ہمیں اس کا دروازہ نظر نہیں آتا۔ ازاں بعد دیکھا کہ میرے ان دونوں دوستوں کی ہیئت بدل گئی ہے اور دونوں ہی دو مختلف جانوروں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ جبکہ میری اپنی معنوی صورت میرے اپنے دلہنے ہاتھ کے قبضہ میں ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ کیونکہ ارباب حال کا مشاہدہ اور قول یہ

---

[1] ۱۹۳۲ء میں قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ کو شدید گرمی کی شکایت ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپ کے معالج خصوصی نے آپ کو شربت فرنجمشک اور عرق شیر بکثرت استعمال کرائے پھر سیر کشمیر کا مشورہ دیا۔ چنانچہ سفرِ کشمیر کا باعث یہ تھا۔ (مرتب)

Marfat.com

ہے کہ ہر شخص میں جو ذمیمہ صفت غالب ہوتی ہے اس کی معنوی صورت اس کے مطابق کسی جانور کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ تا آنکہ اس شخص کی اخلاقی تکمیل ہو جائے اور اس کا نفس کامل طور نورانی ہو جائے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے احوال میں تحریر ہے کہ آپ جب جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ تو اپنے چہرہ مبارک کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے تاکہ حاضرین میں سے کسی شخص پر آپ کی نظر نہ پڑے کیونکہ آپ وہاں موجود لوگوں میں سے جس کسی پر نظر ڈالتے تھے اس کی معنوی صورت فوراً آپ پر ظاہر ہو جاتی تھی۔

پھر یکدم میں نے دیکھا کہ میرے مذکور دونوں دوست غائب ہو گئے ہیں۔ اور میں گنبد شریف کے چبوترے سے نیچے اتر کر اس کے اندر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگا ہوں۔ کیونکہ بظاہر وہاں کوئی دروازہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ناگاہ چند اشخاص نظر آئے جو اس چبوترے کے دامن میں ایک طرف زیر زمین جانے والی سیڑھیوں کو صاف کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "گنبد شریف کا دروازہ یہ ہے"۔

میں سیڑھیوں سے نیچے اترا اور ایک زمین دوز غلام گردش میں چلنے لگا جو سفید و سیاہ سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھی اور نہایت خوبصورت اور مصفّا تھی۔ وہاں کافی مسلم اور غیر مسلم لوگ آجا رہے تھے۔ جس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہاں ہر قسم کے لوگ حاضری دیتے ہیں۔ ازاں بعد میں ایک ڈیوڑھی یا دیوان سے گزر کر ایک قبر کے تعویذ مبارک تک جا پہنچا جو سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور نہایت حسین اور جاذب تھا۔ اس پر سیاہ حروف میں نہایت زیبا خط میں یہ اسم مبارک کندہ تھا۔

"محمد احمد بن محمد بن عمران قدس اللہ سرہ العزیز"

میں بیدار ہوا تو میں نے یہ نام مبارک نوٹ کر لیا۔ اور پھر جب لاہور آیا تو حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ[51] صاحب مدرسہ حزب الاحناف سے اس نام کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے اسماء الرجال کی بعض کتابوں سے دیکھ کر فرمایا کہ محمد بن عمران نام درست ہے اور یہ بزرگ کبار تابعین میں سے ہیں[52]

---

[51] ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو بروز اتوار فوت ہوئے۔

[52] عمران بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ عہد نبوت میں پیدا ہوئے۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چلے گئے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ عبد اللہ، اسحاق، محمد اور حمید۔ ان بیٹوں کے بھی بیٹے ہوئے مگر آگے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ (ابن اثیر: اسد الغابۃ۔ ج ۴، ص ۱۳۸)۔

Marfat.com

اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ صاحب مزار حضرت محمد احمد بن محمد بن عمران قدس سرہ شاید وہ پہلے بزرگوار ہیں جنہوں نے سرزمین کشمیر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ کیونکہ آپؒ کا روضہ شریف جیساکہ بعد میں سرکار عالی جناب حضور قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ کی رکاب میں سفر کشمیر میں دیکھا، دریائے جہلم کے کنارے پر حضرت میراں کدل کے پاس آستانہ عالیہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ میں ان کے حجرے میں ہے جو حجرۂ اعتکاف[۵۱] حضرت امیر کبیر کے نام سے معروف ہے۔ چنانچہ حضرت امیر کبیر کے وہاں اعتکاف کرنے کا باعث بھی یہی مزار پر انوار تھا۔

حضور قبلہ عالم کا سفر کشمیر اور اس مسکین کا آپ کی ہمرکابی کے شرف سے مشرف ہونا:

میرا اوپر مذکور خواب حضور علیہ الرحمۃ کا ایک کھلا تصرف تھا جس نے مجھے اس سفر سے پہلے ہی وہاں کے ایک عظیم مرتبت بزرگ کے فیض سے فیضیاب کیا۔ اس خواب کے چند یوم بعد میں حاضر خدمت ہوا تو معلوم ہوا کہ آپؒ کی طبیعت میں گرمی کا غلبہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہ ۱۹۳۲ء کا ذکر ہے کہ موسم گرما کی تعطیلات میں جولائی کے مہینے میں آپؒ نے کشمیر جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس سفر میں آپؒ سمیت ہم پانچ آدمی تھے۔ اور حضورؒ کے ساتھ ہم چار آدمی تھے:۔

۱۔ یہ مسکین راقم، ۲۔ صاحبزادہ عالیقدر حضرت مولانا حکیم سید محمد عالم قدس سرہ، ۳۔ جناب ناظر حسین صاحب جو آپ کی سگی ہمشیرہ (حضرت روشن بی بی رحمۃ اللہ علیہا) کے صاحبزادے ہیں۔ اور ۴۔ بڑے میاں صاحب جناب حضرت میاں حرمت علی صاحب قدس سرہ جو حضور علیہ الرحمۃ کے بڑے بہنوئی تھے۔

حضور علیہ الرحمۃ بذریعہ ریل گاڑی گجرات سے راولپنڈی تشریف لے گئے[۵۲]۔ اور اپنے محترم

---

۵۱ یہ جگہ گنبد علویاں کے نام سے معروف ہے اور اس کے نچلے حصہ میں دو مزار ہیں۔ (ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر: امیر کبیر سید علی ہمدانی ص ۹۹) (مرتب)

۵۲ قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ محمد دین فوق کے قول کے مطابق پنجاب سے کشمیر جانے کے راستے (نو) ہیں:۔
۱۔ براہ پٹھان کوٹ، ۲۔ از شملہ، ۳۔ از چنیبہ، ۴۔ از راولپنڈی، ۵۔ از گجرات، ۶۔ از ایبٹ آباد، ۷۔ از جموں، ۸۔ از جہلم ۹۔ از سہالہ، ان میں سے جہلم اور سہالہ کے راستے ریاست پونچھ سے ہو کر کشمیر جاتے ہیں۔ اور آسان ترین اور رائج الوقت راستہ راولپنڈی کا ہے۔" مگر قدیم ترین راستہ گجرات کا ہے۔ شاہان مغلیہ اسی راہ سے کشمیر جاتے آتے تھے۔ یہ راستہ جہانگیر کا آباد کردہ ہے۔ جابجا سراؤں آرام گاہوں اور مسجدوں کے آثار اور کھنڈرات ملتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸)

Marfat.com

عمزاد سید محمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس جو وہاں داروغہ جیل تھے پندرہ دن تک قیام پذیر رہے۔ انہیں آپ سے والہانہ محبت تھی اور انہوں نے حق مہمان نوازی بھی خوب ادا کیا۔ ان ایام میں آپؒ تو اکثر ان کے پاس گھر ہی میں ٹھہرتے تھے مگر حضرت میاں جی صاحب کو اور ہمیں باہر سیر کرنے اور گھومنے کی اجازت فرما دیتے تھے۔ علاوہ ازیں کئی مرتبہ حکم فرما دیتے کہ جاؤ حضرت امام بری شاہ لطیف[۵] علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری دے آؤ۔ بلاشبہ راولپنڈی میں یہ درگاہ خصوصی فیوض و برکات کی حامل ہے۔

جب راولپنڈی میں ہمیں پندرہ روز ہو گئے تو جناب سید محمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک سکھ کی بس میں جس کا ڈرائیور وہ خود ہی تھا ہمیں سرینگر طرف روانہ کر دیا۔ اس وقت راولپنڈی سے سرینگر تک کا کرایہ پانچ روپے فی سواری تھا۔

ہم مری سے ہوتے ہوئے اور کوہالہ پل پر جو دریائے جہلم پر ہے سیر و سیاحت ٹیکس ادا کرتے ہوئے اسی دن بخیریت دومیل پہنچ گئے۔ یہ مقام دریائے جہلم اور دریائے کرشن گنگا کے سنگم پر واقع ہے۔ اور وہاں سے آزاد کشمیر کا دارالحکومت مظفر آباد صاف نظر آتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) گجرات سے سرینگر ۱۷۸ میل ہے اہم مقامات اور ان کے درمیانی فاصلے مندرجہ ذیل ہیں:-
گجرات سے بھمبر ۲۸ میل۔ بھمبر سے سید آباد ۱۴ میل۔ سید آباد سے نوشہرہ ۱۲ میل۔ نوشہرہ سے چنگس سرائے ۱۴ میل چنگس سرائے سے رام پور و راجوری ۱۴ میل۔ راجوری سے تھنہ منڈی ۱۴ میل۔ تھنہ منڈی سے بہرام گلہ ۱ میل۔ بہرام گلہ سے پوشیانہ ۱ میل۔ پوشیانہ سے علی آباد سرائے ۱۱ میل۔ علی آباد سے ہیر پور ۱۳ میل۔ ہیر پور سے شوپیان ۸ میل۔ شوپیان سے راموہ ۱۲ میل۔ راموہ سے سرینگر ۱۸ میل۔ جب تک راولپنڈی کا راستہ نہیں کھلا تھا لوگ اسی راہ سے کشمیر آتے جاتے تھے۔ یہ رستہ گھوڑ سواری کا ہے یا پیدل چلنے کا۔ اور نومبر سے مئی تک بند رہتا ہے۔ قدرتی مناظر اور شکار اس راہ میں بکثرت ہے۔ (محمد دین فوق: راہنمائے کشمیر فصل اول باب تیسرا) مرتب۔

۵ امام بری لطیف قادری علیہ الرحمۃ۔ آپ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ اور قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایک زبردست عالم، عابد، زاہد گوشہ نشین، مست اور مجذوب ہوئے ہیں۔ شیخ جمال اللہ معروف بہ حیات المیر زندہ پیر بن خواجہ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم سے فیض پایا۔ اجازت خلافت سے نوازے گئے اور امام بحری (حضر) کے مقابل امام بری (قطب الارضی) مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۶ء میں فوت ہوئے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے۔

۱۔ مفتی غلام سرور: حدیقۃ الاولیاء ص ۳۳ بحواشی محمد اقبال مجددی طبع لاہور ۱۹۷۶ء۔
۲۔ حیات حضرت امام بری لطیف مطبوعہ دفتر اوقاف راولپنڈی۔
۳۔ محمد قاسم راجوروی: حیات امام بری راولپنڈی۔
۴۔ منظور الحق صدیقی: شاہ لطیف بری لاہور ۱۹۷۰ء

چنانچہ ہم نے وُہ رات دومیل ہوٹل میں گزاری اور صبح لاری پھر عازم سفر ہوگئی۔ تمام راستے دریائے جہلم بائیں ہاتھ رہا۔ اور پہاڑ دائیں ہاتھ رہے۔ یہاں تک کہ دریائے جہلم اسی طرح بہاؤ سے اوپر کی سمت سرینگر پہنچ گیا اور اس کے ساتھ ساتھ سڑک بھی سرینگر جا پہنچی۔

دوسرے دن ظہر کے وقت لاری بارہ مولا کے مقام پر ٹھہری تو ہم نے وہاں ہلکا کھانا کھایا۔ اور بارہ مولا سے چند میل پہلے ہم نے بجلی کا پلانٹ جو پانی سے چلتا ہے دیکھا[۱]۔ بارہ مولا وادی کشمیر کا مغربی سرحدی مقام ہے اور سرینگر راولپنڈی سے قریباً تین سو میل کے فاصلہ پر ہے[۲]۔ وادی کشمیر شرقاً غرباً واقع ہے اس کا مشرقی کنارہ غازی کنڈ کے مقام پر تمام ہوتا ہے۔ وہاں پیر پنجال کے پہاڑ کی سطح سمندر سے بلندی قریباً نو ہزار فٹ ہے۔ غازی کنڈ میں دامن کوہ کے قریب چشمہ ویری ناگ دریائے جہلم کا منبع ہے[۳]۔ وادی کشمیر کے چاروں طرف سر بفلک پہاڑ ایستادہ ہیں مگر خود وادی نہایت ہموار اور

۱۔ یہ پلانٹ مہورہ (رامپور) نامی مقام پر واقع ہے۔ جو اوڑی سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ کارخانہ بجلی بہت بڑا ہے اس کے ساتھ چھ میل لمبی لکڑی کی چھت سے ڈھکی ہوئی نہر ہے۔ اس کی دیواریں بعض جگہ اینٹوں کی ہیں اور بعض جگہ لکڑی کی۔ اور نشیب و فراز سے یوں گزرتی ہے کہ کبھی آسمان پر معدوم ہوتی ہے اور بعض دفعہ زمین سے بھی بہت نیچے گہرائی میں۔ یہ نہر دریا سے نکال کر کارخانہ بجلی سے گزار کر پھر ایک دریا میں ملادی گئی ہے۔ اس کا پانی چار سو فٹ کی بلندی سے کارخانے میں گرتا ہے اور اس سے وہ طاقت پیدا ہوتی ہے جس سے سارا سرینگر اور بارہ مولا بقعہ نور بنا رہتا ہے۔ (محمد دین فوق : رہنمائے کشمیر فصل ششم باب سوم)۔

۲۔ راولپنڈی سے سری نگر کا فاصلہ بقول محمد دین فوق ۱۹۶ میل ہے۔ اور اس راہ میں اس زمانے میں جیسا کہ اب بھی ہے۔ مندرجہ ذیل اہم مقامات آتے ہیں۔ راولپنڈی بھارا کھوہ۔ تریٹ۔ کوہ مری۔ سنی بنک پھکواڑی۔ کوہالہ۔ دولائی۔ دومیل۔ گڑھی۔ پچوٹھی۔ اوڑی مہورہ (رام پور)۔ بارہ مولا۔ پٹن۔ سرینگر

(محمد دین فوق : رہنمائے کشمیر فصل ششم باب سوم)۔

۳۔ دیری ناگ : اسلام آباد سے ۱۷ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق دیری ناگ ایک قصبہ ہے۔ جس میں ایک بہت بڑا چشمہ ہے۔ اور جس کے اردگرد سرکاری عمارات ہیں۔ یہ چشمہ ہشت پہلو ہے چشمہ سے ایک نہر نکل کر باغ میں جاتی ہے۔ فوارے اور آبشاریں یعنی پانی کی چادریں جنہیں کشمیری میں پان چادر کہتے ہیں۔ عجیب منظر دکھاتی ہیں۔ یہ چشمہ بانہال پہاڑ کے دامن میں پچاس فٹ گہرا ہے۔ یہاں مچھلیاں کثرت سے ہیں، باغات اور عمارات تعمیر کردہ شاہجہان ہیں مگر مرمت کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔ (فوق : سفرنامہ کشمیر۔ ص ۴۷)۔

Marfat.com

مسطح ہے۔ اس کا طول ۸۰ میل اور عرض ۴۰ میل ہے[1]۔ تمام سرزمین نہایت زرخیز مٹی میٹھے چشموں اور حسین سبزہ جات کی بہتات سے مالا مال ہے۔ نظارے خوبصورت اور دلفریب ہیں موسم دلکش اور فضا اور ہوا عطر بیز اور روح افزا ہے مگر سب سے زیادہ پرکشش اور راحت بخش نظارہ دریائے جہلم کا ہے جو وادی کے مشرق کے سرے سے نکلتا ہے اور اس کے مغرب کے انتہائی گوشے میں کوہالہ کے مقام تک پوری وادی کے بیچوں بیچ نہایت مسطح اور ہموار بہتا ہے۔ چنانچہ سری نگر[2] کا شہر دریا کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے آباد ہے اور شہر کے ان دو حصّوں کو دریا پر باندھے ہوئے لکڑی کے بارہ پل[3] باہم ملاتے ہیں۔ غرضیکہ اس وادی کے فطری مناظر اور ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

---

[1] فوق کے بقول لمبائی ۸۴ میل ہے۔ (رہنمائے کشمیر فصل سوم باب چہارم) اور محب الحسن کے قول کے مطابق طول ۸۴ میل ہے اور عرض ۲۰ سے ۲۵ میل تک ہے۔ رقبہ ۱۸۰۰۰ مربع میل ہے۔ مگر لکھا ہے کہ ناہموار بیضاوی شکل ۱۱۶ میل لمبی اور ۴۵ میل سے ۷۵ میل تک چوڑی ہے۔ (کشمیر سلاطین کے عہد میں طبع اعظم گڑھ ۱۹۹۷ء ص ۲۴، ۲۵) جبکہ سیّد محمود آزاد لکھتے ہیں کہ رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے۔ آبادی ۷۰ لاکھ اور سرحد چھمب سے کرگل تک ۲۵۰ میل ہے۔ کشمیر شمالاً "جنوباً" چار بڑی طاقتیں روس، چین ہندوستان اور پاکستان کے درمیان گھرا ہوا ہے (تاریخ کشمیر ص ۲۰) فوق کے مطابق اس کے بعض مقامات سطح سمندر سے قریباً ساڑھے آٹھ ہزار فٹ ہیں مگر خود وادی چھ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یورپین سیّاح اس کی آب و ہوا کو سوئٹزرلینڈ کی آب و ہوا سے نسبت دیتے ہیں۔ اس کی حدود اربعہ یہ ہیں کہ شمال میں کوہستان نزاگ بل۔ کوہ ہرمکھ۔ علاقہ جات حشاردا، گریز۔ جنوب میں پونچھ، سلسلہ کوہ پیر پنچال، ریاست جموں اور پنجاب مشرق میں لداخ اور مغرب میں ریاست کا پہاڑی علاقہ مظفر آباد ضلع ہزارہ اور راولپنڈی کا ضلع ہے۔ (رہنمائے کشمیر فصل سوم باب چہارم)۔

[2] سرینگر: سری یا لکشمی یعنی خوش قسمتی کی دیوی کا شہر: پرورسین نگر: اور سوریہ نگر: شہر آفتاب۔ اسے راجہ پرورسین (۱۰۲ء/ ۱۵۶ بکرمی۔ ۱۶۲ء/ ۲۱۹ بکرمی) نے دریائے بھت (جہلم) کے دونوں کناروں پر آباد کیا تھا۔ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رو سے آبادی ایک لاکھ ستائیس ہزار ہے۔ شہر گنجان ہے۔ بازار دو ہیں ایک امیرا کدل میں دوسرا مہاراج گنج میں جو چوتھے پل زینہ کدل پر مزار السلاطین کے پاس واقع ہے۔

[3] شہر سرینگر کے معروف سات پل ہیں۔ (۱) امیرا کدل: سردار امیر خان نے احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں بنوایا۔ (۲) حبّہ کدل: سلطان حبیب خان م ۱۵۵۴ء نے بنوایا۔ (۳) فتح کدل: سلطان فتح شاہ نے بنوایا۔ (۴) زینہ کدل: سلطان زین العابدین بڈشاہ نے بنوایا۔ (۵) عالی کدل: سلطان علاء الدین شیر م ۱۳۴۸ء نے بنوایا۔ (۶) نوا کدل: بانی نامعلوم۔ (۷) صفا کدل: ملک سیف ڈار وزیر اعظم فتح شاہ نے بنوایا۔ اور سیفا کدل ہوگیا۔ (محمد دین فوق: رہنمائے کشمیر فصل اوّل باب چودھواں) ان سات پلوں کے علاوہ سارے کشمیر میں کوہالہ سے اسلام آباد اور سوپور تک دریائے جہلم پر کل ۱۵ پل ہیں۔ جن میں سے بعض پرانے اور بعض نئے ہیں۔ نئے پل لوہے کے ہیں اور بہت مضبوط ہیں۔ (فوق: سفرنامۂ کشمیر۔ ص ۱۰۶)۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
همیں است و همیں است و همیں است

ہماری لاری سرینگر شہر جا کر میراں کدل (امیرا کدل) کے مقام پر ٹھہری۔ کدل کشمیری زبان میں پل کو کہتے ہیں۔

وہیں حضور قبلہ عالمؒ کے تصرف سے دریائے جہلم کے اندر ایک اچھی ہاؤس بوٹ ہمیں مل گئی جس کا کرایہ ایک روپیہ یومیہ[1] تھا۔ اس کا مالک جو ایک کشمیری ہانجی[2] تھا مُسلمان تھا۔ نہایت اچھا خانساماں تھا[3] اور پنجاب میں بھی رہ چکا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الرحمۃ کے حسب ارشاد وہ ہم سب کے لئے کھانا بھی پکاتا تھا۔ حضورؒ ہمارے کھانے میں سے کچھ اس کے بیوی بچوں کو بھی عنایت فرما دیتے تھے۔ جو اس کے ساتھ ہی ہاؤس بوٹ کی اگلی نکڑ پر ایک چھوٹے سے کیبن میں رہتے تھے۔ اس پر وہ بہت خوش ہوتا تھا۔ یہ ہاؤس بوٹ اتنا بڑا تھا کہ ہم سب کی چارپائیاں اس میں آجاتی تھیں[4]۔

---

[1] یہ بنگلہ نما کشتیاں مختلف اقسام کی ہوتی ہیں۔ ان کا کرایہ بھی قد و قامت اور سامان آرائش وغیرہ کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ ان کا کرایہ ۳۰ روپیہ ماہوار سے سوا سو روپیہ تک ہوتا ہے۔ ہوس بوٹ نہایت خوبصورت اور ڈاک بنگلہ کے موافق ہوتے ہیں ڈرائنگ روم بیڈ روم کھانے کا کمرہ غسل خانہ سب کمرے ہوتے ہیں اور سامان آرائش مکمل ہوتا ہے۔ یعنی میز کرسی فرش پردے چینی اور شیشے کے برتن ٹب بالٹی غسل خانہ اور باورچی خانہ کا مکمل سامان وغیرہ۔ ان ہاؤس بوٹوں کی تعداد ۲۵۲ ہے۔ (نوٹ: رہنمائے کشمیر)۔

[2] ہانجی۔ کشتیاں: کشمیری زبان کا لفظ ہے۔

[3] یہ شخص راجہ کشمیر کا باورچی تھا اور ان دنوں چھٹی پر تھا۔ اسے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے ہمارے حضور علیہ الرحمۃ کی صورت دکھا کر فرمایا۔ "ان بزرگوں کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔" چنانچہ جب اس نے آپ کو کسی ہاؤس بوٹ کی تلاش میں دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ اور اپنا خواب سنا کر اپنی خدمات کی پیش کش کی۔ اس پر آپ نے اسی کے پاس ٹھہرنا منظور فرمایا۔ (مرتب)۔

[4] یہ ہاؤس بوٹ سرینگر شہر میں امیرا کدل پل کے ساتھ آستانہ عالیہ امیر کبیر علی ہمدانی کے سامنے کھڑی تھی۔ اور وہیں رہی۔ قبلہ گاہی دس دن یہاں رہے۔ پھر بذریعہ بس اننت ناگ (اسلام آباد) تشریف لے گئے۔ وہاں سیر کر کے اور چشمہ ویری ناگ دیکھ کر پھر آپ قصبہ اچھابل تشریف لے گئے۔ اور ایک پرائیویٹ مکان میں مہمان بالاجرت رہے۔ مرغ اور چاول وہاں کی عام اور بہترین غذا ہے جسے آپ نے بہت پسند فرمایا۔ مگر یہاں کی سردی آپ کو راس نہ آئی پیٹ سے متاثر ہو گئے تو آپ نے فوری واپسی کا پروگرام بنا لیا۔ چنانچہ اچھابل سے سرینگر آئے ہاؤس بوٹ کا کرایہ ادا کیا اور پھر سرینگر سے براستہ جموں سیالکوٹ اور وہاں سے اپنے گاؤں موضع جعفر کوٹ آگئے۔ تفصیلات آگے مضمون میں درج ہیں (نذیر حسین شاہ)۔

مزارات حضرات صوفیائے کرام سرینگر جن پر آپؒ تشریف لے گئے :

۱۔ حضرت مخدوم حمزہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ[1]۔

[1] محبوب العالم، مخدوم العرفا، سلطان شیخ حمزہ کشمیری قدس سرہ (۹۰۰ - ۹۸۴ھ) یہ آستانہ کوہ ماران (ہری پربت) کے دامن میں واقع ہے۔ خدام کے تیس چالیس گھر ہیں اور گاؤں کے تقریباً ایک سو گھر یا ۵۰۰ نفوس کی معاش اس درگاہ کی نذر و نیاز ہے۔

حضرت مخدوم حمزہ کشمیری پرگنہ زینہ گیر کے گاؤں تجر میں ۹۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن ہی سے ایک غار میں عبادت الہی میں مستغرق ہو گئے اور آپ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسی حاصل ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیرا مرشد خود تیرے پاس آئے گا" چنانچہ دہلی سے بہ اشارت الہی خاص اس مقصد کے لئے حضرت میر سید جمال الدین بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ کشمیر تشریف لائے۔ حضرت مخدوم کو بیعت کیا خلافت سے نوازا پھر واپس دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت مخدوم کا شجرہ طریقت چھ واسطوں سے خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ سے یوں ملتا ہے۔

حضرت مخدوم حمزہ کشمیری۔ مرید حضرت حاجی سید عبدالوہاب بخاری دہلوی۔ مرید حضرت سید صدر الدین معروف بہ شیخ راجن قتال بن سید احمد کبیر بخاری اوچی۔ مرید سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں۔ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی۔ مرید شیخ صدر الدین عارف۔ مرید شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی قدس سرہ۔ حضرت مخدوم حمزہ شیعہ فرقہ کے شدید مخالف تھے۔ ۹۸۴ھ میں فوت ہوئے۔ مشہور بابا داؤد خاکی آپ کے مرید تھے۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے۔

۱۔ نصیب الدین بابا کشمیری : نور نامہ (آخری حصہ) قلمی ذخیرہ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری نمبر ۳۶۵۹/۶۳۸۔

۲۔ داؤد خاکی : ورد المریدین طبع لاہور ۔ ۱۸۹۴ء۔

۳۔ محمد اعظم : تاریخ کشمیر اعظمی ۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵۔

۴۔ محمد دین فوق : رہنمائے کشمیر باب چودھواں۔

۵۔ مفتی غلام سرور : حدیقۃ الاولیاء ۔ ص ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۴، ۱۷۵، ۱۵۶، ۱۵۲، ۱۴۹ وغیرہ۔

۶۔ بہاؤالدین کشمیری : سلطانی طبع لاہور ۱۹۲۳ء۔

۷۔ اسحاق قاری کشمیری : حلیۃ العارفین ریو : کیٹلاگ فارسی ۳/۹۷۲ ب، ذخیرہ شیرانی دانشگاہ پنجاب ۲/۱۲۹۳/ ۴۳۴۲۔

Marfat.com

۲ ۔ حضرت مولانا یعقوب صوفی محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ[۱] ۔

۳ ۔ حضرت خواجہ احمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ[۲] ۔

۴ ۔ حضرت خواجہ مولانا سید معین الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ[۳] ۔

۵ ۔ آستانہ عالیہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ[۴] ۔

---

[۱] (۹۰۷ھ ۔ ۱۰۰۳ھ) مولانا جامی کے شاگرد مولانا آنی کے شاگرد تھے ۔ زبان آور شاعر تھے ۔ خمسۂ جامی کے مقابل خمسہ لکھا تھا ۔ لہذا مولانا آنی نے ان کو جامی ثانی کا لقب دیا تھا ۔ سلسلہ کبرویہ میں شیخ حسین خوارزمی کے مرید و خلیفہ تھے ۔ اور ابن حجر مکی سے اسناد حدیث رکھتے تھے ۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے استاد حدیث تھے اور سلسلہ کبرویہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان سے اجازت و خلافت بھی پائی تھی ۔ انہوں نے اکبر بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دی ۔ شیعوں کے شدید مخالف تھے ۔ شیخ امم تاریخ وفات ہے (تاریخ کشمیر اعظمی ۔ ص ۱۱۰ ۔ ۱۱۱) ۔

[۲] حضرت سید احمد کرمانی دسویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں ۔ آپ شیخ حمزہ کشمیری کے ہمعصر اور مربی تھے ۔ کرمان سے ہندوستان آئے تھے ۔ ایک مفرور کشمیری شہزادے کو کامیابی کی دعا دی وہ حکومت پانے میں کامیاب ہوا تو آپ کو کشمیر لے گیا ۔ اور خانقاہ بنا کر دی ۔ اور تین ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ۔ آپ کا مزار احاطہ قبرستان شیخ بہاؤالدین میں ہے ۔ (تاریخ کشمیر اعظمی ۱۰۲، ۱۰۳) ۔

[۳] حضرت خواجہ خاوند محمود بخاری معروف بہ حضرت ایشان لاہوری علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے ہیں جید عالم برگزیدہ درویش اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں کشمیر میں حضرت ایشانؒ کی خانقاہ کے والی تھے ۔ وہاں نقشبندی سلسلہ کی اشاعت ان سے ہوئی ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے ۔ ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے ۔ (تاریخ کشمیر کبیر، ص ۶۱) ۔

[۴] امیر کبیر سید علی ہمدانی بن سید شہاب الدین ، حضرت امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں ۔ اور ابو المکارم حضرت علاؤالدولہ سمنانی کے بھانجے ہیں ۔ ان کے شاگرد ہوئے بارہ سال عقلی و نقلی علوم ان سے حاصل کئے اور انہی سے بیعت ہوئے مگر تکمیل ان کے بیٹے تقی الدین علی دوستی سمنانی اور خلیفہ شیخ محمود مزدقانی م ۷۶۶ھ سے پائی ۔ ۷۱۴ھ میں پیدا ہوئے ۔ رحمتہ اللہ تاریخ ولادت ہے اور ۷۸۶ھ میں فوت ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم تاریخ وفات ہے ۔ جہاں گرد تھے ۔ اور عظیم عالم اور سلسلہ کبرویہ کے جلیل القدر صاحب طریقت تھے ۔ کشمیر میں آپ کی آمد سے اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ۔ مزار مبارک ختلان میں ہے ۔ اقبال ان کی شان میں فرماتے ہیں ۔

سید السادات سالار عجم دست او معمار تقدیر امم

(ماخوذ از امیر کبیر سید سید علی ہمدانی مقالہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر)

Marfat.com

۶۔ حضرت سید شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ[1] (مقام اچھابل)۔

۷۔ حضرت سید صبور الدین شہید علیہ الرحمۃ[2]۔ آپ کا مزار موضع اچھابل سے آگے ایک چھوٹے سے قصبے میں ہے۔

۸۔ حضرت بل[3] آپ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کی زیارت کے لئے جمعہ کے دن تشریف لے گئے۔

۹۔ حضرت کستی صاحب[4]۔ ان کا مزار قصبہ اسلام آباد میں ہے جسے ہندو اننت ناگ کہتے ہیں۔ کشمیری ان کا دن مناتے ہیں۔ جس میں بعض اشیا کا کھانا ترک کر دیتے ہیں۔

۱۔ سید شمس الدین اندرابی بن سید ابراہیم اندرابی بن سید احمد اندرابی۔ سید احمد اندرابی امیر کبیر علی ہمدانی کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔ سلطان سکندر ان کا قدر دان تھا۔ اس نے محلہ لار سٹہ میں خانقاہ اندرابیہ ان کو بنا کر دی۔ شمس الدین اندرابی ان کے پوتے تھے والد کے شاگرد ہوئے نامور عالم بنے اور سلطان زین العابدین بڈشاہ کے مصاحبوں میں ان کا شمار ہوا۔ آخری عمر میں درویش ہو گئے بڈشاہ نے ایک مدرسہ وسیع آپ کو بنا کر دیا اور اس کا ناظم آپ کو مقرر کیا۔ آپ کا مزار قلعہ ہری پربت کے اندر اخون ملا شاہ کی مسجد و حمام کے درمیان واقع ہے۔ کشمیر کے سادات اندرابیہ ان کی اولاد میں سے ہیں جو ہر دور میں زہد و تقوی میں ممتاز رہے ہیں۔ (سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر ص ۱۳۰۰)۔

۲۔

۳۔ حضرت بل۔ یہ ایک خوبصورت مسجد ہے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک محفوظ ہے۔ یہ درگاہ جھیل ڈل کے کنارے نسیم باغ کے ایک گوشے میں واقع ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ موئے مبارک ۱۰۴۴ھ میں عرب سے ایک بزرگ سید عبد اللہ نام ہندوستان لائے تھے۔ پھر اورنگ زیب کے زمانے میں حضرت خواجہ نور الدین عشائی رحمۃ اللہ علیہ اس متبرک نشانی کو کشمیر لائے۔ کشمیر کے راسخ العقیدہ مسلمانوں نے یہاں ایک درگاہ تعمیر کر کے اس میں اسے محفوظ کر دیا۔ ہر جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اس کا دیدار عام کرایا جاتا ہے۔ اس بنا پر حضرت بل کی درگاہ کشمیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی مرکز ہے اور سب سے زیادہ ہجوم نماز جمعہ پر یہیں ہوتا ہے۔ موئے مبارک کی زیارت سے پہلے درود و سلام کا عام ورد ہوتا ہے۔ پھر زیارت کرائی جاتی ہے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور ماحول پر رقت طاری ہو جاتی ہے (سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر، ص ۱۰۹۰)۔

۴۔

۱۰۔ آستانہ غوثیہ۱؎۔ یہ ایک قادری بزرگوار کا مزار ہے۔

حضرت مخدوم حمزہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ وہاں سلطان صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا روضہ سری نگر سے شمال کی سمت ایک پہاڑی کے اوپر ہے۔ وہاں تک سیڑھیاں جاتی ہیں۔ جن کی تعداد سو سے اُوپر ہے۔ میرے حضور علیہ الرحمۃ سری نگر میں قیام کے دوران ہر روز صبح کی نماز کے بعد حضرت سلطان صاحب تشریف لے جاتے تھے۔ آپؒ وہاں بہت خوش ہوتے تھے اور ان کی بڑی تعریف فرماتے تھے۔ پہلے دن آپؒ نے اس حوض کے پانی سے جو اس پہاڑی کے اوپر لبالب بھرا رہتا ہے غسل بھی فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہاں نہانا شفا ہے۔

یہ بزرگوار سات سال کی عمر میں اس پہاڑی کی کھوہ میں بیٹھ گئے اور اس کثرت سے دُرود شریف پڑھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ نے ظاہر ہو کر فرمایا "تم میرے معنوی فرزند ہو"۔ اور فیوض سے مالا مال کر دیا چنانچہ آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اویسی ہیں۔ اور آپؒ کی نسبت بہت قوی ہے۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہر ہو کر فرمایا کہ تمہیں کسی ظاہری

۱۔ زیارت دستگیر اور خانقاہ حضرت پیر دستگیر کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس عالیشان عمارت میں حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا موئے مبارک ہے۔ جو ایک ڈبیا میں بند ہے اور سال میں ایک مرتبہ ۱۱ ربیع الثانی کو زائرین کو دکھایا جاتا ہے۔ یہ خانقاہ سرینگر کے محلہ خانیار میں ہے اور یہاں دن رات مسلمانوں کا ہجوم رہتا ہے۔ خواجہ اعظم کی روایت کے مطابق اورنگ زیب کے عہد میں حضرت سیّد محمد فاضل قادری علیہ الرحمۃ۔ جو حضرت شاہ محمد غوث لاہوری علیہ الرحمۃ کے چچا ہیں اپنے وطن سے براستہ پشاور کشمیر وارد ہوئے۔ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کا موئے مبارک سے کر اس عظیم الشان خانقاہ جو اس نے اسی مقصد کے لئے تعمیر کرائی تھی۔ محفوظ کر دیا۔ حضرت سیّد محمد فاضل قادری علیہ الرحمۃ کا مزار بھی یہیں ہے۔

(سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر۔ ص ۱۱۱،)

(فوق : سفر نامہ کشمیر۔ ص ۱۰۷، تاریخ کشمیر کبیر۔ ص ۶۴،)۔

۲۔ قدم سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ گرد و نواح کی سینکڑوں عورتیں بلاناغہ ہر روز صبح کاذب کے وقت اندھیرے میں ایک ایک گھڑا پانی لاتی ہیں۔ اور اس حوض میں ڈالتی ہیں۔ چنانچہ ہر روز اس حوض میں تازہ پانی موجود رہتا ہے ورنہ کشمیر میں یہ نعمت ہر مزار پر نہیں ہے۔

(صاحب مضمون)

Marfat.com

پیر کی تلاش بھی کرنا چاہیئے۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے عرض کیا "حضور! آپ جہاں فرمائیں بندہ بسر وچشم جانے کو تیار ہے"۔ حضور علیہ السلام نے بکمال جود و کرم فرمایا۔ چونکہ تم میرے معنوی فرزند ہو۔ لہذا تمہارا پیر خود ہی تمہارے پاس یہاں آجائے گا اور تمہیں بیعت کرے گا"۔ الغرض حضرت قبلہ سیّد جمال الدین بخاری علیہ الرحمۃ[۱] بمع مریدان تشریف لائے اور آپؒ کو بیعت کیا۔ اور خلافت و اجازت سے نوازا[۲]

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے میرے حضور علیہ الرحمۃ ہر روز صبح کی نماز کے بعد بلا ناغہ یہاں تشریف لاتے تھے۔ اور بعض دفعہ دوپہر کو قیلولہ کرنے کے بعد بھی یہاں تشریف لے آتے تھے۔ علاوہ ازیں جن

۱۔ حضرت میر سیّد جمال الدین بخاری سہروردی دھلوی علیہ الرحمۃ۔
آپ سادات اوچ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور شیخ سیّد حاجی عبدالوھاب بخاری دھلوی قدس سرہ کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں اور انہیں سے انتساب طریقت اور خلافت رکھتے ہیں۔ میر سیّد جمال الدین کا شجرہ نسب چھ واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں کے والد حضرت سید جلال الدین میر سرخ تک پہنچتا ہے۔ ان کے بڑے بھائی حاجی عبدالوھاب بخاری ملتان سے ترک سکونت کر کے دھلی آئے تو یہ بھی ان کے ساتھ دھلی آگئے۔ حاجی عبدالوھاب کا ذکر مولانا عبدالحق محدث دھلویؒ نے اخبار الاخیار میں کیا ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی تفسیر صوفیانہ انداز سے لکھی ہے اور ایک کتاب شمائل نبویؐ پر تحریر کی ہے انہوں نے حضرت سیّد صدر الدین معروف بہ راجن قتالؒ سے فیض اٹھانے کے بعد دھلی کے ایک بزرگ شیخ عبداللہ بن یوسف قریشی ملتانی سے بھی فیض اٹھایا تھا۔
حضرت سیّد میر جمال الدین کے حالات میں جمال عرفان نامی کتاب لکھی گئی ہے اور وہ ابدال کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ان کی وفات دھلی میں ۹۴۸ھ میں ہوئی اور ان کے بڑے بھائی حاجی عبدالوھاب بخاری سہروردی جو ان کے پیر بھی تھے۔ دھلی میں ۹۳۲ھ میں فوت ہوئے ان کا مادہ تاریخ شیخ حاجی سے نکلتا ہے تفصیلات کے لئے دیکھئے۔

۱۔ مفتی غلام سرور: حدیقۃ الاولیاء طبع لاہور ۱۹۷۶ء ص، ۱۶۴۔ ۱۶۵۔
۲۔ مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیاء۔ ص، ۷۵۲، ۷۵۴، ۷۵۶۔
۳۔ محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی۔ ۱۳۵۵ھ۔ ص، ۸۲۔
۴۔ عبدالحق محدث دھلوی: اردو ترجمہ اخبار الاخیار۔ ص، ۴۵۳۔
۵۔ مولوی محمد الدین: روضۃ الابرار۔ ص، ۲۰۰۔
۶۔ مفتی غلام سرور لاہوری: حدیقہ اولیاء طبع لاہور ۱۹۷۶ء۔ ص، ۱۲۵، ۱۲۶۔

مزارات پر کئی بار آپ تشریف لے گئے ان میں حضرت سیّد احمد کرمانی علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی علیہ الرحمۃ اور آستانہ عالیہ حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

اکثر روضے اخروٹ کی منقّش لکڑی کی جالیوں سے مزّین ہیں۔ خصوصًا روضہ حضرت مولانا خواجہ معین الدین نقشبندی علیہ الرحمۃ جو حضرت خواجہ خاوند محمود بخاری معروف بہ حضرت ایشان لاہوری علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں۔ اس روضہ سے اس مسکین نے چند فارسی قطعات و ابیات نوٹ کئے اور واپسی پر حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپؒ نے نہایت پسند کئے۔ بلکہ حکم دیا کہ ایک قطعہ کتابت کرواکر اور فریم میں جڑوا کر لاؤ۔ چنانچہ بندہ نے پیش کیا۔ تو آپؒ نے سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر اسے اپنے پیشوا حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر پیش کیا۔ یہ قطعہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ اس کے اشعار ذیل میں تبرکًا درج ہیں ---

قطعہ نمبر ۱

رُخ تو قبلۂ اہل تمنّا	در تو کعبۂ مقصود دلہا
جمالت عکس نور لایزالی	کمالت از زوال و نقص خالی
ظہور نور مہر مصطفائی	مہ تاباں اوج رہنمائی
رسد منزل بہ ہر طالب نے راہش	دو عالم زیر پا دارد نگاہش

قطعہ نمبر ۲

بحمد اللہ ز مہرت در سرورم	نیم محروم فیضت گرچہ دورم
دل از مہر تو بے رنگی ظہور است	ز نورت کان من لبریز نور است

قیام سرینگر کا ایک اور اہم واقعہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ گاہی صبح کھانا تناول فرما کر حسب عادت آرام کے لئے لیٹ گئے[۱]۔ جب قبل ظہر اٹھے تو آپ باہر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہم سب آپؒ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ مشرق کی جانب دریائے جہلم کے کنارے کنارے بہاؤ سے اوپر کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں مجھے آپؒ نے اشارہ سے پاس بلوایا اور چلتے چلتے ارشاد فرمایا "میں لیٹا ہوا تھا کہ ابھی ابھی ایک بہت نورانی بزرگ بمع اپنے نوری احباب کے مجھے خواب میں ملے ہیں۔ انہوں نے معانقہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ آپؒ

---

[۱] یہ معمول اس لیے تھا کہ آپؒ علیل تھے اور کمزوری بہت تھی لہذا زیادہ وقت آرام ہی مناسب تھا۔ (مرتب)

نے ہمیں ملنے نہیں آنا ہے ؟

بندہ مسکین نے عرض کیا کہ وہ بزرگ کون ہیں ؟ مگر آپؒ نے سکوت فرمایا۔ اور میں خاموش ہو رہا کیونکہ جب کبھی حضور قبلہ گاہی کسی بات کا جواب دینے سے سکوت فرماتے تھے بندہ اسے دوبارہ نہ پوچھا کرتا تھا۔ کیونکہ اکثر وہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی تھی۔ اس طرح آپؒ خاموشی سے مشرق کی انتہائی جانب شہر سرینگر سے باہر تشریف لے گئے یہاں تک کہ ہم کوہ سلیمان کے دامن میں پہنچ گئے اس علاقے کو راجہ سنڈیمان کا مندر کہتے ہیں۔ جبکہ اصل مندر[۱] کوہ سلیمان کی ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ یہاں ہمیں ایک راہگزر شخص ملا۔ آپؒ نے اس سے دریافت کیا کہ یہاں کسی بزرگ کا روضہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ بزرگ کے روضے کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ سامنے والا دروازہ روضے شریف ہی کا ہے۔ گویا آن ذات گرامی اپنے کشف کی روشنی میں از خود ہی چلتے چلتے مقام مقصود تک آپہنچی تھی۔ اب اس آدمی سے روضہ شریف کا پتہ پوچھنا یقیناً اس مصلحت کے تحت تھا کہ آپ کا یہ فعل کہ آپؒ اپنے کشف سے راستہ طے کرتے آئے ہیں اخفا میں رہے۔ چنانچہ تمام احباب کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور علیہ الرحمۃ باوجود اس کے کہ کشف ارواح میں اپنے دور میں ید طولیٰ رکھتے تھے اپنی ایسی ہر بات کو باحسن طریق اخفا میں رکھنے کو پسند کرتے تھے۔ پھر وہ شخص جس سے آپؒ نے پتہ پوچھا تھا مجھے تو عام انسانوں سے بہت مختلف اور عجیب معلوم ہوا تھا۔ پتہ نہیں کوئی فرشتہ تھا یا کوئی جن۔ کیونکہ اس کے اطوار عام انسانوں جیسے نہیں تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس مقام پر پہلے سے ہمارا منتظر تھا[۲]۔

بہرحال آپؒ درگاہ شریف مذکور کے اندر تشریف لے گئے۔ اور پھر آپؒ کے ساتھ یہ بندہ مسکین بھی جونہی کہ اندر داخل ہوا اس پر فوراً یہ احساس وارد ہوا کہ آپؒ اسی بزرگوار کے مزار شریف پر آگئے

۱۔ یہ مندر اصل ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا معبد تھا۔ جو امتداد زمانہ اور انقلاب روزگار سے ہندو راجاؤں کے زمانے میں مندر بن گیا۔ اس پہاڑ کو مسلمان کوہ سلیمان کہتے ہیں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہوائی تخت یہاں اترا تھا۔ ہندو اسے شنکر اچارج کہتے ہیں کیونکہ ان کا مبلغ دین شنکر اچاریہ کشمیر آیا تھا تو یہاں اقامت پذیر ہوا تھا۔ جب کہ یہ پہاڑ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے نزدیک مقدس ہے۔ اور اس کا ایک نام کوہ ماران بھی ہے۔

(سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر ص ، ۸۳)

۲۔ قبلہ گامی علیہ الرحمۃ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ "وہ شخص رجال غیب میں سے تھا۔ اور اسے ہماری پیش قدمی کے لئے وہاں متعین کیا گیا تھا"۔ (مرتب) ۔

Marfat.com

ہیں جس نے ابھی ابھی آپؒ کو دعوت دی ہے۔ پھر دیکھا کہ تقریباً بیس گز مربع زمین کے اونچے تخت پر مزار پر انوار بنا ہوا ہے جس کے گرداگرد لکڑی کا جنگلا قائم ہے۔ اس سے کچھ آگے چھوٹی سی مسجد ہے اور وہ بھی تمام کی تمام لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔

ہم سب نے وضو کیا اور آپؒ کے ساتھ اس مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی۔ ازاں بعد ہم روضۂ منورہ کی طرف فاتحہ خوانی کے لئے جونہی متوجہ ہوئے تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انوارات موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگے۔ اور جہاں ہم سب اس شدید بارش میں تربتر تھے وہاں اس کے برسنے کی زوردار آواز سے میرے کان بھرے ہوئے جا رہے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ اس سے پہلے آج تک فیض کا یہ عالم میں نے کسی بزرگ کے مزار پر نہیں دیکھا۔ یہ سب صدقہ اس ہستی مبارک کے قدوم میمنت لزوم کا ہے جس کے ساتھ یہ مسکین وعاجز وابستہ ہے۔ خدا تعالےٰ آپؒ کی یہ دستگیری تاحشر رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا[1]

پھر حضور علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہم اپنے ڈیرے پر واپس آئے تو آپؒ پر اور آپؒ کے ساتھ مجھ پر بھی اس فیض کا سرور کئی دن تک رہا۔ گھر واپسی کے راستہ ہی میں آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ "یہ مزار مبارک عالیجناب حضرت مولانا محمد یعقوب صرفی کاشمیری رحمۃ اللہ کا ہے۔ جو امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے استاذ ذیشان ہیں اور حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو ان سے سلسلہ کبرویہ میں بیعت اور اجازت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے۔ گویا یہ آپ کے پیر بھی ہیں۔"

کیوں نہ ہو۔ ایسی بے مثل ہستی کا استاد بھی ایسا ہی بے مثل ہونا چاہیئے۔

سرینگر میں قیام کے دوران ایک دفعہ بندہ نے حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ شاہی چشمہ[2]

---

[1] (ترجمہ) اور خدا اس بندے کو بخش دے جو میری اس آمین پر آمین کہے۔

[2] چشمہ شاہی: یہ چشمہ میر اکدل سے پانچ میل دور سڑک کے کنارے سرزمین کشمیر کے اس قطعہ ارضی پر واقع ہے۔ جسے اگر فردوس بریں سے تشبیہ دی جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس چشمہ کی تعمیر ایک باغ کی صورت میں ہوئی ہے۔ جو تین طبقات پر مشتمل ہے۔ تیسرا طبقہ مغل فن تعمیر کا ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ یہ باغ شہنشاہ ہند شاہجہان کے عہد میں اس کے مشہور انجینئر علی مردان خان کی زیر نگرانی تیار ہوا تھا۔ ایک شاعر نے اس کی تعریف میں کہا ہے۔

چشمہ کوثر اگر خواہی کہ آید در نظر — لطف آب خوشگوار چشمۂ شاہی نگر

اور تعمیر کی تاریخ یہ ہے۔ گفت برگو کہ کوثر شاہی
۱۰۴۳ھ
(سید محمود آزاد: تاریخ کشمیر۔ ص ۸۸)

نسیم[1] باغ ، جھیل ڈل[2] اور جھیل ولر[3] دیکھنے نہیں جائیں گے حضرت صاحب قبلہ فداہ ابی وامی نے

۱۔ نسیم باغ : یہ جھیل ڈل کے کنارے واقع ہے۔ اس کی تعمیر شہنشاہ اکبر اعظم نے کی تھی۔ جہانگیر نے اسے جنۃ الدنیا کا لقب دیا تھا۔ کسی زمانے میں یہ واقعی جنۃ الدنیا ہوگا مگر اب تو کھنڈرات ہی رہ گئے ہیں۔

(سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر ص، ۹۳، ۹۴)۔

۲۔ جھیل ڈل : شہر سری نگر کے وسط میں واقع ہے۔ ۵ میل لمبی اور ۲ میل چوڑی ہے۔ سری نگر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ مگر ایک بل کھاتے کے بعد خود دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ چھوٹے حصہ کو چھوٹا ڈل اور بڑے حصہ کو بڑا ڈل کہتے ہیں۔ موسم بہار میں اس کے دونوں حصوں میں کشتیوں اور ہاؤس بوٹوں کا منظر بڑا دلکش ہوتا ہے یہاں ہر طبقہ کے ہاؤس بوٹ الگ الگ موجود ہیں۔ چنانچہ امیر طبقہ کے ہاؤس بوٹ دو دو تین تین منزلہ ہوتے ہیں اور جھیل میں چلتے پھرتے بنگلے معلوم ہوتے ہیں۔

اس کے ایک حصہ میں سلطان زین بڈشاہ کا تعمیر کردہ جزیرہ سونالنک ہے۔ اور اس پر سلطان کے محل کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ اس جھیل کا منظر بالخصوص صبح طلوع آفتاب کے وقت بڑا پیارا ہوتا ہے۔ پورا شہر پانی میں عکس ریز ہوتا ہے۔

ہنگام صبح دیکھ بہار سری نگر   پانی ہے ڈل کا آئینہ دار سری نگر

(سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر۔ ص ۸۰ - ۸۱)

ڈل کے کنارے مندرجہ ذیل باغات و مقامات واقع ہیں۔

نسیم باغ ۔ چشمہ شاہی ۔ شالامار باغ ۔ نشاط باغ ۔ زیارت حضرت ۔ تخت سلیمان یا شنکر اچارج درگجن ۔ مزار الشعراء اور پری محل ۔ (محمد دین فوق : رہنمائے کشمیر باب سولہواں فصل اوّل)

جھیل ولر : کشمیر کی سب سے بڑی اور دلکش ترین جھیل ولر ہے۔ یہ ۱۳ میل لمبی اور ۱۰ میل چوڑی ہے۔ اس کے وسط میں بھی سلطان زین العابدین بڈشاہ کا تعمیر کردہ جزیرہ اپنی بہار دکھاتا ہے۔ یہاں پھولوں کی کیاریاں تہہ بتہہ اور طبقہ در طبقہ ہیں۔ علامہ اقبال نے اس کے دلفریب نظاروں کی داد دی ہے۔

خضر سوچتا ہے ولر کے کنارے   بہالہ کے چشمے ابلتے ہیں کب تک

اس کے کنارے ایک طرف قصبہ سوپور ہے اور دوسری طرف ھانڈے پور۔ یہاں موسم بہار میں کشتیاں ہاؤس بوٹ اور شکارے اس کثرت سے تیرتے نظر آتے ہیں کہ ایک شہر کا شہر حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس شہر کی رونق اس وقت دوبالا ہو جاتی ہے جب سورج کی آخری کرنیں کشمیر کے بلند پہاڑوں پر نور برسانے لگتی ہیں۔ اس وقت ولر کے سینے پر تیرنے والا شہر اس کی تہہ کے اندر بھی دکھائی دیتا ہے۔ (سید محمود آزاد : تاریخ کشمیر۔ ص، ۸۳)

قبلہ گاہی فرماتے تھے کہ ڈل اور ولر میں یہی فرق ہے کہ ڈل میں طلوع آفتاب کا منظر حسین ہوتا ہے جبکہ ولر میں غروب آفتاب کا منظر دلربا ہوتا ہے۔ (مرتب)۔

فرمایا کہ بہت سے باغ اور چشمے ہمارے اندر ہیں۔[۱] اس لئے متذکرہ بالا جگہوں کو دیکھنے نہ گئے اور نہ ہی ہم گئے۔

کئی دن سرینگر میں قیام کے بعد حضور قبلہ گاہی عازم اسلام آباد ہوئے اس مقام کو ہندو انت ناگ کہتے ہیں۔[۲] راستہ میں پام پور کا مشہور قصبہ دیکھا۔ جہاں لکڑی کے مکان تھے اور ہر مکان میں بجلی لگی ہوئی تھی۔ یہ چیز عجیب اور قابل دید تھی کیونکہ ان دنوں ابھی برصغیر کے اکثر بڑے بڑے شہروں میں بھی بجلی نہیں آئی تھی۔ بعدہ ایک دیرینہ کشمیری دوست غلام رسول کے گاؤں میں گئے۔ وہ لوئیاں اور شال بیچا کرتا تھا اور مجلیٹھہ شریف میں حضرت قبلہ میاں جی حرمت علی صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ محبت اور عقیدت سے پیش آیا۔ اور اس نے حضورؒ کی دعوت کی۔ پھر درخت سے کچے اخروٹ اتار کر آپؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ ان کے گاؤں کا نام یاد نہیں رہا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ ان کے گاؤں میں بھی مکان لکڑی کے تھے اور تہ بر تہ بنے ہوئے۔ قریباً ان تمام مکانوں کے اندرونی وسیع صحنوں میں اخروٹ اور دیگر پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔

۱۔ مراد اس سے قلب کی حقیقت جامعہ ہے جو عالم کی تطبیت سے سرفراز ہے اور جو عالم خلق اور عالم امر دونوں کا مجموعہ ہے۔ ہندا روئے زمین اور مافیہا چشمے باغات پہاڑ صحرا وغیرہ ہی نہیں بلکہ ہفت افلاک، لوح قلم کرسی عرش مجید اور جملہ اشیاء کے حقائق اس پروار دہوتے ہیں۔ (مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوب ۹۵ دفتر اوّل، مکتوب ۲۰ دفتر دوم)
مولانا روم علیہ الرحمۃ اس قلب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را — فرش دولت را وہم فراش را
باغہا و سبزہ ھا در عین جان — بر برون عکسش چو در آب روان
ایمن آباد است دل اے دوستان — چشمہ ہا و گلستان در گلستان
تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست — دل فراز عرش باشد نے بہ پست
نے دل اندر صد ہزاران خاص و عام — در یکے باشد کدام است آں کدام
آں دلے کز آسمانہا برتر است — آں دل ابدال یا پیغمبر است
آں دلے آدر کہ قطب عالم است — جان جان و جان جان آدم است

(مثنوی لب لباب۔ ص ۱۶۳، ۱۶۵)

۲۔ اسلام آباد سرینگر سے ۳۴ میل جانب مشرق واقع ہے۔ ہندو اسے اننت ناگ کہتے ہیں یعنی بے شمار چشموں کی سرزمین ناگ چشمہ کو کہتے ہیں۔ یہ قصبہ آبادی کے لحاظ سے سرینگر کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ آبادی قریباً ۲۰ ہزار ہے اسے حضرت اورنگ زیب غازی کے زمانے میں کشمیر کے گورنر اسلام خان نے ۱۶۶۴ء میں آباد کیا تو اس کا نام اسلام آباد ہوا۔ (محمد دین فوق: رہنمائے کشمیر باب سوم فصل چہارم)۔

Marfat.com

ازاں بعد ہم "اچھابل" چشمہ پر گئے[۵] جو کشمیر کے انتہائی شمال مشرقی گوشہ میں ایک نہایت پر فضا مقام ہے۔ یہاں چشمہ کے قریب شہنشاہ ہند اکبر اعظم یا جہانگیر کے زمانے کی ایک بارہ دری بنی ہوئی ہے اور خوشنما باغ بھی ہے اس کا نظارہ بہت فرحت افزا ہے۔ یہاں ٹروٹ مچھلی کا ایک سرکاری فارم بھی ہے جس کا نام ہے۔ اور یہاں مچھلی فروخت بھی ہوتی ہے۔ اور یہ باغ بعینہ شالامار باغ لاہور کا نمونہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اچھابل کے اس باغ میں ایک طبقہ ہے جبکہ لاہور کے شالامار باغ میں تین طبقات ہیں چشمہ کے سامنے مغلوں کے دور کا بنایا ہوا ایک حوض ہے جس میں چشمہ کا تمام پانی جمع ہو کر پھر اس سے باہر نکلتا ہے اور آگے چلتا ہے۔ یہ حوض بھی مغلوں کے فن تعمیر کا ایک عجوبہ ہے اور غیر ملکی انجینئر یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں کہ دامن کوہ سے نکلنے والے اس چشمے کے اس قدر زور دار دھارے کے عین آگے اتنے پختہ حوض کی بنیادیں کیسے رکھی گئیں چشمہ کا پانی چاندی کی طرح شفاف نہایت ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔ چشمہ کے آگے تین پختہ نہریں بنائی گئی ہیں دو نہریں باغ کے دائیں بائیں کناروں کے ساتھ ساتھ جاتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک نہر زیر زمین وسط باغ سے ہوتی ہوئی باغ کے آخری کنارے تک جاتی ہے۔ باغ کی سطح چشمہ سے قریباً ایک منزل نیچی رکھی گئی ہے تاکہ اس زمین دوز نہر سے باغ کے فوارے چل سکیں۔

یہاں دو حضرات کا مزار شریف ہے۔ ایک حضرت خواجہ سید شمس الدین علیہ الرحمۃ کا جو قصبہ اچھا بل میں ہے اور دوسرا قصبہ سے باہر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر حضرت سید صبور الدین علیہ الرحمہ کا۔ موخر الذکر کے بارے میں مجھے مشاہدہ ہوا کہ بڑا قوی جذبہ رکھتے ہیں۔ پھر ان کے بارے میں حضرت صاحب قبلہ بھی فرمانے لگے:

"ایسا فیضان آتا جیسے موگھہ کھل گیا ہو" سبحان اللہ

یہاں ہم نے چند دن قیام کیا ازاں بعد وطن واپسی کے لئے مجبور ہو گئے۔ کیونکہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ

۵۔ چشمہ اچھابل۔ اسلام آباد سے ۵ میل کے فاصلہ پر دامن کوہ میں یہ خوبصورت چشمہ ایک پر فضا جگہ پر واقع ہے۔ اور یہاں شاہ جہان کا تعمیر کردہ باغ اور اس کی عمارت اب تک موجود ہے۔ یہ باغ لاہور کے شالامار باغ کی طرح سات تختوں پر منقسم ہے جن میں آبشاریں اور فوارے ایک لاویز نظارہ پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی کشش جمال ہر دور میں امرا و حکام کو اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔

(محمد دین فوق : سفر نامہ کشمیر۔ ص، ۷۷)۔

Marfat.com

کو سردی راس نہ آئی[۱] چنانچہ ہم سرینگر ہوتے ہوئے جموں کے راستے سیالکوٹ آ گئے[۲]۔ یہ راستہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ لاری پیر پنجال پہاڑ کی انتہائی بلندیوں تک جاتی ہے۔ پیر پنجال سطح سمندر سے قریباً نو ہزار (۹۰۰۰) فٹ بلند ہے۔ حتیٰ کہ ایک بلند چوٹی سے ایک سرنگ کے ذریعہ گزرتی ہے۔ پھر آگے بانہال پہاڑ عبور کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ دریائے چناب دو بلند چٹانوں کی بالکل سیدھی اتھاہ گہرائیوں سے گذرتا ہے اور چونکہ وہاں پل کے لئے اتنے بلند ستون تعمیر کرنا ممکن نہیں لہٰذا وہاں ایک معلق پل بنایا گیا ہے جب لاری اس کے اوپر سے گزرتی ہے

۱؎ اچھابل کی سرد فضا سے اعصاب متاثر ہو گئے۔ حالانکہ مزاج طبیعت میں گرمی تھی۔ (مرتب)

۲؎ سری نگر سے سیالکوٹ براستہ جموں: اس راستہ میں مندرجہ ذیل پڑاؤ اور مقامات آتے ہیں۔

۱۔ سری نگر سے اسلام آباد۔ ۳۴ میل۔ راستہ میں پام پور کا قصبہ ہے جہاں زعفران کے کھیت آتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک گاؤں میں گندھک کا چشمہ ملچ ناگ ہے جو جلدی امراض کے لئے مفید ہے۔

۲۔ اسلام آباد سے ویری ناگ۔ ۱۷ میل۔

۳۔ ویری ناگ سے رام سوہ۔ ۲۳ میل ویری ناگ سطح سمندر سے ۶۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ چشمہ ایک ہشت پہلو وسیع اور گول حوض کے اندر گھرا ہوا ہے۔ اور پانی اس میں سے اس قدر افراط سے نکلتا ہے کہ خاصی نہر معلوم ہوتی ہے۔ یہ پانی ایسا صاف اور شفاف ہے کہ باوجود دس فٹ گہرائی کے صدہا اور ہزارہا مچھلیاں ادھر ادھر پھدکتی اور دوڑتی نظر آتی ہیں۔ یہ چشمہ جو نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ درہ پیر پنچال کے دامن میں واقع ہے۔ اور ایک بلند اور سرسبز پہاڑی کے شمال مشرقی کونے سے نکلتا ہے۔ چشمہ کا حوض جہانگیر نے ۱۶۱۲ء میں تعمیر کرایا تھا۔ یہی چشمہ دریائے جہلم کا منبع ہے۔

اثناں بعد بانہال پہاڑ آتا ہے جو سطح سمندر سے ۵۵۸۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں سے راستہ نہایت پیچیدہ ہے مگر خطرناک نہیں۔ پھر دس میل چل کر رام سوہ کا قصبہ آجاتا ہے۔

رام سوہ سے بٹوٹ ۳۲ میل۔ اس راہ میں قدرتی مناظر نہایت دلکش اور دل فریب ہیں۔ رام سوہ سے آگے رام بن کا قصبہ آتا ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۳۵۳۵ فٹ بلند ہے۔ اور یہاں دریائے چناب نہایت نشیب میں بہتا ہے اس پر ایک معلق پل لکڑی کے بھٹوں کا بنا ہوا ہے۔ یہاں تحصیل ڈاکخانہ اور تھانہ وغیرہ بھی ہیں یہاں سے سترہ میل آگے بٹوٹ کی بستی آتی ہے۔

بٹوٹ سے ادھم پور۔ ۲۵ میل۔

ادھم پور سے جموں۔ ۴۰ میل۔

جموں سے سیالکوٹ

(محمد دین فوق: رہنمائے کشمیر باب سوم فصل چہارم)۔

Marfat.com

تو پل کی پھٹیاں کھڑکھڑاتی ہیں پل پر ایک لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے اور وہ تھوڑا تھوڑا اوپر نیچے ہونے لگتا ہے ۔ اس سے نئے زائرین بہت خوف زدہ ہو جاتے ہیں ۔

اس پل سے گزرنے کے بعد ہم رام سوہ اور رام بن کے قصبوں سے گزرے ۔ اور ازاں بعد ٹوٹ ٹوٹ کی بستی آئی ۔ یہاں لاری آرام کے لئے ایک ڈیڑھ گھنٹہ ٹھہری رہی ۔ حضور علیہ الرحمۃ ادھر ادھر گھومنے تشریف لے گئے ایک جگہ ایک چشمے پر آپؒ وضو فرمانے لگے تو آپؒ نے اپنا عصا مبارک ایک طرف رکھ دیا ۔ جب وضو سے فارغ ہو کر اسے اٹھانے لگے تو وہ غائب تھا حالانکہ وہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بندہ بشر نہیں آیا تھا ۔ ہم نے بہت تلاش کیا مگر نہ ملا ۔ آخر آپؒ نے خود ہی فرمایا ۔ چھوڑو ۔ یہاں جنّات بہت ہیں ۔ کوئی لے گیا ہو گا [۱] ۔

پھر لاری چلی تو قصبہ ادھم پور اور جموّں ہوتے ہوئے ہم سیالکوٹ پہنچ گئے ۔ وہاں آپؒ مولانا منشی عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کے گھر تشریف لے گئے ۔ اور جناب محمد شفیع صاحب بھی ملے ۔ ان کا کاروبار کھیلوں کا سامان بنانے اور بیچنے کا تھا ۔ وُہ بھی نہایت محبت اور اصرار سے آپؒ کو اپنے گھر لے گئے ۔ غرضیکہ آپ سیالکوٹ دس روز قیام پذیر رہے ۔ ازاں بعد علی پور تشریف ہوتے ہوئے موضع رندا س پہنچے ۔ یہاں آپؒ اپنے والد ماجد حضرت مولانا سیّد عطا محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر تشریف لے گئے ۔ اور فاتحہ پڑھی ۔ اور مجھے ان کے بارے میں بتایا ۔ وہاں سے حضورؒ اپنے ننھیال موضع جگدیو خورد گئے اور پھر موضع بلھڑ وال جہاں آپ نے پرائمری پاس کی تھی اور جہاں ان دنوں آپؒ کے خادم اور ہمارے برادرِ طریقت منشی فیض احمد صاحب جعفر کوٹی اسی سکول میں مدرس تھے ۔ کچھ دیر ان سے ملے اور پھر آپ اپنے وطن مالوف موضع جعفر کوٹ پہنچ گئے ۔

جعفر کوٹ دریائے راوی کے کنارے ایک اچھا خاصہ قصبہ ہے ۔ یہاں حضورؒ کے آباؤ اجداد

---

۱ قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں مجھے ارشاد فرمایا ۔" میاں جی (حرمت علی صاحب) وضو کر رہے تھے ۔ اور میں وضو کے لئے تیار ہو رہا تھا ۔ چنانچہ میں نے اپنی دستار اتار کر ایک قریبی پتھر پر رکھی ۔ اچانک ایک جن کو شرارت سوجھی ۔ اس نے آگے بڑھ کر میری دستار کو اٹھانا چاہا میں نے دیکھ لیا اور اپنا عصا اٹھا کر اسے مارا تو وہ بھاگ گیا ۔ پھر میں نے دستار اٹھا کر حکیم صاحب کو دے دی ۔ اور عصا ایک طرف رکھ کر وضو کرنے لگ گیا ۔ اسی دوران اس نے دیکھا کہ اب میرا دھیان اس کی طرف نہیں ہے تو وہ ایک طرف سے آ کر عصا لے کر بھاگ گیا ۔" (مرتب)

Marfat.com

قریباً ڈھائی سو سال[1] سے سکونت پذیر ہیں۔ آپؒ کے جدّ امجد حضرت مولانا سیّد ننھے شاہ صاحبؒ باوجود پٹواری ہونے کے بہت مقبول الٰہی بزرگ تھے۔ ان کے سلام کے لئے علاقے کا انگریز ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار تک آتے تھے۔ آپؒ نہایت قوی الجذبہ تھے۔ اور تمام علاقے میں بڑے اثر و رسوخ والے اور بہت ہر دلعزیز و مشہور تھے۔

جعفر کوٹ کے نمبردار برادر محترم جناب تاج الدین صاحب تھے۔ وہ آپؒ کے بے مثل عاشق و محب تھے۔ اور دن رات حضورؒ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ آپؒ ان کے کنوئیں پر اکثر جاتے تھے۔ انہوں نے حضورؒ کے لئے اپنے کنوئیں پر ایک الگ قطعہ زمین بھی تجویز کیا تھا۔ اس مسکین نے اسے دیکھا تھا۔

قیام جعفر کوٹ کے دوران اچانک اس مسکین کی آنکھیں دکھنے آگئیں۔ لیکن حضورؒ کی التفات کریمانہ سے چند یوم ہی میں ٹھیک ہوگئیں۔ یہ آپؒ کی ایک بیّن کرامت تھی (واضح رہے کہ میری آنکھیں عمر بھر میں صرف دو دفعہ دکھنے آئی ہیں۔ ایک دفعہ بچپن میں جبکہ طویل علاج معالجہ کے بعد آرام ہوا تھا۔ اور دوسری دفعہ اس موقعہ پر جعفر کوٹ میں جس سے مجھے فکر ہوگیا تھا کہ کہیں یہ تکلیف پھر اسی طرح طویل عرصے تک پریشان نہ کرے۔ مگر حضورؒ نے دم فرمایا تو صرف چند یوم میں آنکھیں ایسے ٹھیک ہوئیں گویا کہ انہیں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی)

آخر بندہ جعفر کوٹ ہی میں آپؒ سے اجازت لے کر لاہور اپنے گھر آگیا۔ اور آپؒ بھی گرمیوں کی رخصتوں کے چند بقیہ ایام گذار کر گجرات تشریف لے گئے۔

---

[1] آپؒ کے خانوادہ کے بڑے بزرگ حضرت اورنگ زیب غازی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۷۰۷ء کے زمانے میں یہاں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ اس وقت سے اب تک قریباً ڈھائی سو سال ہوتے ہیں۔ (مرتب)

Marfat.com

آپؒ اکابر اہل اللہ میں سے تھے

میں یہاں حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت اقدس میں بیتے ہوئے دنوں کی اپنی چند یادیں تحریر کرتا ہوں ۔

(۱)

طالب علمی کے زمانہ میں تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ کسی اہل دل کی تلاش بھی موجزن تھی ۔ اور اہل اللہ کے طریق کے مطابق ہم تین چار آدمی جو ہم خیال اور تلاش حقیقت کے لئے ہم مسلک تھے رات کو جب کہ لوگ آرام کی نیند سونے کی تیاری کرنے لگتے ایک مسجد میں جمع ہو جاتے اور ختم خواجگان نقشبندیہ قادریہ پڑھا کرتے اور ذکر اذکار اور اشغال میں انہماک رکھتے ۔ حضرت قبلہ مولانا سید محمد حبیب اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کے متعلق کچھ اہل راز کی زبان سے سُنا تھا مگر ہنوز زیارت و ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا تھا ۔ چنانچہ دل میں ملاقات کا جذبہ اٹھتا مگر تحصیل علم کی مصروفیات کے سبب تساہل کی نذر ہو جاتا ۔ ایک دن طلب اور شوق کے طوفان کے سامنے مصروفیتوں کی دیوار ٹھہر نہ سکی اور میں درِ حبیب کی طرف چل پڑا ۔ شرف باریابی میسر ہوا حضرت قبلہ گاہیؒ نے کمال محبت اور شفقت سے نوازا ۔ اور خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا ۔ چنانچہ ازاں بعد میں حضورؒ کی خدمت کا موقع کبھی خالی نہ جانے دیتا ۔ اور دل ہمیشہ یہ ہی چاہتا کہ جہاں تک بن پڑے حضور کی ملاقات کا تسلسل قائم رہے ۔

ایک دن حضورؒ نے فرمایا کہ اسماء سبعہ کی زکوٰۃ ادا کر دو ۔ صرف اعتکاف کی پابندی ہے اور اس میں دیگر تکلفات کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ ایسے طریق پر معتکف ہو تا کہ کوئی شخص معتکف ہونے کا گمان نہ کر سکے اور اپنا کام ورد و وظائف جاری رکھو ۔ چنانچہ میں مسجد میں معتکف ہو گیا ۔ ایک دن مسجد میں ملنگ قسم کا ایک شخص آیا اور مجھے ہی سنانے کے لئے کہنے لگا کہ دو بیڑیوں میں پاؤں نہیں رکھے جاتے ۔ ایک وقت میں ایک ہی بیڑی میں سوار ہوا جاتا ہے ۔ میں چونکہ امامت بھی کرتا تھا ۔ اور دوسری طرف صفائی باطن کیطرف بھی راغب تھا ۔ لہٰذا ایک طرف عزت نفس اور احترام ذات کے اسباب تھے تو دوسری طرف حظ نفس اور عزت وجاہ سے دست کشی ۔ اس کشمکش اور سوچ میں میری طبیعت پر انقباض طاری ہو گیا ۔ معتکف ہونے کے باعث حاضر نہ ہو سکتا تھا ۔ انہی دنوں حاجی شیخ محمد عالم صاحب کی والدہ محترمہ کا انتقال

Marfat.com

ہو گیا۔ اپنے کسی رفیق کے ذریعہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض گذاری کہ حضور اگر آپ شیخ صاحب کے ہاں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف فرما ہوں تو واپسی پر میرے حال زار کو بھی ملاحظہ فرمانے کی تکلیف فرمائیں۔

حضور قبلہ عالمؒ جب فاتحہ کے لئے شیخ صاحب کے ہاں تشریف لائے تو واپسی پر مسجد میں میرے پاس بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اس وقت آپؒ کے ساتھ ایک ایسا درویش بھی تھا جسے بارہ سال بغیر گفتگو کئے اور زبان بند رکھے گذر رہے تھے۔ آپؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اتنی جلدی گھبرا گئے۔ اسے بھی دیکھو کہ راہ شوق پر گامزن ہے اور بارہ سال سے زبان بند کئے ہوئے ہے۔ فکر نہ کرو۔ آج تمہارا روزہ کھلوائے دیتے ہیں۔ آپ نے توجہ بھی دی اور پانی روزہ کھولنے کے لئے دم کر دیا چنانچہ میری طبیعت انقباض سے بسط میں ہو گئی۔ انہی دنوں عالم رویا میں دیکھا کہ میرے پاس شیاطین ہجوم کر کے آ گئے ہیں پھر دیکھا کہ حضور قبلہ عالمؒ تشریف لائے ہیں۔ اور وہ سب بھاگ گئے۔ اور میں محفوظ ہو گیا۔

(۲)

جب میرا تقرر حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحبؒ کے مدرسہ نعیمیہ میں ہوا تو میرے لئے حضور قبلہ عالمؒ کے شرف زیارت سے روزانہ متمتع ہونا آسان ہو گیا۔ میں مدرسہ سے فارغ ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ انہی دنوں آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد کبیر احمد مظہر صاحب نے مجھ سے سورۃ بقرہ کا کچھ حصہ ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ میں جب حاضر ہوتا قبلہ عالمؒ کوٹھے پر دھوپ میں چارپائی پر تشریف فرما ہوتے۔ مجھے دیکھ کر صاحبزادہ صاحب کو بڑے پیار بھرے لہجے سے آواز دیتے۔ صاحبزادہ مظہر صاحب بھی میرے انتظار میں ہوتے فوراً قرآن پاک لے کر حاضر ہو جاتے۔ چارپائی کے ساتھ صف بچھی ہوئی ہوتی میں اور مظہر صاحب اس پر بیٹھ جاتے۔ حضرت قبلہ عالم بھی چارپائی سے اتر کر میرے ساتھ تشریف فرما ہو جاتے تا آنکہ حضرت مظہر صاحب فارغ ہو کر چلے جاتے۔ یہ ایام گوناگوں برکات و فیوض لئے ہوئے تھے۔

(۳)

میرا مجلس کا ساتھی جو بہت ہی ذاکر و عابد تھا۔ اس نے بھی حضورؒ کی ملاقات کی خواہش کی میں بھی چاہتا تھا کہ جس فرد وحید کی صحبت کی تاثیر میرے حال کی اصلاح میں مصروف ہے ان کے فیضان نظر سے میرا طالبعلمی کے زمانہ کا مخلص دوست بھی بہرہ مند ہو۔ چنانچہ ہم دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ حضورؒ نے ان سے بھی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اللہ اللہ کر دے او" ان کے جواب دینے سے قبل ہی میں نے کہہ دیا جی ہاں! حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا "میں ایسے گلے ای پچھیا اے"! چنانچہ حضور قبلہ عالم نے اپنی توجہ سے ان کے زبانی اور لسانی ذکر کو روحی اور قلبی ذکر بھی بنا دیا۔ ان کی طبیعت قبض سے انبساط

میں بدل گئی ۔

(۴)

جب بھی رمضان شریف کا آخری عشرہ آتا مجھے ارشاد فرماتے ۔ اب تمہارے اعتکاف کا وقت آگیا ہے چنانچہ ان دنوں کئی سال مسلسل میں اسماء سبعہ کی زکوٰۃ ادا کرتا رہا ۔ دو تین سال سے جب سے عیدگاہ میں جمعہ کی خطابت مجھے ملی رمضان شریف کے آخری جمعوں میں منصب خطابت میں کوتاہی سے بچنے کے لئے اعتکاف دہ روزہ سے محروم ہو گیا ہوں ۔

(۵)

ایک بار ختم خواجگان پڑھنے میں اور لوگوں کے علاوہ دو بچے بھی جو ابھی نوخیز تھے شامل ہو گئے ۔ ختم شریف پڑھنے کے اثنا میں ان کے دل پر ایسی واردات شروع ہو گئی ۔ کہ ان کی حالت ہمارے قابو سے باہر ہو گئی ۔ دل کی حرکت اور اجراء کے باعث وہ بیہوش ہو گئے ۔ میں نے سورہ مزمل وغیرہ پڑھ کر بہت دم کیا ۔ ذرا سکون تو ہوا مگر توقع کے مطابق نہ تھا ۔ دوسرے دن میں ان کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا ۔ آپؒ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے ہی ان پر ذکر کا ایسا اثر ہوا ۔ کہ ان کے دل بھی دھک دھک کرنے لگے ۔ آپ نے فرمایا "ان کو ذرا باہر بٹھا دو" ان کے قلوب اتنے مصفّی اور اثر پذیر ہیں کہ کسی ذاکر کے دل کا اثر فوراً قبول کر لیتے ہیں ۔ آپؒ ان پر بہت خوش ہوئے ۔ پھر دم کیا حتیٰ کہ وہ سکون میں ہو گئے ۔ اور قوت ضبط و ہوش سے ان کو نوازا گیا ۔

غرضیکہ آپ اس دور کے اکابر اہل اللہ میں سے تھے اور آپؒ کی صحبت گوناگوں فیوض و برکات کی حامل تھی جس میں متقدمین اولیائے کرام کے حالات کی جھلک نظر آتی تھی ۔

Marfat.com

حضرت مولانا مفتی اقتدار احمد خاں صاحب

اسوۂ حسنہ کا سچّا نمونہ

حضرت قبلہ عالم مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کما حقہ سیرت اس طرح بیان کر سکتا ہوں۔ اور میں اپنے خیالات کی غمازی کا پورا نقشہ ان الفاظ میں ادا کرتا ہوں کہ جہاں میرے تصورات کی پرواز کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے حضرت کی پرکیف شخصیت کی ابتدا ہوتی ہے۔ حضرت کی شخصیت میرے منتہائے علم سے وراء الوراء تھی۔ اب میں اپنی زندگی کے خوش قسمت حصے کے ان تاثرات کو بیان کرتا ہوں جو پندرہ سال کے عرصہ میں تعلقات روحانی کی بنا پر قبلہ عالمؒ کی عظیم شخصیت کے بارے میں مجھے نصیب ہوئے۔ میرے تصورات کی دائم پرواز حضرت کی شخصیت والا مرتبت کی طرف گامزن ہے۔ آج نہیں بلکہ جس وقت سے میری قسمت نے حضرت کی جُدائی کا دن دکھایا میرے خیالات کی آماجگاہ حضرت ہی کی شخصیت ہے۔ بڑے عرصے سے میری خواہش تھی کہ حضرت کی پرکیف شخصیت پر اپنے قلم کو حرکت دوں۔ اور آپ کی ذات گرامی کے حالات مبارکہ پر بطریق سیر المتاخرین قلم اٹھاؤں۔ مگر گوناگوں علمی مصروفیات کی وجہ سے اس بحر بیکراں میں اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے غوطہ زن ہونے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آج دل چاہا ہے کہ افادۂ عوام کی خاطر ایک عارف کامل محسن اعظم، پیکر حسن اخلاق، منبع رشد و ہدایت، شہسوار طریقت کا مگار شریعت حبیب حبیب اللہ قبلہ و مولانا و بالفضل اولینا سید السادات حضرت سیّد محمد حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت طیبہ کو اپنے تاثرات کی زبان میں شاہراہ طریقت پر گامزن ہونے والوں کے لئے اور تصوّف کے بحر ناپیداکنار میں غوطہ زن ہونے والوں کے لئے ایک مشعل راہ، کشتی آب دار اور گلدستہ تابدار بنا کر پیش کروں۔

حمد ہے اس باری تعالیٰ کی جس نے آسمان ولایت پر طرح طرح کے چاند اور سورج چمکائے اور درود ہو اس آقائے کمبل پوش کی ذات گرامی پر جس نے تصوّف کے جہاں میں ہزاروں روشن چراغ جلائے۔ صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین وبارک وسلم علیہ۔

اما بعد بندہ گنہ گار، عبد مملوک کردگار غلام صاحب قاب قوسین او ادنیٰ مدار صاحبزادہ محمد فتداٗ معروض ہے کہ حضرت اعلیٰ کی شخصیت کو دیکھ کر اکابرین اولیائے کرام اور متقدمین علماء عظام کا دور

پُرسرور آنکھوں کے آگے مجسم ہو جاتا تھا۔ اگرچہ ان باسعادت مجلسوں میں بیٹھنے کا بوجہ کم سنی مجھ کو زیادہ موقع میسر نہ آسکا۔ مگر یہ حضرتؒ کی شخصیت کا کمال ہے۔ اور آپؒ کے آفتاب لطف کی ضیا پاشیوں کی کرامت کہ جو شخص بھی حسن عقیدت کے ساتھ چند گھڑیاں خدمت میں حاضر رہتا تھا اس کو بھی اتنا ہی فیض عطا ہوتا تھا جتنا کہ کافی زمانہ صحبت حاصل کرنے والے کو فیض ملتا تھا۔ یہ تھا حضرتؒ کی فیض رساں شخصیت میں مساواتِ محمدیؐ کا اعلیٰ نمونہ۔ چنانچہ ایک عام شخص بھی حضرتؒ کی صحبت باسعادت سے اس طرح مستفیض ہوتا تھا جس طرح کہ ایک حلقہ بگوش عقیدت مند۔ حضرتؒ جہاں، شاہراہ تصوف کے شہسوار تھے۔ وہاں شریعت کے راستوں سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ نہ حضرتؒ نے دیگر صوفیاء کی طرح گودڑی پوشی کی تھی اور نہ تنگ نظر علماء کی طرح کسی قسم کی رطوفت روا رکھی تھی۔ آپؒ نہ جبہ و دستار کے قائل تھے اور نہ رہبانیت کی طرف مائل تھے۔ بلکہ آپؒ کی شخصیت کا مختصر خاکہ اگر الفاظ میں کھینچا جائے تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپؒ محبت الٰہی کا ایک تلاطم خیز دریا تھے مگر اس دریا کے مد و جزر سے اس کے کنارے بھی کبھی آگاہ نہیں ہوئے۔ یہ وہ راز ہے جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں گویا آپؒ اسرار الٰہیہ میں سے ایک سر تھے۔

میں اگرچہ ساری عمر شریعت کے رموز کو سمجھنے میں خرچ کرتا رہا۔ مگر جو زندگی کے لمحات حضرتؒ کی صحبت میں گذرے مجھے ان کی بدولت طریقت کے راستے پر چلنے والوں کی، اور اس دریا کے شناوروں کی شخصیت کا بھید حاصل ہوا۔ اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آپؒ کے بحر بے پایاں کی وسعتوں اور انتھاہ گہرائیوں کا پورا اندازہ شاید کسی کو بھی نہیں ہوا۔ میں جب کبھی اپنی علمی مجالس میں آپؒ کے محاسن اخلاق اور آپؒ کے بلند پایہ معارف کا ذکر کرتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ سامعین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرتؒ کو سب سے زیادہ ملکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کا سرمایہ حیات رحمۃ للعالمین کے فرامین طیبہ طاہرہ ہیں۔ سب سے بڑا وظیفہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو اپنانا ہے۔ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا۔ کہ جو سالک یہ چاہتا ہے کہ میں سالک قدسیہ طے کروں۔ اور مجھ پر لطائف الٰہیہ اور حجابات ملکوتیہ کھل جائیں۔ اسے چاہیئے۔ سر معرفت کے نیر تاباں آفتاب رسالت، شمع نبوت ختم المرسلین مظہر اسرار حق سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنائے میں نے دیکھا ہے کہ آپؒ کو دنیا کی کسی شے سے محبت نہیں تھی اور آپؒ دنیا کے تفکرات سے یکسر بے نیاز تھے۔ غم و اندوہ کے پہاڑ کے مقابلے میں بڑے بڑے حوصلہ مند ہمت ہار جاتے ہیں مگر آپؒ ہمیشہ صبر و تحمل کا عظیم پیکر نظر آتے تھے۔ آپؒ کو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت تھی۔ چنانچہ یہی وجہ

ہے کہ باوجود اس کے کہ آپؒ خود ایک جید اور نہایت بلند پایہ عالم تھے دیگر علمائے ربانی سے نہایت احترام اور محبت سے پیش آتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر شریعت کا کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپؒ نے کبھی یہ گوارا نہ فرمایا کہ کسی خادم یا کسی عقیدت مند شخص کو بھیجکر کسی عالم دین سے مسئلہ پوچھ لیا جائے۔ بلکہ دیکھنے والوں کی نگاہوں نے دیکھا۔ کہ آپؒ نے ایک مسئلہ پر بھی اگر پوچھنا ہوتا تو اس کے لیے اہتمام سے وضو فرماتے اور خود چلکر علمائے کرام کے پاس آتے اور دو زانو بیٹھ کر مسئلہ دریافت کرتے اور سنتے اور فرماتے کہ یہ شریعت کا احترام ہے۔ اکثر بڑے بڑے پیچیدہ مسائل میں میرے والد محترم حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لاتے۔ کئی دفعہ حضرت حکیم الامت از راہ احترام ارشاد فرماتے کہ حضرت آپؒ کیوں تکلیف فرمائی۔ میں خود وہاں آجاتا یا کسی خادم کو بھیجکر مسئلہ دریافت فرما لیتے تو میں نے دیکھا کہ فنافی الرسول کا مقام آپ پر طاری ہو جاتا، محبت کے آنسو نکل آتے اور فرماتے مولانا شریعت کا احترام بہت بڑی دولت ہے۔ اور مجھے فخر ہے کہ میں شریعت کا سائل بن کر آتا ہوں۔ اور اس کے لئے خود چلکر آنا باعث عزت سمجھتا ہوں۔ حضرت کی یہ انمول باتیں آج دنیا سے مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔ اس راہ پر چلنے والے دعوے دار بہت ہیں مگر ثابت قدم کوئی کوئی ہے جبہ و دستار بہت سوں نے پہن رکھے ہیں مگر حقیقت کے موتی کہیں کہیں ہیں۔

جب حضرتؒ کا مسکراتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو بے اختیار میرے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس دنیائے فانی نے کتنی کتنی عظیم شخصیتوں کو ہم سے جدا کر دیا۔ حضرتؒ کی زندگی کے جس پہلو پر غور کیا جائے آپؒ کی شخصیت عشاق کے دلوں کو عشق و محبت کی آگ سے گرما دینے والا عظیم سرمایہ تھی۔ میں نے آپ کی مجلس پاک میں کبھی دنیا کے اتار چڑھاؤ یا دنیاوی بکھیڑوں پر گفتگو ہوتی نہ دیکھی نہ سنی۔ میں کیا اور میرا علم کیا جو اس صاحب ید اللٰہی کو بیان کر سکے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہدیۂ عقیدت کے طور پر پیش کر دیئے ہیں۔

حضرتؒ کی ذات گرامی ان شخصیات میں سے تھی جنہوں نے اپنی ذات کو فنائیت کے مقام پر پہنچا یا۔ اور جن کی زبان پر کبھی "میں" کا لفظ نہ آیا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو مخفی رکھا یہی وجہ ہے کہ بہت قریبی حلقے بھی آپؒ سے کماحقہ واقف نہ تھے۔ بہت سے لوگوں کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ آپؒ کا سلسلہ نسب کیا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے صرف چند دن پیشتر ایک معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ خانوادۂ سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیگر لوگوں کی طرح آپ نے کبھی اس نسبت عظیمہ کو شہرت دینے کی کوشش نہ فرمائی۔ ہمیشہ عجز و انکسار کی روش سامنے رکھی اور ہمیشہ اپنے آپ

Marfat.com

کو چھپاتے رہے۔ سنت رسولؐ اللہ کا سچا نمونہ، اسوۂ حسنہ کا سچا نقشہ اور سخاوت عظمیٰ کا صحیح مصداق آپؒ کی ذات میں روزِ روشن کی طرح عیاں تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو آپؒ کے فرمودات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپؒ جیسے بزرگوں کا دنیا و آخرت میں ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

حضرت مولانا سید الطاف الرحمٰن صاحب

بر کریماں کارہا دشوار نیست

حضور قبلہ عالمؒ کی صحبت سراپا خیر و برکت اور چشمۂ فیض و کرامت تھی۔ چنانچہ اس ناکارہ پر جو آپؒ کی شفقت و مہربانی تھی اس بارے میں چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

۱۹۵۸ء میں میں شوگر مل میں ہیڈ کلرک تھا اور ساتھ ہی امپورٹ اور ایکسپورٹ کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔ ہم نے بیاسی ہزار ۸۲ روپے کی رقم کی بجلی کی موٹریں اور تاریں مغربی جرمنی سے درآمد کیں۔ مال تقریباً نو یا دس ماہ کے بعد میں پہنچ گیا۔ ہیڈ آفس کے پاس خفیہ رپورٹ تھی جس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ کہ درآمد شدہ مال میں کچھ خرد برد کی گئی ہے۔ اسی شک کی بنا پر انہوں نے جنرل مینجر کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا اور مال کی چیکنگ کے لیے کمیٹی مقرر کر دی۔ نئے جنرل مینجر نے آکر چارج لینا شروع کر دیا۔ میں نے بجلی کے تمام کاغذات کو مکمل کیا اور انہیں جنرل مینجر کی میز پر دستخط کے لیے دیگر ڈاک کے ساتھ دستور کے مطابق چپڑاسی کے ہاتھ بھیج دیا دوپہر کے وقت میں نے دیکھا کہ دیگر ڈاک واپس آگئی ہے۔ مگر امپورٹ کے کاغذات واپس نہیں آئے میں نے یہ سوچا کہ مزید معلومات کے لیے مینجر صاحب نے رکھ لیے ہوں گے۔ اس واسطے میں نے کوئی تردد نہ کیا۔ میں دفتر بند کر کے گھر چلا آیا۔ صبح ہوتے ہی میں نے مینجر صاحب سے پوچھا کہ جناب امپورٹ کے کاغذات میں نے آپؐ کی خدمت میں بھیجے تھے۔ مگر مجھے واپس نہیں ملے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ میرے پاس نہیں آئے۔ میں نے ان تمام کاغذات کی تلاش شروع کی۔ ہر جگہ تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ مجھے زیادہ فکر دامن گیر نہ ہوئی کیونکہ ڈوپلیکیٹ (DUPLICATE) کاغذات میری فائل میں لوہے کی الماری میں بند پڑے تھے۔ دوسرے روز چھٹی تھی اور دفاتر بند تھے۔ سوموار کے روز صبح دفتر آیا اور الماری کو کھولنا چاہا۔ مگر باوجود چابی لگانے کے الماری کھلتی ہی نہیں تھی۔ فرش کی طرف میری نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہاں اسی طرح کی ایک اور چابی پڑی ہوئی ہے۔ میں نے ورکشاپ سے لوہار کو بلوا کر اپنی الماری کو کھلوایا۔ میں نے دیکھا کہ جس ترتیب سے میں فائلیں رکھا کرتا تھا۔ وہ اس طرح پڑی ہوئی نہ تھیں۔ میں نے فائلوں کو چیک کیا۔ مگر امپورٹ

کی فائل اس میں موجود نہ تھی۔ اب مجھے سخت پریشانی لاحق ہو گئی۔ کہ اوریجنل (ORIGNAL) کاغذات پہلے ہی گم ہو چکے ہیں اور اب ڈوپلیکیٹ (DUPLICATE) فائل بھی نکال لی گئی ہے۔ چار و ناچار میں نے اس معاملہ کی رپورٹ نئے مینجر کے پاس کر دی جو کہ چارج لے رہا تھا۔ اس نے چیئرمین صاحب کے پاس فوراً ٹیلیفون پر رپورٹ کر دی اس رپورٹ پر مجھے بمعہ نئے اور پرانے مینجر کے لاہور طلب کیا گیا۔ وہاں میرے اور پرانے مینجر کے بیانات قلمبند کئے گئے۔ اور چیئرمین صاحب نے میرے سامنے یہ حکم لکھ دیا کہ چونکہ یہ معاملہ (ATTEMPTATION RECORDS) کا ہے اس واسطے پولیس کو تفتیش کے لیے دے دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں ڈی۔ آئی۔ جی (D.I.G) پولیس کو ٹیلیفون کر دیتا ہوں۔ یہ حکم سن کر میں باہر آ گیا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر راہوالی پہنچ گیا۔ مجھے پتہ تھا کہ اب صبح پولیس مجھے گرفتار کر لے گی۔ میں بجائے گھر جانے کے سیدھا منشی غلام جیلانی صاحب مرحوم و مغفور (جو کہ میرے مرشد و مربی کے پیر بھائی تھے) کی خدمت میں پہنچا اور کرب کی حالت میں تمام معاملہ بیان کر دیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تم میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ اور غصّے کی حالت میں میرے گال پر تھپیڑ مار کر کہا کہ فوراً گجرات شریف جاؤ اور قبلۂ حضورؒ کی خدمت میں عرض پیش کرو۔ میں وہاں سے گھر میں اطلاع دیے بغیر گجرات شریف کی بس میں بیٹھ کر آستانہ عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ جس وقت میں آستانہ عالیہ پر پہنچا تو اس وقت قبلۂ عالمؒ اکیلے ہی بیٹھک میں تشریف فرما تھے، اور کوئی خادم آپؒ کے پاس نہ تھا۔ میں دست بوسی کے لیے جس وقت جھکا تو میرا تمام جسم کانپ رہا تھا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپؒ نے کمال شفقت بھری نگاہ شریف مجھ پر ڈالی اور دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے؟ تم رو رہے ہو۔ میری ہچکی بندھ گئی اور میں نے عرض کی کہ حضور میرا اس دنیا میں کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو اس آڑے وقت میں میری کوئی مدد کر سکے۔ اب غلام کو آپؒ ہی کا سہارا ہے۔ صبح میں گرفتار ہو جاؤں گا اور میرے بچے جو کہ بالکل معصوم ہیں روتے پھریں گے۔ جب میں رو رو کر یہ عرض کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ غصّے کی حالت میں آپؒ کا چہرۂ مبارک نہایت سرخ ہو گیا آپؒ مصلے مبارک سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے مجھ سے دریافت فرمایا "کیا سچے ہو؟" میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضورؒ میں بالکل سچا ہوں اور میری اس میں کوئی لغزش نہیں آپؒ نے بڑے غصے کی حالت میں ایک چکر بیٹھک شریف کا لگایا اور دوسرے چکر میں فرمایا۔ "الطاف شاہ توں کی سمجھیا اے کہ دنیا وچ تیرا کوئی نہیں، میں تینوں راہوالی وچ لگا نئیں چھڈیا۔ ایسے وقت راہوالی واپس جا اور سن کہ تیرے دشمن ایتھے اڑ جان گے جینوں سے نہیری بدلاں نوں لے کے اڑ جاندی اے"۔ جس وقت آپؒ

انگشت شہادت سے اشارہ فرما رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ انگشت مبارک سے بجلی کی سی چمک نکل رہی تھی، اور میرا خوف سے جسم کانپ رہا تھا۔ آپؒ نے دوسری دفعہ فرمایا کہ ابھی جاؤ میں نے دست بوسی کی اور عاجزانہ سلام پیش کیا اور واپس چلا آیا۔ میں ایک عرصہ سے دیکھتا چلا آ رہا تھا کہ زائرین میں سے جو بھی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا آپؒ اس کو کھانا کھلائے بغیر جانے نہیں دیا کرتے تھے۔ بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اس وقت میں متواتر دو دن سے بھوکا تھا۔ مگر مصلحتاً آپؒ نے مجھے اس دن کھانے کے لیے بھی نہیں پوچھا۔ جب میں راہوالی واپس گھر پہنچا تو میری بیوی نے کہا کہ نئے مینجر کا چپڑاسی آپؒ کو بلانے کے لیے دو دفعہ آ چکا ہے۔ آپؒ کہاں گئے ہوئے تھے؟ میں یہ پیغام سن کر نئے جنرل مینجر کی کوٹھی پہنچا۔ جنرل مینجر صاحب اپنی کوٹھی سے باہر کھڑے تھے۔ وہ شفقت بھرے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے مجھے کرسی پر بٹھایا اور چائے پلائی، بعد میں انہوں نے مجھے کہا کہ دیکھو الطاف شاہ! تم ایک درویش صفت آدمی ہو۔ اور سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کیا واقعہ ہے؟ اور اس میں تمہارا کتنا قصور ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ جو کچھ لاہور بیان دے چکا ہوں وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ اُس نے بڑے جوش میں کہا کہ آج کے بعد تم میرے منہ بولے بیٹے ہو اور مجھے اپنا شفیق باپ سمجھنا۔ تم گھر جاؤ۔ کھانا کھا کر آرام کی نیند سو جاؤ۔ صبح ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ میں گھر واپس آ گیا۔ صبح کے ٹائم پولیس آئی نہ تو مجھے کسی نے بیانات کے لیے طلب کیا اور نہ ہی حاضری کے لیے۔ پولیس آئی اور واپس چلی گئی۔ دوسرے دن چند افسران سے زبردستی استعفیٰ لیا گیا اور میں عاجز مسکین عرصہ بائیس سال سے تادم تحریر حضورؒ کی دعاؤں سے اسی فیکٹری میں تعینات ہوں اور ترقی دے کر سٹور آفیسر (STORE OFFICER) کر دیا گیا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ واقعہ ۱۹۵۹ء کا ہے۔ میرے پاس سارے مل کے کیش کا چارج تھا۔ مہینہ کی آخری تاریخیں تھیں میرا دل آپؒ کی زیارت کے لیے بیتاب ہوا۔ میرے پاس کرائے کے لیے بھی کوئی پیسہ نہیں تھا۔ میں نے اس نیت سے کیش میں سے دس روپے نکال لیے کہ جب تنخواہ ملے گی تو اس میں رکھ دوں گا۔ میں نے پانچ روپے اپنے کرائے کے لیے رکھ لیے اور پانچ روپے آپؒ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کے لیے علیحدہ جیب میں ڈال لیے گجرات شریف پہنچ کر میں بہت دیر تک آپؒ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ آپؒ نے خود ہی فرمایا کہ الطاف شاہ تمہاری گاڑی کا ٹائم ہو گیا ہے۔ اب تم کو اجازت ہے۔ عاجزانہ سلام پیش کرنے کے بعد میں وہ پانچ روپے نذرانہ پیش کیا۔ آپؒ کے لب اقدس پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ اور فرمایا "وہیں رکھ دینا"۔ میرے اصرار

پر بھی آپؒ نے انکار ہی فرمایا۔ چاروناچار میں نے وہ روپے اپنی جیب میں ڈال لیے اور غمگینی کی حالت میں واپس راہوالی جانے کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ چونکہ سخت صدمہ تھا کہ نامعلوم مجھ سے کون سی غلطی ہو گئی ہے کہ حضور والا نے میرا نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ میرا دل رو رہا تھا گاڑی میں بیٹھ کر مجھے کچھ غنودگی سی محسوس ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضور پر نورؒ شفقت بھرے انداز میں فرما رہے ہیں کہ غمگین ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ روپے چونکہ بغیر اجازت کے لائے گئے تھے اس لیے یہ کمائی ہم پر جائز نہیں اور تمہارے پاس کیا گارنٹی ہے کہ تم تنخواہ لینے تک زندہ رہو گے؟ اس واسطے ہماری خدمت میں وہ نذرانہ پیش کیا کرو جس پر پورا یقین ہو اور کچھ ایسے انداز سے آپؒ نے مجھے سمجھایا کہ میرا تمام تردّد جاتا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو غمگینی کی حالت ختم ہو چکی تھی۔

تیسرا واقعہ

ایک روز عاجز مسکین نے خدمت عالیہ میں عرض کی کہ حضورؒ میں مالیر کوٹلہ کا رہنے والا ہوں۔ جو کہ سرہند شریف کے قریب ہے مگر باوجود قریب ہونے کے حاضر نہ ہو سکا۔ اب جبکہ آنجناب کی غلامی میں آچکا ہوں، تو میری دلی تمنا ہے کہ میں ایک دفعہ ضرور آستانہ مجددیہ پر پہنچ کر قدم بوسی کروں۔ اگر آنجناب مجھ مسکین کو اجازت عطاء فرمائیں تو میں ایک پاسپورٹ بنا کر آستانہ عالیہ مجدّدیہؒ پر حاضری دوں۔ آپؒ نے کچھ دیر سکوت فرما کر حکم دیا کہ تم جا سکتے ہو۔ مگر جب تم سرہند شریف جاؤ تو انبالہ شریف بھی ضرور جانا۔ اس دوران میں شہ والا کا وصال شریف ہو گیا اور میرا پاسپورٹ صفر کی تین تاریخ کو بن کر آ گیا۔ چونکہ عرس شریف اسی ماہ کی آخری تاریخوں میں تھا۔ میں نے فوراً کراچی میں ویزا کے لیے درخواست دی۔ ویزا مجھے صرف مالیر کوٹلہ کا ملا۔ سرہند شریف اور انبالہ شریف جانے کی اجازت گورنمنٹ انڈیا نے نہیں دی۔ میں پچیس صفر کو رخت سفر باندھ کر گجرات شریف آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ اور عرض کی غریب نواز مجھے مالیر کوٹلہ کچھ ذاتی کام نہیں اور نہ ہی وہاں میرا کوئی رشتے دار مقیم ہے۔ لہٰذا میں سرہند شریف اور انبالہ شریف ہی جاؤں گا۔ خواہ مجھے ہندوستان کی پولیس گرفتار ہی کیوں نہ کرے۔ اسی تاریخ کو دوپہر کے ٹائم میں نے کاغذات نامزدگی دکھا کر باڈر عبور کیا اور شام کے ٹائم امرتسر پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے سرہند شریف کا ٹکٹ خریدا اور کالکا میل میں بیٹھ گیا۔ گو میرے دل میں خوف تھا۔ مگر عشق مجھے رواں دواں کھینچ کر منزل مقصود کی طرف لیے جا رہا تھا۔ رات کے دو بجے کے قریب میں سرہند شریف پہنچا چونکہ مجھے راستے کا پتہ نہیں تھا اس واسطے بقیہ رات میں نے اسٹیشن پر گزاری۔ صبح کی نماز کے بعد میں وہاں سے بجانب آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ روانہ ہوا۔ وہاں میں نے پورا دن گزارا شام کے ٹائم مجھے اپنے شہر کا ایک مسلمان بھائی ملا اس کو میں نے بغیر ویزا آنے کے راز سے آگاہ کیا۔ اس نے مجھے نصیحت کی کہ تمہاری حاضری ہو چکی ہے۔ تم فوراً یہاں سے مالیر کوٹلہ چلے جاؤ

Marfat.com

کیونکہ یہاں پر پاکستان کی ایک پارٹی آئی ہوئی ہے۔ اس لیے سی۔ آئی۔ ڈی (C.I.D) کی پولیس بہت زیادہ تعداد میں تعینات ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا پاسپورٹ چیک ہو جائے اور تم گرفتار ہو جاؤ۔ میں اس کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے چل دیا۔ دوسرے دن میں انبالہ شریف کی طرف روانہ ہوا انبالہ شریف پاکستان کے قیام کے عمل سے پیشتر بندہ لاتعداد دفعہ جا چکا تھا۔ مگر دربار توکلیہ پر حاضری کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ اس لیے وہاں کے تمام کے تمام گلی کوچوں کے راستوں سے واقف تھا۔ علی الصبح گاڑی انبالہ شریف پہنچی۔ میں نے ٹکٹ دے کر گیٹ عبور کیا۔ ایک سکھ رکشا ڈرائیور میرے پاس آکر بولا کہ مولوی صاحب چلو گے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں نے منہ چھپایا ہوا تھا۔ بدیں وجہ اس کو بتا نہ سکا کہ میں نے کہاں جانا ہے اور نہ اس نے مجھے پوچھا کہ آپ نے کہاں جانا ہے اور صرف اتنا ہی کہا کہ آٹھ آنہ لوں گا۔ میں اس میں سوار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسی راستے سے جا رہا تھا جس راستے پر آستانہ توکلیہ واقع ہے۔ منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد ڈرائیور نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب اترو میں نے اتر کر دیکھا تو آستانہ عالیہ سامنے تھا میرے بے اختیار آنسو بہہ نکلے سب سے پہلے دوگانہ ادا کرنے کے لیے میں نے وضو کیا اور مسجد میں داخل ہو گیا۔ نماز شکرانہ ادا کرنے کے بعد میں نے روضہ شریف کا جائزہ مسجد میں بیٹھ کر لیا۔ اور مجھے جالیوں میں سے سبز رنگ کی چادر تعویذ مبارک پر بچھی ہوئی نظر آئی۔ میں قدم بوسی کے لیے مسجد سے روضہ مبارک کی طرف چل دیا۔ روضہ شریف کے دروازے پر پہنچ کر مجھے سبز رنگ کی چادر نظر آئی میں اندر داخل ہو گیا۔ جب تعویذ مبارک کے پاس پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہاں پر نہ تو قبر شریف ہے اور نہ ہی سبز رنگ کی چادر مجھے دکھائی دی۔ بلکہ ایک نہایت تیز سرخ رنگ کا غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ اور اس کی شعاعوں نے دیواروں کو سرخ کیا ہوا تھا۔ (ایسا سرخ رنگ میں نے کہیں نہیں دیکھا) میں نے محسوس کیا کہ میں نے غلطی کی ہے کہ میں بجائے روضہ شریف کے کسی متولی کے حجرہ میں داخل ہو گیا ہوں۔ مجھے یہاں سے واپس جانا چاہیئے۔ میں واپسی کے لیے پیچھے مڑا ہی تھا تو دیکھا کہ قبلۂ عالمؒ میرے مرشد و مربی روضہ شریف کے دروازے کے اندر کھڑے ہیں میں فوراً ہی قدموں میں گر پڑا، اور انہوں نے شمال کی طرف اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ قبلۂ حضورؒ حضرت متوکل علی اللہ خواجہ توکل شاہ صاحب قدس سرہ وہاں پر تشریف فرما ہیں۔ آنجناب نے مجھے آپ کی قدم بوسی کا حکم دیا۔ جب میں نے ایک قدم اٹھایا تو آنجناب نے پیچھے سے بلند آواز سے فرمایا کہ حضور الطاف شاہ راہوالی سے قدم بوسی کے لیے حاضر خدمت ہے میں قبلہ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپؒ نے تین دفعہ میرے کاندھے پر ہاتھ پھیرا۔ اور مجھے واپس جانے کا اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد میں نے سرخ رنگ کا غالیچہ بچھا ہوا نہیں دیکھا بلکہ سبز رنگ کی چادر دکھائی دی جیسا کہ میں نے باہر سے دیکھا تھا میں ادباً اٹھ کر پاؤں کی

طرف بیٹھ گیا۔ اس وقت آپؒ کی دستگیری کا زبردست احساس ہوا۔ کچھ دعائے ماثورہ پڑھنے کے بعد عاجزانہ سلام پیش کر کے جب باہر آیا۔ تو مجھے قبلہ حضرت صدیق احمد شاہ صاحب سجادہ نشین سیدا شریف جو کہ پاکستان سے انبالہ شریف عرس کے موقعہ پر آئے ہوئے تھے ملے۔ انہوں نے مجھے لنگر شریف کا کھانا کھلایا اور واپس جانے کا حکم دیا۔ میں بموجب حکم فوراً انبالہ شریف سے مالیر کوٹلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں مجھے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ جب رات کو مالیر کوٹلہ پہنچ کر سویا تو قبلہ حضورؒ کی روح پر فتوح سے حکم صادر ہوا کہ تم کو یہاں سیر کرانے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ تم سے کچھ کام لینا ہے۔ صبح کے ٹائم مالیر کوٹلہ کے مسلمانوں نے مجھے کہا کہ آج رات کو ہم نے میلاد مبارک کی مجلس کرانی ہے اور اس میں تم کو تقریر کرنی ہو گی۔ میں بے سروسامانی کی حالت میں ہندوستان آیا ہوا تھا اور میرے پاس مطالعہ کے لیے کوئی کتاب بھی نہیں تھی۔ اور میرا اپنا کوئی اتنا وسیع مطالعہ بھی نہیں تھا۔ اسی بناء پر انکار کرنا چاہا مگر نہ کر سکا۔ کیونکہ رات کے وقت مجھے جو حکم مل چکا تھا اس کی تعمیل کرنا میرا فرض عین تھا۔ میں حضور والا کا تصور کر کے سٹیج پر کھڑا ہو گیا اور تقریر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر شروع کر دی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ وہ میرے بیان سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے دوسری رات کے لیے کسی اور محلہ میں تقریر کرنے کا وعدہ لے گئے۔ میں گیارہ دن متواتر ہندوستان رہا اور ہر رات میری تقریباً دس بجے سے لے کر دو بجے تک تقریر ہوتی۔ میں خود حیران تھا کہ ایسے ایسے مضامین جو نہ میں نے کبھی پہلے بیان کئے تھے اور نہ ہی انہیں کہیں پڑھنے کا موقعہ ملا تھا۔ وہ میرے دل میں حضورؒ کے تصور سے خود بخود القاء ہو جاتے اور میں بیان کرتا چلا جاتا۔ اور لوگ بہت زیادہ متاثر ہوتے اس طرح میں اپنے فرائض منصبی سے فارغ ہو کر بارھویں دن پاکستان پہنچ گیا۔ سچ ہے۔

طالباں ہرگز نہ گیرند دست پیر ✤ تا نہ گردد طالباں را دستگیر

Marfat.com

جناب مولانا نظام الدین توکّلی

مجھے پار کھینچ لایا ترا دست غائبانہ

میں ہزار بار ڈوبا میں ہزار بار ابھرا　　مجھے پار کھینچ لایا تیرا دست غائبانہ

(۱)

میری عمر اس وقت ۱۴ - ۱۵ سال ہوگی اور میں حضرت مولانا محمد عالم صاحب قلعداری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بوستان سعدی پڑھتا تھا۔ کریما شیخ عطار میرے مکرم و محسن استاد میاں فضل احمد صاحب مخدوم نے پڑھائی ہوئی تھی۔ بوستان کے چند سبق باقی تھے کہ ایک رات میرے والد صاحب نے ارشاد فرمایا۔ آج صبح سویرے جاگنا ہے چنانچہ مجھے صبح نماز کے وقت جگایا گیا اور نماز پڑھانے کے بعد مجھے والد محترم نے اپنے ساتھ لیا اور شادیوال کلاں طرف محمود کی چودھری محمد خان پٹواری کالرہ والے کے گھر لے گئے جو ان دنوں شادیوال متعین تھے۔ راستہ میں مجھے چار آنے عطا فرمائے۔ اور کہا کہ جن صاحب کے پاس جا رہے ہیں ان سے عرض کرنا کہ صبح دکانیں ابھی نہ کھلنے کے باعث شیرینی نہیں لے سکا۔ بطور شیرینی نذرانہ قبول فرمائیے۔ جب پٹواری صاحب کے مکان پر پہنچے بیٹھک میں کافی لوگ جمع تھے۔ میں بھی دیوار کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گیا اور ساتھ ہی میرے والد صاحب تشریف فرما ہو گئے۔ ہم سب کی نگاہ و قلب ایک ایسی شخصیت کی طرف تھے جو ظاہر و باطن میں حسین، من موہن، مجسم پیار اور سراپا رحمت تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اوراد و وظائف میں منہمک تھے۔ آپ اوراد سے فارغ ہو کر زائرین کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی دائیں جانب سے ایک ایک آنے والے سے اس کا مدعا پوچھتے اور اس کے حق میں دعا فرماتے۔ کچھ وقت کے بعد میری باری آئی میں بھی پیش خدمت ہوا میرے والد محترم بھی اٹھ کر میرے ساتھ ہو لئے اور مجھے بتایا کہ یوں عرض کرنا ہے۔

"بھئی کیا کام کرتے ہو"

"جناب فارسی کی بوستان سعدی قلعدار کے مولوی محمد عالم صاحب سے پڑھتا ہوں۔ چند سبق رہ گئے ہیں"

Marfat.com

"کس طرح آئے"

جناب مجھے اپنا بنا لیجئے صبح سویرے مٹھائی نہیں لا سکا۔ بطور شیرینی (چونی پیش کر کے) "یہ قبول فرمائیے"۔

"بوستاں کے بعد کیا پڑھو گے"۔

"جناب گلستاں پڑھنے کا ارادہ ہے"۔

"اچھا جب گلستاں خریدو گے تو یہ چار آنے میری طرف سے اس کی قیمت میں ملا لینا۔ مجھے تمہارے پڑھنے میں ثواب ملے گا"۔ اس کے بعد آپؒ کا مبارک ہاتھ میری طرف بڑھا جو میں نے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور آنسوؤں کے سیلاب، اور دل کی دھڑکنوں کی گواہی کے ساتھ آپؒ کے دست حق پر وحدت و رسالت کی شہادت دی اور طلب مولا کا اقرار کیا۔ یہ ہے پہلی ملاقات جس میں نہ جی بھر کر دیکھنے کا موقعہ مل سکا نہ زیادہ گفتگو ہو سکی۔ لیکن عہد و پیماں بندھ گیا۔

طلب تو جاگ اٹھی۔ مگر رہبر کے آستانے تک پہنچنے میں جتنی دیر ہوتی گئی اتنی ہی آوارگی زیادہ ہوتی گئی دو چار سال آوارگی اور بے مہاری کی نذر ہو گئے حتیٰ کہ پھر قبلہ والد صاحب اپنے ساتھ گجرات شریف لائے اور بتایا کہ تیرے رہبر کا آستانہ وہ ہے۔ ان دنوں آپ مستری محمد کے چبارہ میں تشریف رکھتے تھے ہر جمعہ کو میں حاضر خدمت ہوتا۔ جمعہ کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر اجازت ہو جاتی۔ گھر چلا جاتا۔

(۲)

میرے والد محترم کے انتقال کے بعد سارا بوجھ مجھ پر ہی تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فراغت کی نوبت ہی نہ آئی۔ بہر حال میری شادی کا انتظام ہوا۔ لیکن پاس کچھ نہ تھا۔ اللہ پر توکل کر کے تاریخ کا تعین کر لیا۔ جب چند دن باقی رہ گئے۔ تو طبیعت پریشان ہوئی کہ کس طرح شادی ہو سکے گی۔ اپنے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے خلاف معمول پریشان دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ کیوں پریشان ہو۔ سارا ماجرا حضورؒ کی خدمت میں بیان کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد آج بھی میری زندگی کے لئے ایک مشعل ہے فرمایا:

"نظام الدین جو کام اللہ نے کرنے ہیں ان کو کوئی روکنے والا نہیں۔ فکر نہ کرو"۔

اتنا ارشاد فرما کر آپؒ اندر تشریف لے گئے۔ اور جیب خاص سے مبلغ اسی روپے لا کر مجھے عطا فرمائے کہ ان کو سنبھال لے چند منٹوں میں میرے پیر بھائی اور بہنیں آنے شروع ہو گئے۔ آپؒ نے بعض پیر بہنوں سے فرمایا:

"ایمنہ، تاباں، مولوی نظام الدین کی شادی ہے اس کی جو مدد کر سکتی ہو کرو"۔

میرا خیال ہے ایک گھنٹہ کے اندر اندر میرے پاس ساڑھے تین سو روپیہ جمع ہو گیا۔ آپؒ نے

Marfat.com

فرمایا اب تمہاری شادی ہو جائے گی۔ میں نے عرض کی حضورؒ ہو جائے گی۔ مجھے اجازت فرمائی اور پھر وہی ارشاد فرمایا:-

"جو کام اللہ نے کرنے ہیں ان کو کوئی روکنے والا نہیں فکر نہ کرو"

میں جب ڈولی لے کر آیا تو آپؒ کے آستانہ پر ہی ڈولی رکھوائی۔ حضورؒ۔ صوبیداروں کی حویلی میں تشریف فرما تھے۔ اطلاع ملنے پر آپؒ نیچے تشریف لائے۔ میری اہلیہ کو پیار دیا۔ اور پانچ روپے عطا فرمائے۔ دعا فرمائی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور آپ کی دعا برکت سے یہ خدا کی بندی جب تک زندہ رہی۔ دین کی خدمت میں منہمک رہی۔ عورتوں کی ہدایت کا سبب بنی رہی اور خیر و برکت تو حضورؒ کا دست شفقت سر پر آتے ہی شامل حال ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زندگی بھر کسی کی محتاجی و دست نگری نہیں ہوئی۔

(۳)

میری سگرٹ نوشی اور حقہ نوشی مشہور تھی۔ میں حتی الوسع کوشش کرتا کہ حضورؒ کو میری حقہ نوشی کا علم نہ ہو مگر یہ میری خام خیالی تھی۔ ایک دفعہ حقہ چھوڑنے کی کوشش کی مگر کچھ ماہ بعد پھر وہی حقہ اور میں۔

میں وزیر آباد ایک شاہ صاحب کے پاس کتابت کا کام کرتا تھا۔ روزانہ ۲۵ سگریٹ یا اس سے بھی زیادہ پینا میرے معمول میں تھا۔ ایک رات میں سگرٹ پیتے پیتے سو گیا۔ کہ خواب میں حضرت صاحب قبلہؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ ایک اونچی سٹیج پر تشریف فرما ہیں۔ اور ارد گرد آپ کے متوسلین بیٹھے ہیں۔ میں اپنے ان پیر بھائیوں میں سے اکثر کو پہچانتا ہوں۔ میں بھی آپؒ کی طرف جا رہا ہوں۔ میری دو انگلیوں میں سگرٹ سلگتا ہے اور میں چوری چوری جیسے بیرونی پیتے ہیں سگرٹ پیتا آپ کی مجلس کی طرف رواں ہوں ذہن میں ہے کہ مجلس کے قریب جا کر گم کر دوں گا۔ اسی خیال میں مجلس مبارک سے تین چار قدم دور رہ گیا ہوں۔ کہ حضورؒ کی نظر مبارک فوراً میری طرف اٹھی اور اٹھتے ہی میری ان دو انگلیوں پر پڑی جن میں سگرٹ تھا۔ مجھے ایسا لگا کہ کوئی بجلی کا جھٹکا لگا ہے اور اگر میرے ہاتھ میں سگرٹ رہا تو میں پانی کی طرح پگھل کر زمین دھنس جاؤں گا کہ اچانک وہ سگرٹ میری انگلیوں سے نکل کر زمین پر گر گیا ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ الحمد للہ کہ وہ دن اور آج کا دن مجھے حقہ تمباکو، سگریٹ کی طلب چھوڑ کبھی خیال تک نہیں آیا۔

نہ ہی میرے اللہ نے یہ چیزیں منہ تک لانے کی تمنا ہی رہنے دی۔

Marfat.com

(۴)

شادی سے پہلے کبھی کبھی شوقیہ بطور مجاہدہ کسی اسم پاک کی زکوٰۃ ادا کر لیا کرتا ۔ حضور سے عرض کرتا کہ فلاں اسم شریف اتنا پڑھا ۔ آپ خوش ہوتے اور فرماتے اللہ اللہ کرنا بہتر ہے ۔ اپنی منشاء مبارک کے ساتھ آپؒ نے حزب البحر شریف کی اجازت بخشی اور اس کی تین زکوٰۃ ادا کرنے کا خصوصی حکم دیا حضورؒ کی اس دلنوازی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دفعہ میں بغیر اجازت حاصل کئے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ توکلشاہ علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس پر انبالہ شریف چلا گیا ۔ اور وہاں اسم یا وھاب اور اَللّٰہُ الصّمد کی کئی زکوٰتیں ادا کی ۔ اس وقت انبالہ شریف کی درگاہ معلی میں حاجی غلام محمد صاحب قبلہ سجادہ نشین تھے اور حضرت مائی صاحبہ حیات تھے گجرات شریف کے متوسلین محبوب[۱] وحبیب[۲] کے طفیل قدر و منزلت کی نظر سے نوازے جاتے مجھے بھی مسجد شریف کا شمالی حجرہ مل گیا ۔ حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ میری خورد و نوش کا خاص خیال رکھتے ۔ حضرت حاجی صاحب نظر شفقت سے دیکھتے رمضان شریف سے قبل میں وہاں پورا ایک ماہ ٹھہرا میرے پیر بھائی ماسٹر محمد علی ان دنوں انبالہ میں زیر تعلیم تھے بحیثیت پیر بھائی کے ہم دونوں میں خاصی محبت ہے جو ہر پیر بھائی کو اپنے پیر بھائی سے ہونی چاہیئے ۔ اس محبت کو میرے حضرت قبلہؒ نے کئی دفعہ سراہا اور خوشی کا اظہار کیا ۔ رمضان شریف شروع ہو گیا تو میں نے اپنے وظائف اور اوراد میں موکلات کا اضافہ کر لیا ۔ پہلی رات گزر گئی صبح ہوئی تو حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضور خواجہ صاحب انبالوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص پہلے خاص اللہ کا نام اللہ کے لئے لیتا تھا اب موکلات کی دلدل میں گھس رہا ہے اس کو تو یہاں سے نکال دیں میں نے لیت و لعل سے کام لیا اور دوسرے دن بھی یہی حکم ہوا تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا تیسرے دن حاجی صاحب کو ارشاد ہوا کہ یہ بہت ضدی ہے ۔ سختی کے بغیر نہیں نکلے گا ۔ چنانچہ مجھے نکال دیا گیا لیکن میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ اب دہلی شریف چل کر خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر با موکل اسماء کی زکوٰۃ ادا کروں گا ۔ چھوڑوں گا نہیں ۔

اسی اثناء میں دربار پاک پر قرآن شریفوں میں سے ایک قلمی مسودہ سورۃ والشمس باموکل دستیاب ہوا جس پر کاتب کا اسم گرامی حافظ احمد اسلام شاہباز مرکنڈا مرقوم تھا میں نے وہ مسودہ تھام لیا اور پیدل چل پڑا ایک رفیق سفر بھی ساتھ ہو لیا جو دہلی پیدل جا رہا تھا ۔ اس کا نام زین العابدین

---

[۱] حضرت مولانا مفتی خواجہ محمد مصطفٰے محبوب عالم سیدو علیہ الرحمۃ وفات ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء

[۲] حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ نقشبندی مجددی توکلی محبوبی علیہ الرحمۃ وفات ۱۹۶۱ء

تھا اور غالباً مانسہرہ کا تھا چلتے چلتے راستہ میں ایک گاؤں آیا وہاں مسجد میں پہنچے تو شام ہونے کو تھی ہم نے کسی سے روٹی کا سوال نہیں کیا۔ روزے کھلے تو دو آدمیوں کا کھانا آگیا۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اسی طرح سحری کو کھانا آگیا۔ چنانچہ صبح ہم چل پڑے مسجد کے امام صاحب ہمیں وداع کرنے کیلئے ہمارے ساتھ ہو لئے غالباً میل کے قریب جاکر وہ الوداع کرنے لگے تو اس وقت میرے مقام زاد وبوم سے استفسار فرمایا میں نے گجرات شریف کا نام لیا۔ فرمانے لگے وہاں کسی آدمی کو جانتے ہو۔ میں نے اپنے حضرت صاحب کا اسم گرامی پیش کیا۔ تو انہوں نے فرمایا تم آج نہیں جا سکتے۔ اپنی جیب سے خط نکال کر مجھے دکھایا کہ یہ کن کی تحریر ہے۔ میں اپنے حضرت صاحب کا نامہ مبارک دیکھ کر انتہائی مسرور ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں ساتھی پھر ان کے ساتھ واپس ہو لئے۔ راستہ میں گفتگو کرتے کرتے میں نے یہ سوال کیا کہ یہاں کوئی گاؤں شاہ آباد بھی ہے فرمایا ہے۔ میں بھی شاہ آباد کا رہنے والا ہوں اور آٹھویں دن وہاں گاؤں جاتا ہوں۔ میں نے پھر پوچھا وہاں کوئی صاحب حافظ احمد اسلام صاحب ہیں۔ فرمایا ہیں۔ اور وہ میرے پیر بھائی ہیں۔ تمہارے حضرت صاحب کے پیر بھائی ہیں۔ فکر نہ کرو کل تمہاری ملاقات ان سے کرا دوں گا۔ بتا دوں کہ یہ ہمارے میزبان بزرگ سید محمود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت قبلہ صاحب صاحبزادہ صاحب سیدوی کے ماموں جان تھے پاکستان بننے پر موضع قادر آباد تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں تشریف لے آئے۔

صبح نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب کی معیت میں ہم دونوں ساتھی چل پڑے۔ مجھے فاصلہ تو یاد نہیں رہا بہر صورت ہم گھنٹہ ڈیڑھ کے اندر شاہ آباد پہنچ گئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ پہلے تمہاری ملاقات حافظ صاحب سے کرا دوں پھر اپنے گھر جاؤں گا۔ چنانچہ سیدھے حافظ صاحب کے ہاں ہی پہنچے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔

حافظ احمد اسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے حضرت صاحبؒ کے پیر بھائی اور میرے خواجہ صاحب سیدویؒ کے خلفا میں سے تھے۔ حافظ قرآن، عالم دین، مفتی اور فاضل طبیب تھے جس وقت میں آپ کے پاس پہنچا اپنے اکلوتے فرزند صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کو طب کا سبق دے رہے تھے۔ آپ کے یہ فرزند نہایت لائق اور صاحب علم شاہ آباد کے پاس غالباً مارکنڈا نالہ میں اپنے دو ساتھیوں کیساتھ ڈوب کر شہید ہو گئے اور غالباً ان میں دوسرے عزیز سید محمود شاہ صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔ چھ سال بعد یہ روح فرسا خبر میرے تک پہنچی۔

حافظ صاحب سبق میں مشغول تھے کہ میں نے اسلام علیکم عرض کی۔ حافظ صاحب نے

Marfat.com

وعلیکم السلام کہہ کر میری طرف نظر فرمائی اور نہایت بے تکلف ہوکر فرمایا آ گئے ہو ؟ میں تمہارا ہی منتظر ہوں ۔ بیٹھ جاؤ بچے کو سبق دے لوں پھر بات ہو گی میں یہ سن کر چونک اٹھا کہ میری تو ملاقات چھوڑ ابھی بد بھی پوری نہیں اور حافظ صاحب ایسے فرما رہے ہیں جیسے میرے ازلی واقف ہیں ۔ بہرحال میں آپ کے پاس بیٹھ گیا ۔ شاہ صاحب مجھ سے اجازت لے گئے کہ میں تھوڑی دیر تک آجاؤں گا ۔ تم حافظ صاحب سے گفتگو کرو ۔ اب تم اپنے ہی گھر میں ہو ۔ میں تمہیں اپنا گھر دکھا دوں گا ۔ جس چیز کی ضرورت سمجھو بے کھٹکے طلب کر لینا ۔

حافظ صاحب کو فارغ ہوتے ایک گھنٹہ لگ گیا بچے کا سبق بھی تھا ۔ مریضوں کو بھی دیکھنا تھا ۔ چنانچہ آپ نے بھی حتی الوسع اپنی ذمہ داریوں کو جلدی نپٹانے کی کوشش کی ۔ اور معمول سے جلدی فارغ ہو گئے ۔ اب میں تھا اور حافظ صاحب میرے دوسرے ساتھی کو الگ جگہ دے دی گئی ۔

"ہاں بھئی ۔ دہلی جا رہے ہو خواجہ باقی اللہ کے مزار اقدس پر"

"جی ہاں"۔

"تمہیں دہلی جانے کی اجازت نہیں"۔

"کیوں جناب"

"اس لئے کہ تم انبالہ شریف سے باموکل اسماء پڑھتے پر نکالے گئے ہو حضرت خواجہ انبالوی ؒ کو تکلیف پہنچائی"۔

میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ۔ اف یہ کیا ہو گیا ۔ یہ ڈائریلیس کس نے دے دی ۔ میری تو کوئی چیز کوئی ارادہ ان سے مخفی نہیں رہا میں کس بات سے منکر ہو سکتا تھا ۔ ماننا پڑا کہ بات تو ساری ٹھیک ہے ۔ عرض کیا ۔

"پھر اب جناب"

"پھر یہی ہے کہ دہلی نہیں جا سکتے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا"۔

"لیکن تسلی علمی طور پر"

"ہاں جب تک چاہو یہاں رہو جب تسلی ہو واپس ہی جانا ہے دہلی نہیں جانا"۔

میرے لیے اب کوئی چارہ نہیں تھا ۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ میں آزاد نہیں ہوں اپنی مرضی سے قدم بھی نہیں اٹھا سکتا ۔ کیونکہ میں کسی کا ہو چکا ہوں ۔ میرا ہاتھ کسی زبردست شخصیت کے ہاتھ میں ہے ۔ اور مجھے کسی منظم و مربوط سلسلہ میں قبول کیا گیا ہے ۔

Marfat.com

حضرت قبلہ حافظ صاحب نے نہایت ہی مشفقانہ طور پر میرے ذہن سے موکلات کو نکالنے کی سعی کی۔ گو اول اول میں ان کے ارشادات کو محض دست نہ رسیدن سمجھتا رہا۔ اور معقولات کے زور سے رد کر دیتا تھا۔ مگر حضرت قبلہ حافظ صاحب ذرا بھی ملال نہ فرماتے بلکہ ہر ممکن معقول دلیل اور برہان سے طلب مولا کی طرف راغب کرتے۔ روز نئے دلائل ثبوت اور رد کے میرے اور آپ کے سامنے آتے حتیٰ کہ رمضان شریف ختم ہونے کو آگیا۔

ایک دن آپ نے فرمایا۔ آج میری تمہاری آخری بات چیت ہے۔ تمہارے قلب و دماغ میں اگر آج کی گفتگو انقلاب نہ کر سکی تو پھر ہیں بری الذمہ۔ تم جانو اور سرکار انبالوی۔ چنانچہ اس دن گرما گرم باتیں ہوئیں۔ حافظ صاحب نے توکل کے مفہوم کی طرف میرے ذہن کو متوجہ ہونے پر زور دیا۔ جس میں فھو حسبہ[1] کسی تلوار آب دار نے تمام اسباب کو توڑ کر مسبب کی طرف پلٹنے کا راستہ صاف کر دیا۔

میں نے واپسی کے لئے اجازت چاہی۔ فرمایا ہاں جا سکتے ہو۔ ساتھ ہی نقدی کی ایک تھیلی میرے سامنے کی۔ کہ یہ تمہارے لئے رکھی تھی کہ واپسی پر تمہیں دوں گا۔ آسانی سے گھر پہنچ جاؤ گے۔ لیکن حکم ہے کہ اس بگڑے دماغ کو جمالی فیضان کی فراوانی منظور نہیں لہذا ذرا جلال کی جھلک بھی پڑنی چاہیئے۔ لہذا اسے کوئی خرچہ نہ دیا جائے۔ جہاں اس کے دل سے دنیوی خواہش و منفعت کی میل جائے گی اس کی آسانی کے لئے اسباب مہیا کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت انکار نہ کرنا۔ اور ان سے کام لے لینا۔ انبالہ شریف حاضر ہو کر طلب کرنا۔

میرے پاس بستر بھی تھا جس میں لحاف و توشک وغیرہ تھے۔ آپ سے رخصت ہو کر پیدل انبالہ شریف پہنچا۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب سے ملا۔ آپ نے مجھے میرے حضرت صاحب کا نوازش نامہ عطا کیا جس میں واپس آنے کی تاکید تھی اور جناب والد صاحب کی بیماری کی اطلاع تھی۔ سر پر بستر کا بوجھ، والد محترم کی بیماری کا غم، اور سفر پیدل طبیعت نہایت پریشان ہو گئی۔ دل چاہتا کہ اڑ کر والد صاحب کے پاس پہنچوں۔ اس جلالِ تربیت میں چلتے چلتے میں پیاسا منڈی پہنچ گیا اور وہ دن جمعرات کا تھا۔ تھکا ماندہ عصر کے قریب مسجد میں پہنچا۔ اتفاقاً شام کو امام صاحب تشریف نہ لائے۔ مسجد کے نمازیوں نے مجھے مولوی صورت دیکھ کر مصلی پر کھڑا کر دیا۔ اسی طرح عشائ کے وقت ہوا۔ صبح مولوی صاحب آئے۔ مقتدیوں نے مولوی صاحب سے

---

[1] قرآن مجید: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
(ترجمہ) جو خدا پر توکل کرے خدا اس کے لئے کافی ہے۔

Marfat.com

تمنا کی کہ اس نووارد مسافر کو اجازت نماز پڑھانے کی دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ نماز پڑھائی اور اپنا بستر لپیٹ کر چلنے کی تیاری کرنے لگا لیکن نمازیوں نے استدعا کی کہ آج جمعہ پڑھ کر جانا۔ میں نے غور کیا لیکن ان لوگوں کے تقاضے کی شدت نے مجبور کر دیا کہ جمعہ یہیں پڑھوں۔ مختصر یہ کہ جمعہ پر مجھے کچھ بیان کرنے کے لئے کہا گیا۔ میں نے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کی ندامت کے ساتھ عذر کیا لیکن ان لوگوں کے مجھے بیان کرنے پر مجبور کر دیا۔

جمعہ کے بعد ان لوگوں نے پچیس روپے کے قریب مجھے پیش کئے کہ پیدل نہ جائیے۔ گاڑی پر بیٹھ کر جائیے۔ اور نہایت شان و شوکت سے امرتسر آنے والی موٹر پر مجھے سوار کرا دیا۔ میں امرتسر غالباً ایک دن یا دو دن اپنے پیر بھائی ماسٹر محمد علی صاحب کے پاس ٹھہرا جو تعطیلات پر آئے ہوئے تھے۔ گھر پہنچا والد صاحب کی طبیعت بھی نسبتاً افاقہ میں تھی حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب ماجرا عرض کیا۔ آپؒ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بچو۔ دہلی جا کر بھی دیکھ لیتے کیا بنتا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم تم سے غافل ہیں۔

(۵)

دنیوی مجبوریاں بھی کوئی خاص نہ تھیں اور نہ ہی کوئی لمبا چوڑا فاصلہ تھا۔ محض تساہل اور سستی کی بدولت حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کرتے ہیں چند ماہ دیر ہو گئی۔ خود نادم اور متاسف بھی تھا۔ گجرات شریف شام سے قبل آستانہ عالیہ پر حاضر ہو گیا۔ مگر حضورؒ کے سامنے پیش ہونے کی جرأت نہ ہو سکی۔ حضرت قبلہ عالم شام کی نماز کے بعد مصلیٰ پر ہی آرام فرما ہو جاتے تھے۔ یہی ایک موقعہ تھا جو میری جھجک دُور کر سکتا تھا۔ میں نے بھائی الٰہی بخش کو کہا کہ میں حضور کی خدمت میں رہوں گا تم سو جاؤ۔ اس بات کا اعتراف نہ کرنا میرے لئے مشکل ہے کہ میرے حضور قبلہ عالم کی خدمت عالیہ میں راتیں گزارنے کے مواقع مہیا کرنے میں بھائی الٰہی بخش[1] کا مجھ پر خاص احسان ہے۔ اوّل تو انہوں نے میری استدعا کبھی رد نہ کی بلکہ بطور ایثار یہ شرف حاصل کرنے کا مجھے موقعہ دے دیا کرتے۔ اور اگر کبھی بھی کسی باعث میری بات نہ مانتے تو میں زبردستی یہ شرف چھین لینے میں تامل نہ کرتا۔ اس لیے میری استدعا مانی ہی جاتی تھی۔ حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے۔ میرے سلسلہ میں دو جن ہیں۔ ایک مجھے حضور فرماتے دوسرے بھائی الٰہی بخش کو۔ بہرحال ہم دونوں میں اسی باعث الفت بھی ہے گو اب ملنے

---

[1] خدمت میں حاضر باش ایک قدیم درویش ۱۹۷۶ء میں فوت ہوا۔

Marfat.com

کے مواقع کم ہو گئے ہیں ۔

میں حضورؒ کی خدمت میں رہا ۔بھائی الٰہی بخش الگ کمرے میں سو رہے ۔آپؒ نے بارہ ایک بجے کے قریب ارشاد فرمایا ۔

"الٰہی بخش"

"جی میں حاضر ہوں"

مولوی نظام الدین ؟

"جی ۔حضور"

"الٰہی بخش کہاں ہے"

"حضور دوسرے کمرے میں"

"آج اسے سلا دیا ہو گا نا"

"- - - - - - - -"

"اچھا پانی گرم کرو"

میں نے حضورؒ کے لئے پانی گرم کر کے لوٹا بھرا آپ نے ابتدائی فراغت کے بعد وضو فرمانے کے لئے اور پانی طلب فرمایا میں لوٹا بھر کر وضو کروانے لگا ۔آپؒ کے مبارک ہاتھوں پر جب پانی کی دھار ڈالی ۔تو حضور نے نہایت مشفقانہ انداز میں پوچھا ۔

"مولوی نظام الدین اتنی دیر کہاں رہے ؟"

یہ بات نہ تو کوئی سخت تھی ، نہ جھڑک تھی ۔خدا جانے اس ارشاد کے سانھ ہی کوئی کیفیت مجھ پر وارد ہو گئی ۔کہ میں رونے لگا ۔یہاں تک کہ میرے رونے کی آواز اڑوس پڑوس تک پہنچنے لگی ۔حضرت قبلہؒ نے مجھ سے لوٹا لے لیا اور خود ہی وضو فرما کر مجھے کلاوے میں لئے ھلسی پر تشریف لائے ۔اور فرمایا :۔

"میں نے تمہیں کہا تو کچھ نہیں"

میں رو رہا تھا ۔

"اچھا میں یہ بھی نہیں پوچھتا ۔رونا تو چھوڑ دو"

میں بے ضبط رو رہا تھا

"اچھا قرآن پاک کا ایک رکوع سناؤ"

Marfat.com

میرا یہی حال تھا۔

"حضرت قلندر صاحب کی غزل سنائیے"

میں اسی حال میں تھا۔ حضور نے کچھ پڑھ کر پھونک ماری جس سے میرے اوسان قابو میں آنے لگے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا۔

"دیکھو تمہارا یوں رونا اڑوس پڑوس والوں کو بیزار کرے گا اور وہ کیا سمجھیں گے کہ یہاں کیا ہوا ہے" میرا رونا تھم گیا۔ آپؒ نے نماز ادا کی۔ بعد میں کچھ نوافل پڑھے اس کے بعد مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر دعا فرمائی۔

یا اللہ۔ یہ میرے پاس تیرے لئے آتا ہے۔ مولا کریم اسے محروم نہ رکھیو۔ اسے اپنے فضل اور رحمت سے مولا کریم محروم نہ رکھیو۔"

بس میری زندگی کا ماحصل صرف یہ دعا ہے جس پر ایمان و یقین رکھے ہوں۔ کہ وہ پیارے ہاتھ وہ من موہنی صورت، اور وہ ذکر الٰہی میں ہر دم مشغول زبان میرے لئے جو سفارش کر چکی ہے جو مانگ چکی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ پاکیزہ ہاتھ دربار الٰہی سے کبھی خالی نہیں آتے۔ اس پیارے چہرے والے کی سفارش رد نہیں ہوئی۔ اور زبان فیض ترجمان کی مانگ کبھی رائیگاں نہیں ہوئی۔

جہانگیر بادشاہ سے کسی نے کہا۔ کہ آخرت کا بھی کچھ کیا ہے؟ کہا "ہاں کیا ہے"

"کیا کیا ہے؟"

حضرت مجدد صاحب نے فرمایا تھا۔ اگر ہم جنت میں گئے تو جہانگیر تجھے بھی لے چلیں گے۔ تو حضور مجدد جنت میں ضرور جائیں گے۔ اور آپ نے وعدہ فرمایا ہے تجھے بھی لے چلیں گے۔ مجھے بھی باوجود میری بے علمی کے ساتھ لے چلیں گے مردوں کے وعدے کچے نہیں ہوتے۔"

(۶)

میرے پیر بھائی اور میرے عزیز برخوردار فضل احمد نے حضرت قبلہ عالم کی زبان فیض ترجمان سے سنا اور مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت قبلہ عالم ایک دفعہ سخت بخار میں مبتلا ہو گئے۔ شہر گجرات کے اطبا میں سے مشہور و فاضل طبیب حکیم غلام مصطفٰے کو بلایا گیا۔ حکیم صاحب کے متعلق عامۃ الناس کی زبان پر یہ مقولہ مشہور تھا کہ حکیم صاحب موصوف اللہ تعالٰے کی وحدانیت اور انبیاء کرام کی نبوت کے منکر ہیں اور دہریت کے قائل اور ملحد و زندیق ہیں۔ حکیم صاحب نے حضرت قبلہؒ کیلئے علاج تجویز کیا کہ اگر دو آدمی رات بھر آپؒ کے تلوؤں کو ملتے رہیں اور خوب زور سے ملتے رہیں تو بخار

Marfat.com

بخار سے افاقہ ہوسکتا ہے چنانچہ دو آدمی تلوے ملنے لگ گئے۔ ان میں شہر کے مشہور ایڈووکیٹ ایک ملک محمد رفیع صاحب تھے جن کی اس ایک رات کی خدمت کا ذکر حضرت قبلہؒ کی زبان مبارک سے او پھر بعض دیگر دوستوں سے بھی سُنا ہے اور حضورؒ نے ملک صاحب کے حق میں دعا بھی فرمائی۔ اللہ کے فضل و کرم سے صبح تک آپؒ کی علالت میں معتدبہ کمی آگئی۔ اور بفضلِ ایزدی شفا کامل نصیب ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حکیم صاحب موصوف بیمار ہوگئے میرے حضرت قبلہؒ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ جس میں حکیم صاحب نے میرے حضرت قبلہ کے سامنے کلمہ توحید و رسالت اور دین کا اقرار کیا اس بیماری میں حکیم صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔ میرے حضرت قبلہ عالمؒ نے راوی کے سامنے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم گواہ ہیں حکیم غلام مصطفےٰ کے ایمان پر توحید و رسالت کے اور قیامت کو بھی گواہی دیں گے کہ ہمارے سامنے اس نے توحید و رسالت کا اقرار کیا ہے۔ حضرت قبلہؒ کے فیوض و برکات سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اس وقت ملک محمد رفیع صاحب کی زبان بند تھی۔ اللہ والے بزرگ کی ایک رات کی خدمت یہ رنگ لائی کہ ملک صاحب کی زبان ٹھیک ہوگئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

(۷)

لاہور کے مضافات میں ایک پیر صاحب راول پنڈی کے علاقہ سے نازل ہوئے۔ اور کچھ لوگوں کو انہوں نے اپنے حلقہ عقیدت میں لے لیا۔ ان کے ارادتمند اور حلقہ بگوش غلغلہ ہائے و ہو میں زیادہ مشہور تھے سلسلہ محبوبیہ توکلیہ، فیضان نقشبندی کے باعث ایک ایسے دریا کی طرح رواں دواں مزاج رکھتا ہے کہ جس میں باوجود ہزار تلاطم کے شور و غل کا نام تک نہیں۔ میری طبیعت بھی کچھ ہاو ہو کی ظاہری رنگینی کی طرف مائل ہوتے ہوئے ایسی شخصیت کے دیکھنے کی خواہش مند تھی۔ میرے ایک دوست نے جو ان کا حلقہ بگوش تھا ان کا ذکر کیا۔ چنانچہ میں نے ان سے رابطہ نشست و برخاست پیدا کیا۔ ان صاحب نے بیعت فیض کے تحت میرے ہاتھ پکڑنے چاہے۔ میں نے اس جوش و خروش کے لالچ کے تحت ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیئے۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ وہ بزرگ بھی اس کے بعد لاہور نہیں ٹھہرے اور میں چوتھے دن ایک دوائی بناتا ہوا جل گیا۔ جس میں میرا دایاں ہاتھ اور چہرہ انتہائی زخمی ہوگیا میں بارہ دن ہسپتال پڑا رہا اور ایک مہینہ بعد بھی علاج کراتا رہا۔ تب کہیں آرام آیا۔ حضور قبلہ عالمؒ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ توبہ کی پھر آپ نے تجدید بیعت فرمائی۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیات سے مطلع فرمایا

ہمارا نرم رو قاصد پیام زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

Marfat.com

اس معاملہ پر حضرت قبلہ نے اشارتاً جمالی تربیت کی قدر و منزلت سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ جلال کی وادیوں سے گزرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، گو آسانی سے رستہ طے ہو جائے تو ناشکری نہیں کرنی چاہیئے۔

(۸)

میں حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو ابتدائی دنوں میں حضور قبلہ عالمؒ پر بعض وقت نسبت چشتیہ زوروں پر ہوتی تھی اور حضرت قبلہ سید پیر مہر علیشاہ صاحب گولڑویؒ کی طرف سے آپ حضورؒ کی طرف نوازش نامے ڈاک کے ذریعے آتے تھے۔ ڈاکیہ جب آپؒ کی خدمت میں ڈاک پیش کرتا تو آپؒ کو پہلے ہی علم ہوتا کہ ڈاک میں سرکار گولڑوی علیہ الرحمۃ کا نوازش نامہ ہے آپؒ اٹھ کر ڈاک پکڑ لیتے اور کئی دفعہ میں نے حضور کو سرکار گولڑوی کا نوازشنامہ چوم کر نہایت ادب و احترام سے کھولتے اور پڑھتے دیکھا۔ اس محبت کو دیکھ کر میرے دل میں بھی اشتیاق پیدا ہوا کہ کاش میں بھی اس بلند مرتبہ شخصیت کی زیارت کا شرف حاصل کروں جن کا ادب و احترام میرے شیخ پاک بھی کرتے ہیں۔ لیکن میرے والدین کی مالی حالت میرے اس دلی شوق کو پورا کرنے سے قاصر تھی۔ چنانچہ ایک دن میں نے خواب میں حضور قبلہ عالمؒ کے طفیل سرکار گولڑوی کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور آپ حضورؒ کی طرف سے جو بابا سو بایا اور یہ سب کچھ میرے حضرت قبلہ عالمؒ کی محبت کے پرتو کے باعث تھا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

Marfat.com

جناب محمد بشیر احمد صاحب

اُن کو دیکھا تو خدا یاد آیا

مجھے حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بچپن میں ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور پہلی نظر میں ہی میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ میں چاہتا تھا کہ ہر وقت آپؒ کے قدموں میں رہ کر دیدار کرتا رہوں یہ شوق اتنا بڑھا کہ ایک دفعہ مجھے پتہ چلا کہ آپؒ موسم گرما کی تعطیلات میں جعفر کوٹ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں کلاس[1] والا سے سائیکل پر جگہ لوخورد[2] پہنچا۔ اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور وہاں سے کچھ حضرات جعفر کوٹ[3] جانے کو تیار ہو رہے تھے۔ چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ اور جمعہ کی نماز جعفر کوٹ جا کر ادا کی۔ سب لوگ حیران تھے کہ میں نے اتنی چھوٹی عمر میں سائیکل پر اتنا سفر کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے جب آپؒ کو ایک نظر دیکھ لیا تو میری ساری تھکاوٹ جاتی رہی۔ اور مجھے محسوس تک نہ ہوا کہ میں نے اتنا سفر کیا ہے۔

اس وقت کا ایک واقعہ مجھے اب تک یاد ہے۔ ان دنوں صاحبزادہ محمود احمد مرحوم بالکل ہی چھوٹی عمر کے تھے۔ وہ ایک چارپائی پر سوئے ہوتے تھے۔ لیکن منہ حضورؒ کی طرف تھا۔ حضورؒ چارپائی سے اٹھ کر دوسری طرف ہوئے۔ تو صاحبزادہ صاحب نے اپنا پہلو بدل کر اپنا منہ آپؒ کی طرف کر لیا۔ اس طرح آپؒ جس طرف بھی جاتے وہ اپنا منہ اسی سمت کر لیتے۔ میں جتنا عرصہ بھی وہاں رہا میں نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب بیداری کی حالت میں یا نیند کی حالت میں آپ کی طرف پیٹھ نہ کرتے تھے۔

آپؒ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ مجھے بار بار پوچھتے کہ تھکاوٹ تو نہیں ہوئی بھوک تو نہیں لگی۔ اپنی اہلیہ بی بی صاحبہ سے فرماتے یہ سائیکل پر اتنی دور سے آیا ہے۔ اس کا خاص خیال رکھنا۔ اور اسے واپس جانے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ آپؒ نے اگلے دن وہاں سے واپسی کی اجازت دی۔

اس کے بعد حضورؒ جب بھی ڈھوڈہ[4] تشریف لاتے تو کلاس والا میں بھی تھوڑا سا قیام فرماتے۔ اور ہم لوگ اکثر بار آپؒ کے ساتھ ہی ڈھوڈہ چلے جایا کرتے تھے۔ وہاں جب بھی لوگوں کو آپؒ کسی

۱۔ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔ ۲۔ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر۔ ۳۔ ایضاً۔ ۴۔ ایضاً۔

Marfat.com

تشریف آوری کا علم ہوتا۔ لوگ دیوانہ وار پروانوں کی طرح آپؒ کے گرد جمع ہو جاتے۔ گاہے گاہے آپؒ وہاں وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؒ نے وہاں جمعہ کا خطبہ بھی دیا۔ اس جمعہ میں لوگ وہاں اتنی تعداد میں جمع ہو گئے۔ کہ کھڑے ہونے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ آپؒ کا طرز بیان دیہاتی ماحول کے مطابق اتنا سادہ اور میٹھا تھا کہ ہر آدمی مسحور ہو کر رہ گیا۔ آپؒ نے جمعہ کی نماز کے بعد بھی کافی دیر تک وعظ فرمایا لیکن لوگ جوں کے توں بیٹھے رہے اور کسی ایک شخص کا دل بھی وعظ چھوڑ کر جانے کو نہ چاہا۔ ہر ایک کی نظریہ بتاتی تھی۔ کہ وہ چاہتا ہے کہ حضورؒ وعظ فرماتے رہیں۔ اور ہم وعظ بھی سنتے رہیں۔ اور دیدار بھی کرتے رہیں۔

آپؒ جب وہاں سے واپسی کا سفر اختیار کرتے تو میں نے دیکھا کہ جس راستے سے آپؒ گزرتے تھے لوگ دیوانہ وار آپؒ کا دیدار حاصل کرنے کے لیے آپؒ کے پیچھے پیچھے بھاگا کرتے تھے۔ کئی ہندو اور سکھ بھی دیدار کے لیے آپؒ کا راستہ روک لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپؒ ڈھوڈہ سے واپس کلاس والا کی طرف گھوڑی پر تشریف لا رہے تھے۔ کہ راستہ میں سامنے سے کچھ سکھ مسافر بھی آ رہے تھے۔ وہ آپؒ کو دیکھ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور دیر تک آپؒ کی طرف دیکھتے رہے۔ آخر ایک سکھ نے آپؒ کو دیکھنے کے بعد کہا۔ "واہ پیر ہو بانا۔ نرا نور ہی نور۔ دیکھ کے رب یاد آگیا۔" اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندے کی نشانی ہی یہی ہے کہ اسے دیکھ کر رب یاد آجائے۔ میرے خیال میں آپؒ کو جس سنگ دل نے بھی دیکھا۔ اسے آپؒ کو دیکھ کر ایک دفعہ تو رب ضرور یاد آیا۔

اس کے بعد گاہے گاہے گجرات شریف حاضر ہوتا رہا۔ جب بھی حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ مریدین اور دیگر حضرات آپؒ کے پاس بیٹھے ہوتے۔ آپؒ بعض اوقات قرآن پاک کے حوالہ سے مسائل بیان فرماتے۔ بعض اوقات حدیث شریف کے حوالے سے اور بعض اوقات فقہ کے حوالہ سے حاضرین کو مسائل سمجھایا کرتے تھے۔ بزرگان دین کے واقعات اور کرامات آپؒ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے صاحب علم یہاں آکر سر جھکا لیا کرتے تھے۔ انداز بیان اتنا میٹھا ہوتا تھا کہ دل چاہتا تھا کہ ہر وقت آپؒ کی زبان سے کچھ نہ کچھ سنتے رہیں۔

میں جب بھی گجرات شریف حاضر ہوتا حضورؒ کی بیعت کرنے کو دل چاہتا۔ لیکن اتنا عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ آخر ایک دفعہ جب حاضر ہوا تو جناب بشیر احمد صدیقی صاحب بھی جو آپؒ کے بھتیجے ہیں وہاں حاضر تھے۔ وہ چونکہ میرے ہم عمر اور دوست تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ کہ

Marfat.com

میں حضورؒ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں آپؒ کے لیے عرض کرونگا۔ چنانچہ اگلی صبح جب آپؒ نماز اور وظائف سے فارغ ہوئے۔ توصدیق صاحب نے میرے لیے عرض کیا۔ یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ آپؒ نے فوراً قبول فرمالیا اور مجھے اسی وقت اپنے حلقہ عقیدت میں شامل کر لیا۔

ان دنوں بیکاری کا زمانہ تھا۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں کو نہ کسی اچھی درس گاہ میں داخلہ ملتا تھا اور نہ ملازمت ہی۔ ایک دفعہ میں نے جے۔ وی میں داخلہ کے لیے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نارمل سکول گجرات میں ماسٹر مہندر ناتھ کے پاس بھیجا جو آپؒ کے ایک شاگرد اور تابع فرمان تھے۔ لیکن داخلہ کا وقت گزر چکا تھا۔ انہوں نے مجبوری کا اظہار کیا۔ چنانچہ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تو حضورؒ وقت گزر چکا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ اگلے سال کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ چنانچہ اگلے سال مجھے آپؒ کی دعا سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے گکھڑ میں داخلہ کے امتحان میں امتیازی کامیابی ہوئی۔ اور مجھے داخلہ مل گیا۔ حالانکہ اس سال سیالکوٹ کے ضلع کے لیے کوئی سیٹ بھی نہ تھی۔ یہ صرف آپؒ کی دعا کا اثر تھا۔

گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں میری ملازمت کے دوران آپؒ جب کبھی لاہور کے لیے وہاں سے گزر فرماتے تو آپؒ ہمارے ہاں ضرور تشریف لاتے چاہے آپؒ چند منٹ ہی قیام فرماتے۔ آپؒ جب بھی تشریف لاتے لوگ دیوانہ وار دیدار کے لیے آپؒ کے پیچھے بھاگا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہمارے ساتھ والے کوارٹر میں ایک عیسائی ٹیچر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے اور اس کی بیوی نے حضورؒ کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد وہ ہمیں کہا کرتے کہ جب بھی آپؒ تشریف لایا کریں۔ آپ ہمیں ضرور اطلاع دیا کریں۔ ہمیں آپؒ کو دیکھ کر خوشی اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

گکھڑ سے ہم اکثر گجرات میں قدم بوسی کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپؒ ہمیشہ ریل پر سفر کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے کئی بار دیکھا کہ تیاری کرتے دیر ہو جاتی۔ اتنی دیر میں گاڑی بھی اسٹیشن پر پہنچ جاتی۔ ہم گھر سے گجرات کا ارادہ کر کے نکلتے۔ اگرچہ ہم لیٹ ہو جاتے لیکن گاڑی اس وقت تک نہ چلتی جب تک ہم اس پر بیٹھ نہ جاتے۔ یہ ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ ہوا۔

ایک دفعہ ہم میاں بیوی گجرات میں حاضر ہوئے۔ میری بیوی کے ساتھ پھوپھی صاحبہ کو بہت پیار تھا۔ اس نے ان سے مکان کے سلسلہ میں کچھ فکر مندی کا اظہار کیا۔ کہ ہمارے پاس تو مکان بھی نہیں۔ پھوپھی صاحبہ نے آپؒ سے عرض کیا۔ کہ بیٹی کی بات سنی ہے۔ آپؒ نے فرمایا "ورگیا؟" پھوپھی صاحبہ نے عرض

کیا کہتی ہے ہمارے پاس رہنے کو مکان بھی نہیں۔ آپ دعا فرمائیں۔ آپؒ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر اسباب پیدا کر دے گا۔

کچھ عرصہ کے بعد ہم نے مکان کے لیے جگہ لینے کا ارادہ کیا۔ آپؒ سے دعا کے لیے عرض کیا۔ آپؒ نے دعا فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد میں پھر حاضر ہوا۔ تو آپؒ نے پوچھا جگہ لے لی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور جو جگہ خرید کرنے کو دل چاہتا ہے وہ ملتی نہیں۔ مالک مانتا نہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور جگہ خریدنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپؒ مسکرا دیے۔ میں واپس چلا آیا۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ جس آدمی سے ہم زمین مانگتے تھے اور وہ بار بار انکار کرتا تھا اس نے خود گھر میں آدمی بھیجا کہ آپ آ کر جگہ لے لیں۔ چنانچہ ہم نے وہ جگہ خرید لی اور خرید کرنے میں جو دقتیں اور مراحل تھے۔ وہ بھی اس مالک زمین نے خود طے کیے۔ اور ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ یہ سب آپؒ کی دعا کا اثر تھا۔

ہمیں جب بھی کوئی مشکل پیش آتی۔ ہم حاضر ہو کر عرض کرتے۔ آپؒ دعا فرماتے اور وہ مشکل آسان ہو جاتی۔ آپؒ کا یہ فیض اب بھی جاری ہے۔ جس کے لیے میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

میری چچازاد بہن کی شادی آپؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ شادی میں فرنیچر دینے کا ذمہ ماموں جان نے لے لیا۔ ان کے حسب ارشاد سیالکوٹ میں فرنیچر بننے کا آرڈر دے دیا گیا۔ شادی کا دن بالکل قریب آ گیا۔ لیکن کسی وجہ سے ماموں جان نہ پہنچے۔ سخت فکرمندی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے۔ فرنیچر والا رقم وصول کیے بغیر فرنیچر دینے کو تیار نہ تھا۔ اسی فکرمندی میں رات کو سو گیا۔ رات کو آپؒ خواب میں ملے۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ تم کسی نہ کسی طرح ایک سو روپیہ فرنیچر والے کو دے دو۔ وہ دے دیگا۔ اور کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ اگلے دن صبح ہی میں نے وہ سو روپیہ دے دیا۔ اور شام کو ماموں جان بھی پہنچ گئے۔ اور ہر کام بمطابق احسن انجام ہوا۔

آپؒ کے فیض کا ایک واقعہ اور عرض کر دیتا ہوں۔ میری چھوٹی ہمشیرہ[۱] کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوتا وہ نابینا ہوتا۔ جس سے ہم بہت متفکر تھے۔ چنانچہ ہمشیرہ اور اس کا خاوند جو اب ہمارا پیر بھائی بھی ہے حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں۔ کہ یہ پریشانی دور ہو چنانچہ آپؒ نے دعا فرمائی اور کچھ اللہ اللہ کر کے بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بعد جتنے بچے پیدا ہوئے سب کی بینائی ٹھیک ہے۔ یہ سب حضور کی دعا کا اثر ہے۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی بڑی ہمشیرہ حضرت زینب بی بی رحمۃ اللہ علیہا۔

آپؐ کا حسنِ سلوک ہر ایک سے ایسا تھا کہ ہر آدمی یہی خیال کرتا کہ حضورؐ سب سے زیادہ مجھے پیار کرتے ہیں۔ آپؐ جس کی طرف نگاہِ کرم فرماتے اس کی تمام مشکلیں آسان ہو جاتیں۔ آپؐ کو دیکھ کر دلی سکون حاصل ہوتا۔ میرا تو یقین ہے کہ جس نے بھی چند لمحے آپؐ کی صحبت میں گزارے۔ اس کے وہ چند لمحے قیامت کو اس کے کام آئیں گے۔

جناب حاجی احمد دین صاحب

گلشنِ محبوبیہؒ کا خوشبودار پھول

۱۔ ۱۹۳۷ء میں میں حضور قبلہ عالمؒ سے ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میں اور سیّد گل حسین شاہ دونوں معیّن الدین پور ضلع گجرات کے رہنے والے ہیں۔ ہم دونوں جماعت میں اکٹھے بیٹھتے تھے۔ ہم دونوں پر حضورؒ کی خصوصی توجہ مبارک ہوا کرتی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ ظہر کی نماز سکول (زمیندارہ ہائی سکول گجرات) میں ہی پڑھائی جاتی تھی۔ نماز کے بعد ہماری جماعت میں آپؒ کا وقت ہوتا تھا۔ آپؒ نے مجھے فرمایا کہ تم روزانہ اس وقت نماز کے بعد جماعت میں آتے ہی ہمیں یاد دلایا کرو کہ ہم بیماروں کے لیے دعا کیا کریں۔ لہٰذا میں ہر روز یاد دلاتا تھا، اور آپ نہایت خشوع و خضوع بیماروں کے لیے دعا فرمایا کرتے

۲۔ کبھی کبھی سکول سے چھٹی ہونے کے وقت آپ کے ساتھ پیدل چلنے کا اتفاق ہوتا۔ تو آپ کا قد مبارک چھوٹا ہوتا مگر رفتار اتنی تیز تھی کہ ہر طالب علم جو ہمراہ ہوتے دوڑ کر آپؒ کو ملتے تھے۔ حضور نے کبھی سائیکل کی سواری نہیں کی ہاتھ میں چھڑی مبارک (کھونڈی) ہوتی تھی۔ نگاہِ مبارک ہمیشہ اپنے قدم مبارک پر ہی رکھتے۔ کبھی داہنے بائیں یا آسمان کی طرف دیکھتے نہ پایا۔ آج کل کے زمانہ میں شرم و حیا میں آپؒ کا کوئی ثانی نظر نہیں آیا۔

۳ ــ ۱۹۴۳ء میں بسلسلۂ ملازمت ضلع کرنال گیا۔ جہاں قصبہ شاہ آباد کے قریب مارکنڈہ ریلوے پل پر ڈیوٹی تھی۔ دل میں آپؒ کی محبت کا جوش پیدا ہوا تو بیعت کے لیے عریضہ لکھا۔ جب کچھ عرصہ بعد حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے بصد خوشی قبول فرمالیا۔ یعنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ حالانکہ آپؒ کا اکثر معمول مبارک تھا کہ آپؒ اور لوگوں کو اتنی جلدی بیعت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ سائل کو ان کے گرد و نواح کے درویشوں کے پاس جا کر بیعت ہونے کے لیے تلقین فرماتے۔ یعنی آپؒ مرید زیادہ کرنے کے خواہش مند نہ تھے۔ یہ اس شخص کی خوش قسمتی ہوتی جس کو آپؒ بیعت فرماتے تھے۔ حاضر ہوتے ہی آپؒ نے دریافت فرمایا کہ شاہ آباد کبھی سیّدوں والی گلی میں بھی گئے ہیں؟ عرض کیا کہ حضورؒ گلیوں کے نام تو مجھے یاد نہیں البتہ جامع مسجد جس میں ایک بڑ کا پرانا درخت ہے وہاں نمازِ جمعہ ادا کرنے جاتا تھا۔ مجھے بہت عرصہ گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا سیدوں والی گلی کا دریافت فرمانا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے پیرِ کامل حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مبارک اس گلی میں ہوئی ہوئی تھی۔ گویا اس نسبت سے آپ کو اس گلی سے محبت تھی۔

۴ ــ میں چونکہ پنجاب ایڈیشنل پولیس میں ملازم تھا۔ جو عارضی محکمہ تھا۔ اس لیے میں حاضرِ خدمت ہوا کہ حضورؒ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں اس محکمہ سے ڈسچارج ہو جاؤں تاکہ میں کسی دوسرے محکمہ میں ملازم ہو جاؤں تو آپؒ نے فرمایا

کہ جب بھرتی ہوئے تھے ہم سے دریافت کیا تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمانے لگے۔ لگے ہوئے رزق کو توڑنا اچھا نہیں تم روزانہ ۴۵۰ مرتبہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کرو۔ اللہ کریم جل شانہٗ کوئی بہتر اسباب پیدا کردے گا۔ میں یہی وظیفہ پڑھتا رہا۔ تھوڑے عرصہ بعد ۱۹۴۵ء میں مجھے پولیس وائرلیس کورس کرالیا گیا۔ جس میں تنخواہ بھی بڑھ گئی اور پھر مستقل محکمہ پولیس وائرلیس سیکشن میں تبادلہ بھی ہو گیا۔

۵۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد میرا تبادلہ پولیس وائرلیس سٹیشن بنوں میں جو تھانہ بنوں سے ملحق تھا۔ ہو گیا تو میں نے وہاں تبلیغ کا کام نہایت سختی سے شروع کر دیا۔ زبردستی لوگوں کی دکانیں بند کرا دینا بے نماز مردہ باد کے نعرے بلند کرنا افسران کی کوٹھیوں اور مکانوں پر جا کر نہایت سخت الفاظ میں تقریریں کرنا یہاں تک کہ میرے خلاف اسی سختی کے جرم میں انکوائری بھی شروع ہو گئی۔ جوانی کا عالم تھا اور طبیعت میں جوش تھا نہ کوئی نوکری کی پرواہ تھی نہ قید کا ڈر تھا۔ اتفاق سے میں گجرات شریف آپؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو کچھ دیر کے بعد اجازت چاہی کچھ اور پیر بھائی صاحبان بھی تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے سب کو اجازت فرما دی اور مجھے فرمایا کہ نزدیک ہو جاؤ میں نہایت ہی قریب ہو گیا۔ بڑی محبت سے آپؒ نے یہ تقریر بیان فرمائی۔ کہ سوہنیا۔ تبلیغ کا کام پیغمبروں کا ہے جس پیغمبر نے بھی جوش سے کام لیا اس کو ہی تکلیف پیش آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے جوش سے تبلیغ فرمائی تو ان کو بھی بڑی تکلیفیں پیش آئیں تبلیغ میں سنت طریقہ علم اور حکمت کا ہے ان دو اصولوں کو سامنے رکھ کر تبلیغ کرنا چاہیئے۔ آپؒ نے تبلیغ کے سلسلہ میں دو مثالیں دیں۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

مثال نمبر ا علم ۔ ارشاد فرمایا کہ ایک سب انسپکٹر پولیس جس کی داڑھی اور مونچھیں منڈی ہوئی تھیں ہمارے حضرت صاحب یعنی خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ نہایت ہی محبت اور محبوبیت کے ساتھ اس سے پیش آئے۔ جب آپؒ گفتگو فرما رہے تھے تو ہمارے ایک پیر بھائی کو بڑی نفرت ہوئی اور اس نے ماتھے پر بل ڈال لیے تو آپؒ نے جب اس درویش کی طرف دیکھا تو فرمایا ہوں ہوں تو وہ شرمندہ ہو کر دور چلا گیا۔ جب وہ سب انسپکٹر واپس چلے گئے تو آپؒ نے اس درویش کو بلایا اور فرمایا کہ اگر تمہیں اتنا ہی غصہ آ گیا تھا تو توحید کی طرف خیال کیا ہوتا اور اس کے لیے دعا کی ہوتی کہ اللہ کریم اس کو نیک کر دے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اگر ہم اس سب انسپکٹر کے ساتھ خلق سے پیش نہ آتے تو وہ سب درویشوں اور بزرگوں سے متنفر ہو جاتا اور راستے میں برا بھلا کہتا جاتا اور ہم بے ادبی کا باعث بنتے۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ کے بعد جب وہ سب انسپکٹر صاحب دوبارہ آئے تو انہوں نے داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی، اور نماز کا بھی پابند ہو چکا تھا تو حضرت خواجہ صاحبؒ

Marfat.com

نے پھر اسی درویش کو بلایا اور فرمایا پہچان یہ کون شخص ہے تو اس نے عرض کیا کہ یہ تو وہی سب انسپکٹر ہیں تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا یہ اسی محبت حلم اور خلق کا نتیجہ ہے اگر ہم اس سے اس طرح پیش نہ آتے تو اس کا یہ حال نہ ہوتا۔ یعنی یہ اس قدر پابند سنت نہ بنتا۔

مثال نمبر۲ حکمت ۔ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ حکیم محمد عالم صاحبؒ نے سمیات کے لائسنس کے لیے اے۔ ڈی۔ ایم گجرات کی عدالت میں درخواست دی۔ اے ڈی ایم نے جب بلایا تو مہینہ رمضان شریف کا تھا۔ حکیم صاحب اور چند سائل اور بھی اے ڈی ایم کی عدالت کے باہر برآمدہ میں (گجرات) کھڑے تھے۔ اے ڈی ایم نے سب کو اندر بلا لیا۔ جب سب اندر عدالت کے کمرہ میں آگئے تو اے ڈی ایم نے اپنے چپراسی کو کہا کہ پانی کا گلاس لاؤ، وہ لایا تو اے ڈی ایم نے سب کے سامنے پی لیا۔ حکیم صاحب افسر موصوف کی اس نازیبا حرکت کو برداشت نہ کر سکے تو فرمایا کہ صاحب کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم عدالت کے کمرہ سے باہر کھڑے تھے تو آپؒ نے پانی پینے کے بعد ہمیں بلایا ہوتا۔ تاکہ نہ رمضان شریف کی بے حرمتی ہوتی اور نہ ہمارے سب کے دل مجروح ہوتے۔ اے ڈی ایم گجرات نے غصہ میں آکر کہا کہ آپ باہر تشریف لے جائیں۔ میں پھر کسی وقت آپ کی درخواست پر نظر ثانی کروں گا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب اس واقعہ کو ایک سال کی مدت ہو چکی ہے نہ تو افسر موصوف نے حکیم صاحب کی درخواست پر نظر ثانی کی ہے نہ ہی وہ ایسے لوگوں سے جو چہروں پر سنت مصطفےٰؐ رکھتے ہیں اچھا سلوک کرتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں حکیم صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس افسر کی اس حرکت کو دل سے بُرا مناتے اور خاموش رہتے یا علیحدگی میں اس اکیلے کو محبت سے سمجھاتے کہ اسے یہ فعل سب کے سامنے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

اس کے بعد آپؒ نے مجھے تلقین فرمائی کہ آئندہ تبلیغ کے سلسلے میں حلم اور حکمت کا خاص خیال رکھو اس روز سے مجھ پر یہ اثر ہوا کہ اگر کوئی دین کی تبلیغ کے سلسلے میں مجھ پر سختی بھی کرے تو مجھے غصہ نہیں آتا۔ گویا آپؒ کی توجہ مبارک سے میرے اندر قوت برداشت اس قدر پیدا ہوئی کہ انشاءاللہ ہمیشہ رہے گی۔ اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

(۶) میں پتوکی پولیس سٹیشن میں تعینات تھا۔ غالباً ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے کہ آپؒ ہمارے پیر بھائی اللہ بخش صاحب کی التجا پر ان کے گاؤں موضع ہرچوکی تشریف لائے تو مجھے بھی اطلاع دی گئی میں ہرچوکی حاضر خدمت ہوا۔ سلام عرض کیا۔ نماز عصر کا وقت تھا۔ فرمانے لگے ہم مسافر ہیں تم نماز پڑھا دو میں نے مودبانہ عرض کی کہ حضور مجھ میں یہ جرائت نہیں ہم سب آپؒ کے پیچھے ہی نماز ادا کریں گے۔ بعد ازاں میں نے پتوکی تشریف

Marfat.com

لانے کے لیے عرض کی تو فرمایا کل انشاء اللہ واپسی پر تمہارے گھر پر تھوڑی دیر قیام فرمائیں گے۔ مگر شہر میں ہماری آمد کا چرچا نہ کرنا میں ہر چوکی سے واپس پتوکی گیا اور دوسرے روز اپنے چند کاروباری یعنی دکاندار دوستوں کے ہمراہ اڈہ لاریاں پتوکی پر آپؒ کا انتظار کرنے لگا۔ جب دکاندار انتظار کرتے کرتے تنگ آکر واپس اپنی دکانوں پر چلے گئے اور میں اکیلا رہ گیا تو آپؒ بھی بس پر تشریف لے آئے۔ مکان پر تشریف لا رہے تھے کہ راہ میں پڑنے والے بازار میں کئی میرے دوستوں نے عقیدت مندی سے دکانوں پر چائے دودھ یا پانی کے لیے دعوت دی مگر آپؒ نے بازار میں قیام کرنے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ مکان پر تشریف لائے تو جناب[1] میاں صاحب کے لیے چارپائی علیحدہ کمرہ میں ڈال دی گئی آپؒ کے حکم مبارک سے حقہ کا میاں صاحب کے لیے انتظام کر دیا گیا اور خود آپ سراپا نور باقی اہل محبت کے ساتھ فرشی بستر یعنی دری اور اس کے اوپر چادر پر تشریف فرما ہوئے آپؒ نے میری التجا پر بیٹھک کے علاوہ رہائشی کمرہ میں بھی قدم رنجہ فرمایا اور سب گھر والوں کے لیے دعا فرمائی موسم سردیوں کا نہ تھا تاہم حضرت سنت کے مطابق اپنے اوپر سیاہ رنگ کی گرم لوئی اوڑھی ہوئی تھی، ایک عورت پانی دم کرانے آئی تو آپؒ نے اس میں سے ایک گھونٹ پانی پی کر فرمایا اللہ بخش ایک گھونٹ تم بھی پی لو اور بقایا پانی واپس دے دو۔ اس پانی والی مائی صاحبہ نے عرض کی کہ حضورؒ میں تو پانی دم کرانے آئی ہوں تو آپؒ نے فرمایا پانی دم ہو گیا۔ گویا آپؒ نے اس حدیث شریف پر عمل فرمایا جس میں آتا ہے کہ مومن کے جوٹھے میں شفا ہوتی ہے واپسی پر آپؒ میرے مکان سے اڈہ لاریاں تک تشریف لاتے ہوئے بھی بازار میں کسی دکان پر نہ ٹھہرے۔ فرمایا بازار میں بیٹھنا مناسب نہیں۔

(۷) مجھے پتوکی منڈی رہتے ہوئے جامع مسجد میں دوستوں کے مشورہ سے چند مرتبہ وعظ شریف کرانے کا اتفاق ہوا تو میں نے عالم دین منگوانے کے سلسلے میں حضرت مولانا قاری احمد حسینؒ کا نام منتخب کر کے جناب قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لکھا۔ اگرچہ قاری صاحب بہت مصروف رہتے تھے۔ تاہم وہ ہمارے حضرت صاحبؒ کا فرمان بسر و چشم قبول فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب گلشن محبوبیہ کے خوشبودار پھول ہیں۔ لہذا حضرت صاحب علیہ الرحمتہ کی سفارش سے قاری صاحب پتوکی منڈی تشریف لائے سب لوگ وعظ سن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر ایک مسئلہ کے اختلاف کی بنا پر جامع مسجد پتوکی کے خطیب صاحب قاری صاحب سے الجھ پڑے اور ناراض ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سارا واقعہ آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا۔ آپؒ فرمانے لگے کیا پھر صبح کو دوسرے روز قاری صاحب پتوکی سے واپس تشریف لانے لگے تو خطیب جامع مسجد پتوکی جناب قاری صاحب سے نہ ملے؟ میں نے عرض کی حضور ملے تو تھے اور مصافحہ بھی کیا تھا۔ ارشاد فرمایا پھر خیر ہو گئی۔ اسی طرح سے ایک مرتبہ پھر میں

[1] آپ علیہ الرحمتہ کے بہنوئی جناب میاں حرمت علی صاحب علیہ الرحمتہ وفات ۱۹۶۷ء

Marfat.com

نے حضرت قاری صاحب کا وعظ شریف کرانے کے لیے پتوکی سے عریضہ لکھا تو آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قاری صاحب نہیں ہیں ان کے علاوہ مفتی امین الدین صاحب (مرحوم) نہایت اچھے اور خوش عقیدہ عالم ہیں ان کو کہو تو بھیج دیں۔ لہذا آپؒ کے ارشاد کے مطابق پھر مفتی صاحب پتوکی منڈی تشریف لائے تو تمام اہالیان منڈی اس قدر خوش ہوئے کہ مفتی صاحب مرحوم کو دوسرے دن بھی وعظ شریف کے لیے رکھا گیا یہ سب آپؒ کی برکت تھی۔

۸۔ صاحبزادی صاحبہ سے محبت۔۔۔۔ ایک مرتبہ جب آپ پتوکی تشریف لائے تو اس وقت میں نے اپنی بیٹی کے متعلق عرض کیا کہ اگرچہ عمر میں چھوٹی ہے مگر میرے بغیر رہ نہیں سکتی۔ کہیں جاتا ہوں تو بیمار ہو جاتی ہے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ کیا کہیں۔ ہمیں بھی اپنی صاحبزادی سے کچھ ایسے ہی محبت ہے کہ وہ بھی ہماری جدائی برداشت نہیں کر سکتی اور ہمیں بھی اس سے سب اولاد سے بڑھ کر محبت ہے وہ اتنی بڑی ہو کر بھی اگر کہیں سفر کو جائیں تو رونے لگ جاتی ہے اور ہمیں پھر اس کی دلجوئی کرنی پڑتی ہے کہ جلدی واپس آئیں گے۔

۹۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں معین الدین پورا المعروف مومدی پور میں ہمارے پیر بھائی فیض رسول صاحب کی والدہ (بھاگے بی بی) جس پر حضرت صاحب بہت شفقت فرماتے تھے فوت ہو ہو گئی۔ حضرت صاحبؒ فیض رسول صاحب کے ہمراہ ان کے عرض کرنے پر بھاگے بی بی مرحومہ کے جنازے کے لیے پیدل تشریف لے گئے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد آپؒ نے فیض رسول اور اس کے والد صاحب کو فرمایا کہ تم کفن دفن کا انتظام کرو۔ ہم اکیلے ہی واپس شہر گجرات اپنے آستانہ عالیہ پر جائیں گے۔ جب میں نے آپؒ کو اکیلے تشریف لے جاتے دیکھا تو میں آپؒ کے ساتھ ہو لیا۔ باوجود اس کے کہ وہاں سے سواری مل جاتی تھی آپ پیدل ہی واپس تشریف لائے اور فرمایا بھاگے بی بی ہمارے پاس پیدل ہی آیا کرتی تھی کس قدر خلوص اور محبت ہے غریب مریدین کے ساتھ۔ اس زمانے میں تو ایسی مثال نہیں مل سکتی واپس تشریف لاتے ہوئے اثنائے راہ میں نوافل روزوں کا ذکر ہوا۔ تو میں نے آپؒ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ میں ہر چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو اور محرم کے پہلے عاشورہ کے دس روزے رکھتا ہوں آپؒ نے فرمایا حج کے دن کا روزہ بھی رکھا کرو اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

۱۰۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحبؒ جمعہ شریف کی نماز گجرات شہر منڈی والی اونچی مسجد میں ادا فرما کر حضرت شاہ دولہ ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے میرے علاوہ چند اور پیر بھائی بھی ہمراہ تھے، اب سب کے نام یاد نہیں رہے۔ آپؒ اثنائے راہ میں معاگھڑے

Marfat.com

ہو گئے ہم سب کی طرف رخ انور پھیر کر فرمانے لگے۔ سنو جو کسی کو دیکھتا ہے اس کو کبھی کوئی دیکھنے نہیں آیا۔ اور جو کسی کو نہیں دیکھتا اس کو جہان دیکھنے کے لیے آتا ہے۔ اس ارشاد میں ایک عجیب اثر تھا اور تربیت کا کیا احسن طریقہ تھا۔ مسئلہ بھی بیان فرما دیا اور کسی کا نام لے کر کسی کو نشانہ بھی نہیں بنایا۔ پھر آپؒ روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ خوانی کی اور پھر روضہ شریف سے باہر تشریف لا کر فقراء اور غرباء کو پیسے تقسیم کئے مگر کوئی نہیں جان سکا کہ کس قدر دیئے آپؒ نہایت پردہ سے سخاوت فرماتے تھے۔

۱۱۔ طبیعت کتنی ہی پریشان ہوتی، جب کبھی حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا تو آپؒ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور حالات دریافت فرما کر اکثر فرماتے "اچھا" تھوڑی دیر توقف کے بعد پھر فرماتے۔۔ "بہت اچھا" تو طبیعت کو فوراً سکون ہو جاتا۔

۱۲۔ میں ۴۵ء سے ۱۹۴۷ء اگست تک دہلی شریف تھا تو مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اطہر کی کوئی واقفیت نہ تھی۔ آپؒ نے مجھے وہاں خواجہ صاحب کے مزار شریف پر حاضر ہونے اور آپ کا سلام عرض کرنے کے لیے تحریر فرمایا۔ تو میں وہاں مزار پر انوار حضرت باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا تو عجیب لذت آئی اور آپؒ نے مجھے تحریر فرمایا کہ جب بھی مزارات مقدسہ پر حاضری ہو ہمیں دعا میں شامل کر لیا کرو۔ آپؒ کی یہ چٹھی مبارک میں نے بطور یادگار قرآن مجید میں رکھی ہوئی ہے۔

۱۳۔ آپؒ نے جب سکول میں مدرس کی ملازمت ختم کی تو مجھے دہلی شریف میں چٹھی لکھی کہ وہاں سے یہ فتویٰ لے کر (مفتیان دہلی سے) بھیجو کہ ہم نے سکول کی طویل ملازمت کی تو ہمارا پراویڈنٹ فنڈ جمع ہوتا رہا جو تنخواہ کے حساب سے مختلف تھا پھر وہ کئی بنکوں میں منتقل ہوتا رہا۔ طویل ملازمت کے باعث معلوم نہیں کہ کتنی رقم تنخواہ سے جمع ہوئی کتنی گورنمنٹ نے دی کتنا ساتھ سود لگا۔ تو اس لیے یہ فتویٰ لے کر لکھو کہ اس رقم میں کتنی حلال ہے کتنی حرام ہے یا ساری حلال ہے یا ساری حرام ہے تو پہلی مرتبہ مفتی مظہر اللہ صاحب سے جو فتح پوری مسجد میں خطیب اور مفتی تھے فتویٰ لیا تو انہوں نے تمام رقم کو حلال لکھا اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے حرام لکھا دوسری مرتبہ آپؒ نے مفصل چٹھی تحریر فرمائی جو میں نے دونوں مفتی صاحبان کو دکھائی تو دونوں حضرات نے تمام رقم کو حلال لکھا۔ گویا حضرت صاحبؒ روزی کے معاملہ میں اس قدر تحقیق سے کام لیتے تھے۔

۱۴۔ آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے محمود احمد صاحبؒ جب اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے تو میں گجرات شریف آستانہ عالیہ پر حاضر خدمت ہوا۔ کچھ معززین شہر بھی تشریف فرما تھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضورؒ آپ کے صاحبزادے صاحب کی ناوقت موت کا بڑا افسوس ہے تو آپؒ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ وقت تو وہی رب العزت جانتا ہے اس میں ہمارا دخل نہیں وہ جو کرتا ہے اپنی حکمت کے مطابق درست ہی کرتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب مرحوم کے جو اسرار ان کے وصال شریف سے پہلے یا بعد آپؒ نے بیان فرمائے وہ اہل بیت حضرات مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لیے تحریر نہیں کئے۔ تاہم اتنا ضرور لکھوں گا کہ قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس پیارے اور تابعدار لخت جگر نے اپنے وصال کی خبر گھر سے سول ہسپتال جانے سے پیشتر ہی بیان کر دی تھی اور ہسپتال میں محض ہماری پدری شفقت اور سنت طریقہ کے مطابق یعنی علاج کے لیے داخل کرائے گئے تھے وہاں بھی آخری وقت آنے پر حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ برخوردار مرحوم نے تمام ہسپتال کے عملہ کو بلا کر ان کا شکریہ ادا کیا اور ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ آپؒ نے نہایت تندہی اور ہمدردی سے علاج کیا ہے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مگر اب ہمارا وقت قریب آچکا ہے۔ رحمت کے فرشتے ہمیں لینے آچکے ہیں اب اجازت دیں اور اس کے بعد ان کو گھر لایا گیا جہاں وہ واصل باللہ ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۱۵۔ جب صاحبزادہ صاحب حکیم محمد عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے وصال فرمایا تو کچھ دنوں بعد آپؒ لاہور بھائی عزیز الدین صاحب کے ہاں تشریف لائے۔ میں بھی نارووال سے حاضر خدمت ہوا صاحبزادہ صاحب کی فاتحہ خوانی کے بعد لفظ افسوس میرے منہ میں ہی تھا کہ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ موت نیک بندوں کے لیے وصل ہے اور یہ حکم الہی ہے۔ اس میں کلام نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ نیک اولاد باقی رہنے والی نیکیوں میں شمار ہوتی ہے اور یہی خیال ہمیں کبھی کبھی ستاتا ہے۔ پھر آپؒ نے حضرت حکیم صاحب مرحوم کے استاد صاحب دہلویؒ[۱] کے گجرات شریف حکیم صاحب کی بیمار پرسی کے لیے آنا اور بے بسی میں آنکھوں سے آنسو بہانا اور صاحبزادہ صاحب کی بزرگی اور قابلیت کا اظہار کرنا بیان فرمایا۔ جن لوگوں نے زیارت کی انہوں نے دیکھا ہو گا کہ ایسے پاکیزہ تابعدار اور خدا ترس اور شرم و حیاء میں نمونہ صاحبزادہ صاحبؒ کے وصال پر آپؒ نے جو صبر و استقلال کا نمونہ پیش کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

۱۶) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ میری تعیناتی سیالکوٹ پولیس لائن میں تھی۔ آپؒ ایک شادی کے سلسلہ میں ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے واپسی پر جناب مولوی عبدالحق صاحبؒ کے ہاں قیام فرمایا اور مجھے یاد فرمایا میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ آغا مظہر علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بھی ہمارا سلام دیں۔ میں نے ٹیلیفون پر آپؒ کا سلام جب ڈی۔ ایس۔ پی (صاحب کو دیا تو انہوں نے

۱۔ حکیم فرید الدین عباسی علیہ الرحمۃ۔

مجھے فرمایا کہ ذرا ٹیلیفون پر ٹھہرو میں اپنی والدہ محترمہ کو آپؒ کا سلام دے لوں تھوڑی دیر بعد ڈپٹی صاحب نے فرمایا کہ آپؒ کی خدمت میں میرا اور میری والدہ کا سلام دے دو اور ساتھ ہی ہمارے گھر تشریف لانے کے لیے والدہ صاحبہ کی طرف سے التجا کرو۔ جب میں نے پیغام عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ وقت تنگ ہے اور ہمارا واپسی کا ارادہ ہے۔ اس لیے ہم یہیں دعا کرتے ہیں جب یہ پیغام ٹیلیفون پر میں نے ڈپٹی صاحب کو پہنچایا تو ان کی والدہ محترمہ نے جواباً عرض کیا کہ میں دائم المریضہ ہوں اور زندگی کا بھروسہ نہیں ہے اس لیے آپ ضرور تشریف لائیں مجھے زیارت ہو جائے گی۔ جب میں واپس آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا دو تانگے کھڑے ہیں تمام سامان بھی لدا ہوا ہے ایک تانگے پر صاحبزادہ حکیم محمد عالم صاحبؒ اور دوسرے پر حضور قبلہ عالم خود تشریف رکھتے ہیں اور باقی اہل خانہ بھی ہمراہ ہیں۔ میں نے ڈپٹی صاحب کی والدہ صاحبہ کا پیغام عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا مائی صاحبہ سچ کہتی ہیں۔ واقعی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ آپؒ تانگہ سے اترے اور حکیم صاحب کے قریب تشریف لائے فرمایا حکیم صاحب مائی صاحبہ یوں کہتی ہیں کیا خیال ہے حکیم صاحب نے نہایت ادب سے عرض کیا جیسے حضورؒ کی مرضی۔ پھر سامان دونوں ٹانگوں سے اتار اگیا اور ٹانگے والوں کو پورا پورا کرایہ دیا گیا۔ پھر ڈپٹی صاحب نے اپنی کار آپؒ کے لیے جانے کے لیے بھیجی تو مسکرا کر فرمانے لگے اب پہلا نمبر تمہارا ہے پہلے ہم تیرے گھر چلیں گے پھر ڈپٹی صاحب کے ہاں چلیں گے تو آپ حکیم صاحب سمیت غریب خانہ پر محلہ ٹبہ گگے زئیاں شہر سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ دعا خیر فرمائی۔ میری بچی کچھ بیمار تھی۔ حکیم صاحب نے اس کے لیے دوا تجویز فرمائی اور پھر فرمایا اب تو تم خوش ہو نا۔ میں کیا بیان کروں۔ خوشی سے میرا زمین پر پاؤں نہیں لگتا تھا کتنا انصاف اور غریب پروری ہے کہ امیر کے گھر جاتے ہوئے پہلے غریب کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں تاکہ اس کا دل مجروح نہ ہو اور پھر اس عاجز پر خصوصی کرم بھی تھا۔ میرے والد مرحوم کا انتقال اس وقت ہوا جب میری عمر ایک سال تھی۔ ایک مرتبہ میری والدہ محترمہ نے میرے متعلق میرا بیٹا کہہ کر کچھ عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ تمہارا ہی بیٹا نہیں ہمارا بھی بیٹا ہے۔

۱۷۔ ایک دفعہ میرے کچھ دوست جو سیالکوٹ کے دیہات کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کے حضور حاضر ہوئے اور پھر میرے گھر کا پتہ پوچھا انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں تو آپؒ نے نہایت شفقت سے جواب دیا کہ یہ اسی کا گھر ہے جہاں تم بیٹھے ہو۔ کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔ سبحان اللہ کتنا خلوص ہے جب میں نے یہ بات سنی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ان حضرات پر بھی بڑا اثر ہوا۔ حقیقت میں مرید کا گھر پیر کا ہوتا ہے اور پیر کا گھر مرید کا ہوتا ہے۔

۱۸۔ دین کے سلسلہ میں ادب، میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر مرتبہ جب بھی آپؒ کی خدمت مبارک

Marfat.com

میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ جب بھی کوئی محبان میں سے آپ کو مٹھیاں بھرتے ہوئے دین کی بات یا حدیث پاک بیان کرنے لگا تو آپؒ نے فرمایا کہ مٹھیاں بھرنا چھوڑ دے پہلے مسئلہ بیان کر پھر مٹھیاں بھرنا۔

۱۹۔ آپؒ عام دینی جلسوں میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ کسی کسی خاص جلسہ میں اس حال میں تشریف لے جاتے کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے اور جلسہ میں آپؒ کے لیے تکلف نہ کیا جائے پھر جن اہل محبت کو جلسہ میں شرکت کے لیے اجازت فرماتے ان سے واپسی پر علیحدہ علیحدہ اس طرح سے حال دریافت کیا کہ کون کون سے علماء حضرات تشریف لائے اور کیا کیا بیان کیا۔ محب یہ نہیں جان سکتا تھا کہ آپؒ خود بھی اس جلسہ میں تشریف لے گئے تھے یا نہیں۔ بیان سن کر داد دیتے اور اگر کوئی غلطی یا غلط فہمی ہوتی تو درستگی فرماتے۔ فرقہ وہابیہ کے جلسوں میں شرکت سے منع فرماتے یہ میں اپنے مشاہدے کے مطابق عرض کر رہا ہوں ایک دفعہ میں نے سیالکوٹ میں فرقہ وہابیہ کے جلسہ میں شرکت کی اور کسی وہابی عالم کی تقریر کی تعریف کرتے ہوئے آپؒ کی خدمت مبارک میں چٹھی لکھی۔ تو آپؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ فرقہ وہابیہ کے جلسوں میں شرکت سے پرہیز کیا جائے۔ ایک دفعہ میں نے تارووال سے آپؒ کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں حاجی عطا محمد صاحب سے عربی پڑھ رہا ہوں چونکہ حاجی صاحب عقائد میں سخت تھے تو آپؒ نے تحریر فرمایا کہ حاجی صاحب سے صرف عربی ہی پڑھنا۔

۲۰۔ ایک دفعہ میری تعیناتی بہاولپور پولیس وائرلیس سٹیشن پر تھی تو میں دوران رخصت گجرات شریف آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا عرض کی کہ دعا فرمائیں میرا تبادلہ گجرات پولیس وائرلیس سٹیشن پر ہو جائے آپ نے دعا فرمائی اور بعد دعا فرمانے کے مسکرا کر فرمایا۔ آسمان کی طرف ہاتھ مبارک اٹھا کر اللہ جل شانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس نے نامعلوم تم سے کہاں نوکری لینی ہے کیونکہ تم ایک طرف کے ملازم نہیں بلکہ دونوں طرف کے ملازم ہو۔ جب میں واپسی پر لاہور آیا تو معلوم ہوا کہ میرے گجرات شریف تبادلہ کے کاغذات تیار ہیں صرف دستخط باقی ہیں۔ جب بہاولپور واپس گیا تو انتظار میں تھا کہ گجرات شریف تبادلہ کا حکم موصول ہوا تو تقریباً ۲۰ دن بعد حکم ملا کہ تمہارا تبادلہ قصور ہو چکا ہے جہاں میں نے جدوجہد کر کے ایک عالیشان مسجد بھی بنوائی جس کی امامت بھی کچھ عرصہ خود کرتا رہا۔

۲۱۔ تبادلہ پر قصور شریف پہنچ کر میں نے مکان کے لیے عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں مجھے اچھا سا مکان کرایہ پر مل جائے آپؒ نے ان الفاظ میں جواب فرمایا۔ اللہ اللہ کرتے رہو انشاء اللہ مکان کا بہتر انتظام ہو جائے گا پورا واقعہ لکھنے سے قصہ لمبا ہو جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء میں مجھے ایک ہندو کا مکان ملا میرے نام پر

الاٹ بھی ہوا قیمتاً بھی مجھے ہی ملا جس کا P.T.O میرے پاس ہے۔ مگر چونکہ مجھ میں قیمت ادا کرنے کی گنجائش نہیں اس لیے آج تک اس مکان کا بل بھی مجھے نہیں دیا گیا۔ میری رہائش آج کل اسی مکان میں ہے

۲۲- مارچ ۱۹۵۵ء میں میری تعیناتی نارووال پولیس وائرلیس سٹیشن پر تھی مجھے اچانک حکم ملا تمہیں اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے عہدہ سے تنزل کر کے ہیڈ کانسٹیبل بنا دیا گیا ہے۔ جرم کوئی نہیں تھا۔ صرف جونیئر تصور نہ کرنے ہوئے ایسا کیا گیا ہے۔ میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چٹھی لکھی۔ آپؒ نے تحریر فرمایا۔ مرضیٔ مولی از ہمہ اولی اور ارشاد فرمایا فکر نہ کریں۔ اللہ اللہ کرتے رہیں۔ تین ماہ بعد مجھے تین ماہ کے لیے پھر اسسٹنٹ سب انسپکٹر ترقی یاب کر دیا گیا۔ تنزلی کے بعد میں نے پھر چٹھی تحریر کی۔ میں اس وقت مظفر گڑھ تھا۔ عرض کیا کہ دوبارہ تنزلی بھی ہو گئی ہے، اور تبادلہ مظفر گڑھ سے بہاولپور ہو گیا ہے۔ آپؒ نے پھر میری تسلی کے لیے مفصل جواب تحریر فرمایا جو حسب ذیل ہے اور یہ ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے۔ حضورؒ نے تحریر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ جل شانہ انسان کی تمام ضروریات کا کفیل ہے اور اس کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے انسان کی عقل نارسا ہوا کرتی ہے سمجھ نہیں سکتی اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں اور روزانہ ۵۰۰ مرتبہ حسبنا اللہ نعم الوکیل پڑھ لیا کرو۔"

میں ایسا ہی کرتا رہا اور ساتھ ہی محکمانہ طور پر ترقی کے لیے درخواستیں دیتا رہا۔ ۱۹۶۱ء تک کچھ نہ بنا آخر کار ہائی کورٹ میں اپنے پیر بھائی میاں عزیز الدین صاحب کی معرفت محکمہ کے خلاف رٹ کر دی جس کا فیصلہ ۱۹۶۵ء میں میرے حق میں ہوا اور میں حضرت صاحب کی دعا سے اب سب انسپکٹر ہوں آپ کا ارشاد یاد آتا ہے کہ اگر میری تنزلی نہ ہوتی تو میں کسی صورت بھی اب تک اسسٹنٹ سب انسپکٹر مستقل نہ ہو سکتا تھا، اور نہ ہی سب انسپکٹر ترقی یاب ہو سکتا تھا یہ سب آپ کی دعاؤں کی برکت ہے[۱] اللہ کریم حضور کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

۱۔ اب یہ صاحب راولپنڈی میں ۱۹۶۷ء سے ڈی ایس پی کے عہدے پر فائز ہیں۔

جناب نوُر احمد صاحب

کامل پیر محمد بخشاؒ لعل بنان پتھر دا

حضرت قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ کے بارے میں اپنے ساتھ بیتے ہوئے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

(۱) میں خیرپور میں ہوٹل کرتا تھا۔ میرے گوڈے میں اس شدت کا درد تھا کہ مجھے اٹھا کر گاڑی میں سوار کیا گیا۔ احمد دین ساکن کوٹلی کھوھارا میرا ہم سفر تھا۔ اگلے سٹیشن پر ایک مولوی صاحب میرے والے ڈبے میں سوار ہوئے اور میرے پاؤں کی طرف میرے والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ میں ازروئے ادب ان کی تعظیم کے لیے اٹھنا چاہتا تھا مگر مجبور تھا پھر بھی میں نے اپنی ٹانگیں سکیڑ لیں۔

میں نے حضرت صاحب قبلہؒ کا تصور کر کے دعا کی کہ خیریت سے گھر پہنچ جاؤں اور ساتھ ہی میاں محمد صاحب کا یہ شعر پڑھا۔

مرد ملے تے درد گواوے اوگن ڈھکن کردا   کامل پیر محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

جنہاں عشق خرید نہ کیتا اینوں گئے وگتے   عشقے باجھ محمد بخشا کیہ آدم کیہہ کتے

یہ اشعار سن کر مولوی صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تمہارے عشق اور یار کے نعرے ایسے ہی ہیں مجھ میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ میں یک دم اٹھ کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب کا شانہ پکڑ کر انہیں جھنجھوڑنا شروع کر دیا اور ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ عشق حقیقی کیا ہوتا ہے اور عشق مجازی کیا ہوتا ہے؟

میں نے کہا۔ آپ اگر وعظ کرتے ہیں اپنے حلوے مانڈے کے لیے تو یہ عشق مجازی ہے اگر اللہ کی رضا کے حاصل کرنے کے لیے وعظ کریں تو عشق حقیقی ہے۔

اس پر مولوی صاحب نے قرآن حکیم کی کوئی آیت پڑھی۔ جس کا جواب میں نہیں جانتا تھا مگر معاً میرے حضرت قبلہؒ کا ہاتھ مبارک نمودار ہوا جسے حاضرین میں سے کوئی نہ دیکھ سکا۔

فقط میں نے ہی دیکھا اس ہاتھ پر اس آیت کا جواب آیت قرآن میں لکھا تھا۔ میں نے وہ آیت جواب میں پیش کر دی۔ مولوی صاحب نے اس کے بعد دو تین آیات پڑھیں جن کے جوابات میں آپ کے دست مبارک سے پڑھ کر دیتا رہا۔

اسی ڈبے میں ایک شخص ابراہیم نامی بیٹھا تھا وہ خاصا پڑھا لکھا تھا۔ اس نے کہا کہ علمی طور پر مولوی صاحب لاجواب ہو گئے ہیں مگر وہ شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ ساتھ ہی ابراہیم نے مجھے پندرہ روپے بطور نذرانہ بھی پیش کئے اور کہا کہ اگر اس وقت میرے پاس پانچ ہزار روپے بھی ہوتے تو میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور رحؒ اپنے ملنے والوں کی اسی طرح غائبانہ استمداد فرمایا کرتے تھے۔

(۲) میں میلارام کے کارخانہ میں ملازم ہو کر لاہور جانے لگا۔ اجازت حاصل کرنے اور سلام کرنے کی غرض سے حضرت صاحب قبلہ رحؒ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ رحؒ نے اجازت عطا کی اور ارشاد فرمایا۔ وہ روٹی اپنی خود پکا کر کھایا کرنا۔ چنانچہ میں آٹا ساتھ لے گیا۔ کچھ دن تو ایک نوجوان لڑکا میرے آٹے کی روٹی پکا کر مجھے دیتا رہا اور میں کھاتا رہا۔ میں خود روٹی پکانا نہیں جانتا تھا۔ پھر ایک ماچھن نے یہ خدمت سرانجام دینا شروع کی۔ مگر جلد ہی اس نے میرے آٹے کی بجائے چنگوں گاہکوں کے جمع شدہ آٹے کی روٹیاں مجھے دینی شروع کر دیں میں نے وہ روٹیاں دو تین دن ہی کھائی تھیں کہ مجھ پر عتاب ظاہر ہو گیا۔ رات کو جب میں سویا تو میرے دائیں کان پر زور کا تھپڑ رسید ہوا جس سے مجھے سخت اذیت پہنچی۔ میں چونک پڑا دیکھتا کیا ہوں کہ میری چارپائی کے قریب حضرت صاحب قبلہ کھڑے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اٹھ کر آپ رحؒ سے معانقہ کا شرف حاصل کروں مگر آپ رحؒ فوراً غائب ہو گئے۔ اگلے روز میں نے رخصت حاصل کی اور خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ رحؒ تنہا ہی تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ رحؒ نے اپنا چہرہ مبارک ایک لمحہ کے لیے اپنی کملی مبارک میں چھپا کر تبسم فرمایا اور پوچھا کیا حال ہے۔ میں نے وہ کان پیش کر کے عرض کیا۔ حضور رحؒ ابھی تک کان سرخ ہے جس پر آپ رحؒ نے تھپڑ رسید فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا کہ تم نے ہماری بات کب مانی تھی۔

(۳) میں جلال پور جٹاں میں بہ سلسلہ کار مقیم تھا میری اہلیہ بھی میرے ساتھ تھی جو حضرت صاحب قبلہ رحؒ کی بڑی معتقد تھی۔ ایک دن عصر کے قریب آپ رحؒ تشریف لے آئے۔ آپ رحؒ نماز عصر ادا کرنے لگے تو میں نے اور میری بیوی نے آپ رحؒ کے لیے کھانا پکانے کی تیاری

Marfat.com

شروع کر دی جب خام رسد خرید چکا تو میرے والے مکان کا مالک آ گیا اور بضد ہوا کہ تمہارے پیر صاحب کا کھانا میں پکاؤں گا کیونکہ آپؒ میرے مکان پر تشریف لاتے ہیں۔ اس لیے آپؒ میرے مہمان ہیں نہ کہ تمہارے۔ میں نے عرض کی۔ میں آپؒ سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ جب میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضورؒ نے مالک مکان کی دعوت قبول فرمائی۔

مالک مکان نے میرا خریدا ہوا سودا مجھ سے لیا اور قیمت ادا کر دی کھانا کھانے کے لیے آپؒ اس کے گھر پر نہیں گئے بلکہ میرے والے مکان پر کھانا منگوا لیا جب کھانا تناول فرما چکے تو فوراً آپ کو قے ہو گئی اور سارے کا سارا کھانا من وعن باہر نکل آیا۔ میں متردّد ہوا۔ چاہتا تھا کہ آپ کی طبیعت کی بحالی کے لیے کوئی دوائی لاؤں۔ مگر آپؒ نے منع فرمایا۔ اور کہا یہ کھانا ہمارے لائق نہیں تھا۔ یہ ہمیں ہضم نہیں ہو سکتا تھا۔

(۵) میری بیوی کو آسیب کی شکائت ہو گئی۔ علاقے کے حکیموں طبیبوں کے علاج معالجے کے بعد حکیم اجمل خان سے رجوع کیا۔ قیمتی ادویات مسلسل استعمال کرائیں افاقہ نہ ہوا۔ آخر میں نے اپنے دوست محمد شاہ امام مسجد سے ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ تمہاری بیوی پر تو جن کا غلبہ ہے۔ محمد شاہ صاحب نے جن کو حاضر تو کر لیا اس کا نام بھی دریافت کر لیا جو محمد اکبر تھا مگر اسے نکال نہ سکے اور چلتے ہوئے جن نے دو تین دفعہ یہ نعرہ لگایا۔ ور محمد شاہ تنے چین ہو گیا ای۔"

اگلے دن سویرے میں آپ قبلہؒ کی خدمت میں زمیندارہ ہائی سکول میں (تھاریرن ہاسٹل) حاضر ہونے کی نیت سے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ جب شاہ جہانگیر والی نالی اور سائیں کرم الٰہی صاحبؒ کی جھنگی کے درمیان اونچے نیچے باجروں کے کھیتوں کے بنّوں پر جا رہا تھا کہ ایک سفید ریش اور سفید سر والا معزز آدمی مجھے ملا۔ جس نے مجھے عربی انداز میں السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا اور مصافحہ کیا۔ جب ہاتھ کے پیچھے کلائی کو ٹٹولا تو ہڈی ندارد میں نے سن رکھا تھا کہ جنات کے جسم میں ہڈی نہیں ہوتی۔ بس مجھے تو پسینے آنے شروع ہو گئے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا اپنے پیر و مرشد کے پاس۔

حضرت صاحب قبلہؒ سے رات والا ماجرا بیان کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ راستے میں جو شخص تمہیں ملا تھا وہی محمد اکبر جن ہے جس کا تمہاری بیوی پر غلبہ ہے۔ ایک سیاہ رنگ کی لیر اپنے گاؤں والے محمود شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ عمل کریں۔ محمد اکبر چلا جائے گا۔

Marfat.com

میں رنگریز سے کپڑا رنگا کر لے گیا۔ محمود شاہ صاحبؒ سے وہ کالا کپڑا لے کر آیا ہی تھا کہ جن غائب ہو گیا اور میری بیوی بھلی چنگی ہو گئی۔ اگلے دن میں حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بتایا کہ محمد اکبر چلا گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ "وہ یہاں بھی آیا تھا۔" ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں اس بی بی کو تکلیف دیتے ہو۔ وہ کہنے لگا حضورؒ! میں نے اس کو تکلیف تو کوئی نہیں دی میں تو فقط وہاں مقیم تھا۔ کیونکہ مجھے اس گھر میں آپؒ کے سہرے شریف والے خواجہ صاحبؒ کی اور حضرت مجدد صاحبؒ کی زیارتیں کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ کیونکہ یہ بزرگ ہستیاں اس خانۂ پاک میں اکثر تشریف فرما ہوتی رہتی ہیں۔

Marfat.com

جناب چودھری اللہ دتا صاحب

کارساز مابہ فکر کارما

مجھے حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کی توفیق ۱۹۱۸ء سے ہوئی۔ لہذا آپؒ کی خدمت میں بہت وقت گزارا ہے۔ اس دوران کے چند واقعات جو مجھے اس وقت یاد آئے ہیں یہاں لکھتا ہوں۔

۱۔ ہمارے گاؤں کوٹ قطب الدین میں پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ء سے ہر سال دریائے چناب کا پانی طغیانی کی صورت میں ہمارے رقبہ میں داخل ہو کر لاکھوں روپے کی فصلوں کا نقصان کرجاتا باشندگان دِہ مفلسی فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے۔ ۱۹۵۷ء کے بعد عرس خواجہ محبوب عالمؒ صاحب سیدوی پر حاضر ہوا تو شب معراج یعنی عرس پاک گزرنے کے بعد جب لوگ حضورؒ کو مل کر واپس گھروں کو جا رہے تھے اور اپنے لئے دعائیں کروا رہے تھے میں بھی اجازت حاصل کرنے حاضر ہوا۔ آپؒ نے فرمایا۔ تم نے دُعا نہیں کروائی۔ میں نے عرض کی حضورؒ سنیں تو میں عرض کرتا ہوں۔ چنانچہ آپؒ کے آگے اہالیان دِہ کی بے بسی، فاقہ کشی اور دریائے چناب کی طغیانی کا ذکر کیا۔ آپ چند منٹ مراقبہ کے بعد فرمانے لگے۔

"اللہ دتیا! ایہہ تے دس! بندیاں دی روزی دا تینوں بہتا فکر اے یاں اونہوں جنے پیدا کیتا اے"۔ میں نے عرض کیا حضورؒ فکر تو اسی خالق کو ہے جس نے پیدا کیا۔ فرمایا بس جا چوہدری چلا جا آپے فکر والا فکر کرے گا۔ چنانچہ آپ کی دعا ہے کہ ہمیں قدرت نے اس طغیانی سے نجات دلوائی۔ ہیڈ خانکے کے جن بندوں کی وجہ سے طغیانی آتی تھی گورنمنٹ نے ان کے توڑنے کا حکم دے دیا اور اب اللہ کے فضل سے ہم اہل دیہہ خوش حال ہیں۔

۲۔ ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا حضور نے فرمایا۔ چوہدری سُنا کیا حال ہے۔ بے ساختہ میرے مُنہ سے نکلا جناب ہماری بھینس (مرض بوا ایں) سخت بیمار ہے۔ فرمایا۔ اس کا کچھ علاج کرانا چاہیئے۔ کسی حکیم کے پاس لے جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ علاج تو ہم نے بہت کئے اس کو بہت کچھ دیا ہے۔ اب تو اللہ ہی حکیم ہے۔ میری بات سن کر آپؒ تبسم فرما کر بہت ہنسنے اور فرمانے لگے۔ چوہدری جاؤ تمہارا اللہ حکیم ہے تو تم کو کس بات کا فکر۔ ہمارے پاس کسی قسم کا فکر اندیشہ لے کر نہ بیٹھا کرو۔ چنانچہ میں جب گھر واپس آیا تو بھینس درست تھی۔

Marfat.com

(۳) ایک جمعہ کے روز بعد نماز آپؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ معین الدین پور کے سادات نے سوال کیا کہ حضورؒ ہماری گندم کی فصل کو چوہا بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ دعا فرمائیں۔ ہنس کر فرمایا۔ شاہ صاحب وہ تو اپنی ہی برات کھاتا ہے۔ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا۔ تمام سادات نے عرض کی حضورؒ دُعا فرمائیں وہ اپنا جیٹھہ اور کسی جگہ جا نکالے اور یہاں سے چلا جائے۔ چنانچہ آپؒ نے تھوڑی سی ریت دم کر دی۔ کہ جاکر فصل میں پھینک دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے ہی دن چوہا کوسوں دور بھاگ گیا۔

(۴) ایک دفعہ مجلس مبارک میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے پوچھا چوہدری کیا حال ہے۔ عرض کی حضورؒ ہماری بھینس نئی شیردار ہوئی ہے اور اس کا بچہ مر گیا ہے۔ ملتی نہیں۔ فرمایا۔ جا بھینس پئی ملے گی۔ جب میں واپس آنے لگا عرض کی حضورؒ! کوئی گٹ وغیرہ فرما دیں۔ فرمایا۔ چوہدری کا گٹ نہیں ہوتا۔ آؤ۔ اللہ بخش دھاگا لاؤ۔ چوہدری کو میں گٹ کر دوں۔ میں نے عرض کیا۔ میرا گٹ آپ کے فرمانے سے ہو گیا۔ اب میں گٹ نہیں لوں گا۔ چنانچہ جب میں گھر واپس آیا اور بھینس کے نیچے بیٹھا تو وہ رینگ کر مل پڑی۔

(۵) حضورؒ کے مکان کے قریب ایک گجری رہتی تھی وہ پانچ چھ دن متواتر آپؒ کے نماز فجر کے بعد وظیفہ پڑھنے کے وقت دست بستہ ہو کر آپ کے پاس بیٹھ جاتی۔ آپؒ نے پوچھا۔ مائی تم کو کیا ہے۔ عرض کرنے لگی۔ مجھے عرصہ دراز سے آسیب کی شکایت ہے۔ میں جب عشا کے بعد اپنی چارپائی پر لیٹتی ہوں وہ سفید ریش صورت میں میرے سرہانے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور مجھے مارتا ہے۔ صبح تک میری ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں ہوش نہیں رہتی۔ میرے مکان میں پاخانہ بھر جاتا ہے۔ سخت بدبو آتی ہے اور ٹوکری بھر غلاظت ہوتی ہے جو روزانہ باہر پھینکتی ہوں۔ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ میرے لیئے دعا فرمائیں اس ہیبت سے نجات ہو۔ آپؒ نے ایک تعویذ لکھ دیا۔ فرمایا۔ جا گلے میں ڈال لے۔ چنانچہ اس دن کے بعد اس عورت کو کوئی تکلیف نہ رہی نہ ہی وہ جن کبھی نہیں آیا۔ اللہ نے مصیبت سے نجات دے دی۔

Marfat.com

جناب محمّد صدیق صراف

غوث الاعظمؒ کی تمناؤں کا مرکز

پہلا خط :

بخدمت جناب حضور پُر نور قبلہ و کعبہ حضرت مولانا سید حبیب اللہ دام اقبالکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ واضح ہو کہ بندہ کو آج سے پہلے حضور کی کوئی معرفت نہیں تھی۔ نہ حضور کا نام تک میں نے سنا تھا۔ حضور کی معرفت میری خوش قسمتی کا ایک بڑا واقعہ ہے اور وہ اس طرح ہے کہ سید علی محمد تقی الہاشمی عرب جو بغداد شریف کے رہنے والے ہیں اور حضور پر نور، تمام پیروں کے سرتاج دستگیروں کے دستگیر، محبوب سبحانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے دربار کے پڑوسی رہے ہیں۔ ہماری دکان پر پریشان حالت میں آئے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ شاہ صاحب! آپ کیوں پریشان ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ عرب بی[1] (بیوی) کی صحت خراب ہے۔ اور ڈاکٹر لوگوں نے ہمیں مشورہ دیا ہے کہ اس کو جلد از جلد ٹھنڈے علاقے میں پہنچاؤ۔ مَیں نے کہا کہ شاہ صاحب پھر آپ کیوں نہیں لے جاتے؟ انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کتنے درکار ہیں۔ تو انھوں نے ہم سے ۱۵۰/- روپے قرض مانگے۔ مَیں نے کہا آپ کب تک واپس دے سکتے ہیں؟ پکّا وعدہ کریں۔ انھوں نے کہا کہ پیسے عید تک آپ کو واپس دے دوں گا۔ پھر میں نے ۱۵۰/- روپے شاہ صاحب کو دے دیئے۔ شاہ صاحب پاڑہ چنار چلے گئے۔

عید کے بعد شاہ صاحب واپس آئے تو وہ خود بھی بیمار تھے۔ اور ان کی بی بی عرب بن بھی بیمار تھی۔ تو جب میں نے اس پریشان حال میں ان کو دیکھا۔ تو ان سے پیسوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ بیماری بھی تھی اور پاس ایک پائی بھی نہیں تھی۔ نہ کھانے پینے کے واسطے اور نہ بیماری کا علاج کرنے کے لئے۔ چنانچہ عرب صاحب نے مزید ایک سو روپے مانگے۔ مَیں نے کہا۔ میں دے دوں گا مگر آپ کب تک واپس کر دیں گے۔ انھوں نے دس محرم کا وعدہ کیا۔ پھر دس چھوڑ بیس محرم ہو گئی۔ اور اب وہ دو دن سے لاپتہ ہیں۔

---

[1] یہ عرب بن قبلہ گاہی حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کے گھر میں مسلسل آتی رہی حتیٰ کہ بعارضہ ٹی بی ۱۹۶۵ء میں فوت ہو گئی۔ (مرتب)

Marfat.com

اس لئے میں نے اس واقعہ کا ذکر اپنے ایک دوست سے کیا جو میجر ہے۔ اس نے کہا "شاہ صاحب کے خلاف ہمارے مارشل لاء آفس میں مقدمہ درج کرو۔ اور میں نے اس سے پکا وعدہ کر لیا کہ شاہ صاحب کے خلاف مقدمہ درج کرا دوں گا۔ مگر اس رات کو جب میں بستر پر سویا۔ اور یہ رات کے قریباً دو بجے کا وقت تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے جو دنیا کے ہر قسم کے فروٹ اور ہر قسم کے پھولوں سے سجا ہوا ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ یہ کیسا باغ ہے۔ اندر گیا تو دیکھا کہ کئی قسم کی نہریں اور نہایت عالیشان کوٹھیاں وہاں موجود ہیں۔ ذرا اور آگے قدم رکھا تو ایک بہت بڑا دروازہ دیکھا۔ اس کے اوپر لکھا تھا۔

ھٰذا مقام سیدنا عبد القادر جیلانی

پھر میں نے دیکھا کہ اس کے نیچے ایک شخص عربی لباس پہنے ہوئے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے اندر جانے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دے دی۔ جب میں اندر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کچہری لگی ہوئی ہے۔ اور آدمیوں کا نام پکارا جا رہا ہے۔ میں بہت حیران ہوا اتنے میں میرے نام کی آواز آئی کہ محمد صدیق صرّاف پیش ہو۔ میں پیشی کے لئے ایک کمرے میں پہنچا تو اس میں اس قدر خوشبو تھی کہ میرا دماغ برداشت نہ کر سکا۔ وہاں ایک شخص سبز لباس پہنے ہوئے بیٹھا تھا اور اتنا نورانی تھا کہ اس کے نور سے تمام کمرہ پُر نور ہو رہا تھا۔ اس کے گرد کمرہ میں ہزار دو ہزار بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اس سبز پوش بزرگ نے فرمایا۔ "تم مجھے نہیں جانتے؟" میں نے کہا "حضور! میں آپ کو نہیں پہچان سکا" اور میں بہت متحیّر تھا۔ اس پر اس پُر نور صورت والے نے کہا۔ "میرا نام عبد القادر جیلانی ہے"۔ میں یہ جان کر بہت خوش ہوا اور آپؒ کی قدم بوسی کے لئے آگے بڑھا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا۔ کہ سید علی محمد تقی الہاشمی عرب ہمارا ہمسایہ رہا ہے۔ اور اب تمہارے شہر میں آیا ہوا ہے اگر تم لوگوں نے اس کی عزت نہ کی تو گویا ہماری عزت نہ کی۔ اور تم -/۲۵۰ روپے کے واسطے اس پر مارشل لاء کے دفتر میں مقدمہ درج کرانے کے لئے آمادہ ہو گئے ہو۔ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوئی ہے"۔ میں نے عرض کیا۔ "حضور! ہم بال بچوں والے آدمی ہیں، مگر پھر بھی میں نے صرف آپؒ کی محبت، کی بنا پر انہیں -/۲۵۰ روپے قرض دیا تھا"۔ تو حضورؒ نے فرمایا "سید علی عرب ہاشمی کے ہمدرد ایک شخص ہیں اور وہ حد سے زیادہ ہمارے دوست ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ان کا بہت پیار و محبت کا رابطہ ہے۔ مجھے ان سے بہت پیار ہے"۔

میں نے دریافت کیا کہ حضور ان کا نام کیا ہے تو حضورؒ نے فرمایا کہ ان کا نام حضرت مولانا سید حبیب اللہ

Marfat.com

ہے۔ میں نے پتہ دریافت کیا تو فرمایا۔ گجرات محلہ گیان پورہ ہے"۔
پھر حضور نے مجھے حکم دیا کہ اس خواب کا واقعہ لکھ کر اپنے ملازم کے ذریعہ انھیں ارسال کرو اور ہماری طرف سے حضرت سید حبیب اللہ صاحب کو کہو کہ (عرب) شاہ صاحب کا قرض جس قدر جلد ہو سکے ادا کرو۔ یعنی مبلغ -/۲۵۰ روپے۔

پھر جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اسی وقت اس خواب کی سعادت اور حضور پُر نور غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی زیارت کی خوشی میں جناب شاہ صاحب کو پچاس روپے معاف کر دیئے، البتہ بقیہ -/۲۰۰ روپے آپ کو ادا کرنے پڑیں گے۔ نیز شاہ صاحب اگر آپ کو ملیں تو انھیں کہیں کہ اب وُہ مجھ سے گھبرا کر ادھر ادھر نہ پھریں۔ سیالکوٹ آکر امن سے رہیں۔

خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ کا نام نہ شاہ صاحب سے سُنا اور نہ کسی اور سے۔ بلکہ آپ کا نام اور پتہ مجھے حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ نے خود بتایا ہے اور میں نے ان کے ارشاد کے مطابق آپ کو یہ خط تحریر کیا ہے۔ اور پھر اسے اپنے ملازم کو دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

مجھے آپ سے ملنے کا از حد شوق ہے۔ مگر ابھی کاروباری مصروفیت کی وجہ سے حاضری سے محروم ہوں۔ لہٰذا میرا ملازم آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اگر حضور کا یہ ارادہ ہو گیا ہے کہ آپ شاہ صاحب کا قرض ادا کر دیں۔ تو میرے ملازم محمد سائیں کو مبلغ دو صد روپے عنایت فرما دیں۔ اور حضور غوث اعظمؒ کے ارشاد کی تعمیل کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔ اور اگر میرے ملازم محمد سائیں پر اعتماد نہ ہو تو آپ اپنا کوئی آدمی ہماری طرف روانہ فرما دیں ہمارا پتہ یہ ہے۔

محمد صدیق امجد حسین صرّاف۔ بازار دان سُوتری۔ متصل دو دروازہ۔ سیالکوٹ شہر۔
برائے مہربانی اس خط کا جواب جلد از جلد دیں۔ تاکہ ہمارے ملازم کا وقت ضائع نہ ہو۔ اور ہمیں اس خواب کے صحیح ہونے کا ثبوت ملے۔ آپ کی دُعا ہو۔

محمد صدیق امجد حسین صرّاف
بازار دان سُوتری
متصل دو دروازہ سیالکوٹ شہر

جب یہ خط محمد صدیق صرّاف کے ملازم کے ہاتھ حضور قبلہ گاہی حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کو ملا۔ تو آپؒ نے آدمی جناب سکندر شاہ صاحب کو جو مسلم بازار گجرات میں چمڑے کا کاروبار کرتے ہیں اور آپ کی چرمین سوٹ کیس بنانے کی دُکان ہے۔ ایک سو روپیہ دے کر سیالکوٹ بھیجا کہ وُہ

Marfat.com

عرب سید علی الہاشمی سے مل کر تحقیق احوال کریں۔ اور پتہ چلائیں کہ اس عرب نے تو حضور قبلہ گاہی کا پتہ محمد صدیق صرّاف کو نہیں دیا۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ خط میں محررہ واقعہ درست ہے تو سو روپیہ محمد صدیق صرّاف کو دیدیں۔ چنانچہ واقعہ کی تحقیق پر سکندر شاہ صاحب نے وہ روپیہ محمد صدیق صرّاف کو دے دیا۔ ازاں بعد اس کا دوسرا خط حضور علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا، وھو ھذا۔

دوسرا خط:

بخدمت حضور پُرنور جناب قبلہ سیّد حبیب اللہ سجادہ نشین! ادام اللہ بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قبلہ حضور عرض یہ ہے کہ کل شام کو قریباً دس بجے رات کو سکندر شاہ نے ہم کو مبلغ ایک صد روپیہ دے گیا۔ میں بہت مشکور رہوں۔

سکندر شاہ صاحب نے ہم کو کہا تھا کہ تمہیں ہمارے حضور کو خط لکھنے کی کیسے جرأت ہوئی؟ حضور قبلہ عالم عرض یہ ہے کہ میں آپکو واقعہ کی تفصیل چند یوم قبل لکھ کر اپنے خادم کے ہاتھ بھیج چکا ہوں حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خواب نہیں بلکہ ایک معجزہ ہے۔ حضرت پیر پیراں غوث اعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا۔ چنانچہ میں نے آپ کو خط لکھنے کی جرأت ان کے حکم سے کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مَیں نے عربی صاحب کو اطلاع تک نہیں دی۔ تاکہ عربی صاحب ہم سے حجّت (جھگڑا) نہ کریں۔ اور اس وقت عربی صاحب کو یہ تک پتہ نہ تھا کہ میں نے خط آپ کی خدمت میں لکھا ہے اور اسے اپنے ملازم کے ہاتھ آپ کے پاس بھیجا ہے۔ مگر کل رات جب سکندر شاہ صاحب عربی کے گھر گیا اور ان سے ہمارا نام و پتہ پوچھا تب شاہ صاحب (عربی) کو پتہ چل گیا۔ کہ آپ خواب میں دیے ہوئے حضرت پیر پیران جناب غوث اعظم علیہ الرحمۃ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ باقی میں ایک ماہ تک حاضر خدمت ہوں گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مبلغ سو روپیہ رہ گیا ہے جو آپ نے ادا کرنا ہے۔ برائے مہربانی جس قدر جلدی ہو سکے ادا کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں [1]

---

[1] حضور قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ نے یہ رقم بھی تحقیق احوال کے بعد ادا کر دی۔ اور سید علی تقی کو جس کی مستقل خبر گیری آپ نے کی تھی آپ نے منع کیا کہ اب اس صرّاف سے تعلق نہ رکھنا۔ اور فرمایا "اگر محمد صدیق مذکور کو اپنے خواب پر اتنا ہی یقین ہے اور اسے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا ہی احترام ہے جتنا کہ وہ بیان کرتا ہے تو اُسے چاہیئے تھا کہ کل رقم (باقی صفحہ پر)

بند اور اس کے تمام اہل خانہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے ہیں - والسلام

(بقیہ حاشیہ ص) سیّد علی نقی الہاشمی کو معاف کر دیتا - مگر یہ دُنیادار لوگ صرف اپنے پیسے کا احترام کرتے ہیں -

غرضیکہ خواب کی حقیقت خواہ کچھ بھی ہو مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ حضور قبلہ گاہیؒ نے غریب پروری کرتے ہوئے سید علی نقی الہاشمی کا دو صد روپیہ قرض ادا کیا - اور یہ آپؒ کی غریب پروری کی ایک ہی مثال نہیں ایسی مثالیں سینکڑوں ہیں -

اس ضمن میں یہ روایت بھی پیشِ قارئین رہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ لوگ جو آپ کو اپنی خوابوں میں بزرگان دین سے ملاقاتوں کے قصے سُنا کر آپ سے رقمیں بٹورتے ہیں حقیقتاً ٹھگ ہیں تو آپؒ نے جواباً ارشاد فرمایا :

ادہناں دا ناں لے کے مینوں کوئی لُٹ کے وی کھا جاوے تے سودا مہنگا نہیں "

حقیقت یہ ہے کہ حضور قبلہ عالمؒ کو حضرت غوث پاکؒ سے بے پناہ عشق تھا اور خود آپؒ کا وجُود اطہر بھی غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی خصوصی توجہ کا مرکز تھا - اس کا ثبوت یہ ہے کہ تربیت کے ابتدائی ایام میں حضور خواجہ سیدوی علیہ الرحمۃ نے بھی ایک مرتبہ آپؒ قبلہ عالمؒ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب ! آپ حضرت غوث پاکؒ کی تمناؤں کا مرکز ہیں - میں آپ کی تربیت میں اس عظیم البرکت ہستی کی توجہ خاص کو شامل دیکھتا ہوں -

یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایثار پیشگی صداقت عشق کی دلیل محکم ہے - محبت سود و زیاں سے ماورا حقیقت ارفع ہے -

ے زیاں ہے عشق میں یہ ہم بھی جانتے ہیں مگر
معاملہ ہی کیا ہو اگر زیاں کے لیے

(مرتب)

Marfat.com

حبیب اکیڈمی اسلام کے دینی، صوفی اور تحقیقی لٹریچر کی اشاعت کا عزم رکھتی ہے۔ پہلے مرحلہ میں اس کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل بارہ کتابوں کی اشاعت ہے۔

۱۔ **سعید ازل** ۔ حالات سراپا کرامات قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ

۲۔ **ملفوظات شریفہ** ۔ قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ۔

۳۔ **آخری وعظ شریف** ۔ قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ۔

۴۔ **مناقب شریف** ۔ مجموعۂ مدائح و مناقب قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ

۵۔ **خیر النصیب فی خصائص الحبیب** ۔ قطب الارشاد حضرت مولانا مولوی سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ کی شخصیت، تعلیمات اور افکار کا تحقیقی مطالعہ۔

۶۔ **حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ محبوب عالم سیدویؒ** : احوال و آثار، مرتب : سید محمد کبیر احمد مظہر۔

۷۔ **آثار ثلاثہ** ۔ مجموعہ دو مکاتیب اور ایک فتویٰ حضرت خواجہ محبوب عالم سیدویؒ، مرتب: سید محمد کبیر احمد مظہر

۸۔ **حضرت مولانا سید محمد عظیم معروف بہ بابا اللہ لوک** قادری قدس سرہ۔

۹۔ **شجرۃ العلوم حضرت مولانا حافظ سکندر شاہ معروف بہ حضرت ننھے شاہ صاحب** قادری سہروردی

۱۰۔ **حضرت مولانا محمد نصیر الدین نصیر نقشبندی مجددی حبیبیؒ** ۔ احوال و آثار۔ مرتب: سید محمد کبیر احمد مظہر۔

۱۱۔ **اردو ترجمہ درّ المعارف** ۔ ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ دہلوی۔ مرتب: حضرت شاہ رؤف احمد رافتؔ خلیفہ مجاز حضرت شاہ غلام علیؒ دہلوی، مترجم و حاشیہ نگار: سید محمد کبیر احمد مظہر۔

۱۲۔ **رسالہ العروۃ لأھل الخلوۃ والجلوۃ** ۔ تصنیف ابی المکارم رکن الدین علاء الدولہ سمنانی۔ تقدیم و تحقیق: سید محمد کبیر احمد مظہر۔

حبیب اکیڈمی،

۶۷۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

Marfat.com

Marfat.com

۱۷۔ ب سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

Marfat.com